جس کتاب پر انجمن کی مُہر نہ ہوگی وہ مسروقہ سمجھی جائے گی

مسلمان بچوں کے واسطے

اُردو کی چوتھی کتاب

جسے

انجمن حمایتِ اسلام لاہور نے

مئی ۱۹۲۹ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ ہجری میں

حمایت اسلام پریس لاہور باہتمام شیخ حسن الدین منیجر چھپوایا

قیمت ۱۲/ تعداد دس ہزار دفعہ ۲۱

اغراض و مقاصد انجمن حمایت اسلام لاہور

۱۔ مقدس مذہب اسلام کی حمایت و اشاعت کرنا
۲۔ مسلمانوں کے مذہبی و دیگر علوم و ادب کی حفاظت و اشاعت کرنا۔
۳۔ مسلمانوں لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا۔
۴۔ لاوارث مفلس اور یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی پرورش کرنا اور ان کی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا۔
۵۔ مفلس بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم میں امداد دینا۔
۶۔ مسلمانوں کو پابندی مذہب۔ اصلاح طرزِ معاشرت۔ تہذیب اخلاق تحصیل علوم دینی و دنیوی اور باہمی اتفاق و اتحاد کا شوق دلانا اور عام طور پہ ان کی بہتری و ترقی کے وسائل پیدا کرنا اور ان کو تقویت دینا۔
۷۔ مسلمانوں کو گورنمنٹ کی وفاداری کے فوائد سے آگاہ کرنا۔

قواعد کا خلاصہ

۱۔ اہل اسلام کے ہر فرقے کا آدمی خواہ وہ کہیں ہو۔ اس انجمن کا ممبر ہو سکتا ہے۔
۲۔ ہر ممبر کو کم سے کم ۴ر ماہوار چندہ دینا ضروری ہوگا۔ صاحبان وسعت جس قدر زیادہ عطا فرمائیں۔ وہ اُن کی شان کے لائق ہے۔
۳۔ ہر ممبر کا فرض ہوگا کہ اغراض و مقاصد انجمن کی تکمیل میں کوشش کرے۔
۴۔ آمد و خرچ کا حساب اور جملہ انتظامی اُمور جنرل کونسل میں پیش ہوتے ہیں۔
۵۔ تمام معاملات کے لیئے خط و کتابت بنام سکرٹریان انجمن اور ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ہونی چاہیے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۔

خُدائے پاک

زمین اور آسمان اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ۔ سب کا خالق خُدائے پاک ہے جس کی نسبت آٹھ باتوں کا یقین رکھنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے ۔

۱- وحدانیت

وحدانیت سے یہ مطلب ہے ۔ کہ خُدائے پاک اپنی ذات میں اس طرح واحد ہے ۔ کہ نہ کوئی اُس کا شریک ہے ۔ اور نہ کوئی اُس کا مقابل اور نہ کوئی اس کا مثل ۔ بے نیاز ہے ۔ اُسے کسی چیز کی احتیاج نہیں ۔ نہ اُسے بھوک لگتی ہے ۔

نہ پیاس - ہمیشہ سے ہے - جس کی اِبتدا نہیں - ہمیشہ رہیگا - جس کی اِنتہا نہیں - اُس کو زوال اور فنا نہیں - بزرگی اور بڑائی کی جتنی صفتیں ہیں - وہ سب اُس میں ہیں - بہت زمانے اور دراز مدتیں گزر جانے سے یہ نہیں کہ سکتے - کہ اب وہ ہو چُکا - یا اُس میں کچھ ضعف و کمی آ گئی - بلکہ اب بھی وہ ایسا ہی ہے - جیسا پہلے تھا - اور ایسا ہی ہمیشہ رہیگا +

۲ - تنزیہ

تنزیہ کے معنی ہیں - خُدا کو ایسی چیزوں سے پاک سمجھنا جو جسم کے واسطے ضروری اور لازمی ہیں - اور اس امر کے لئے ان چھ باتوں پر اعتقاد رکھنا چاہیئے +

۱ - خُدا کی نہ کوئی شکل ہے نہ صُورت - نہ اُس کا جسم ہے - نہ مقدار - اُس کے حِصّے نہیں ہو سکتے - اُس میں کوئی چیز مل نہیں سکتی - وہ حدّوں اور طرفوں سے نہیں گھیرا جا سکتا +

۲ - وہ کسی خاص جگہ میں نہیں ہے - عرش پر ہے - تو اِس طرح جس طرح اُس نے خود فرمایا - کہ نہ عرش کو چھوتا ہے - نہ اس پر جم کر جگہ پکڑے

ہُوئے ہے - نہ اُس میں حلُول کئے ہُوئے ہے - اَور چیزوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ آتا جاتا نہیں - اُس کو عرش نے اُٹھایا ہُوا نہیں - بلکہ عرش اَور اُس کے اُٹھانے والوں کو اُس نے اپنی قدرت سے اُٹھا رکھا ہے - زمین - آسمان اَور عرش کی جتنی چیزیں ہیں - وُہ اُن سب سے اُوپر ہے - پر اِس بلندی کے سبب نہ عرش کے نزدیک ہے نہ زمین سے دُور - باوجُود سب چیزوں سے بلند ہونے کے شاہ رگ سے بھی زیادہ سب کے نزدیک ہے +

۳- نہ وُہ کِسی چیز میں حلول کرتا ہے - نہ اُس میں کوئی چیز حلوُل کرتی ہے - وقت ہو یا مکان اُسے گھیر نہیں سکتے - اُن کے ہونے سے پہلے موجُود تھا - اَور جیسے پہلے تھا - وَیسا ہی اب بھی ہے +

۴- خدُا اپنی صِفتوں میں اپنی مخلوق سے علیحدہ ہے - اُس کی ذات میں اُس کے سوا کوئی اور مِلا ہوا نہیں - اور نہ کِسی اَور میں اُس کی ذات شامل ہے +

۵- اُس کی ذات حادثوں سے نہیں بدلتی - نہ اُس میں حادثے حلُول کرتے ہیں - اور نہ اُس

پر عارضے وارد ہوتے ہیں - وہ اپنی صفتوں کے کمال میں فنا اور زوال سے پاک ہے - اُس کی صِفتیں ایسی کامل ہیں - کہ اُن میں کسی قِسم کی ترقی کی حاجت نہیں +

۶- اُس کی ذات کا وجود عقلوں سے معلُوم ہوتا ہے - وُہ جنّت میں نیک آدمیوں کی لذّت کو پُورا کرنے کے لِئے اُنہیں اپنا دیدار دیگا +

۳- زِندگی اور قُدرت

اُس کی زِندگی کے لِئے یقین کرنا چاہیئے - کہ نہ اُسے ماندگی آتی ہے نہ نیند - نہ اُس میں کوئی قصُور واقع ہوتا ہے نہ غفلت - نہ اُس کو فنا ہے نہ موت +

اُس کی قُدرت کے واسطے یقین رکھنا چاہیئے - کہ وُہ جابر اور قاہر ہے - مُلک و ملکوت عزّت و جبرُوت کا مالک ہے - سلطنت - غلبہ - پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کے لِئے ہے - زمین - آسمان اور ساری مخلُوق اُس کے قابو میں ہے - نئی اور ایسی چیز کا پیدا کرنا جس کی مِثال پہلے نہیں - اُسی کے اختیار میں ہے - اُس کے آگے کا کوئی اور نہیں - مخلُوق کے رزق اور موت کا اندازہ اُسی نے

مقرر فرمایا ہے۔ کوئی چیز اُس کے قبضے سے باہر نہیں۔ مخلوق کے کاموں کا ردّ و بدل اُس کی طاقت میں ہے۔ اُس کی قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اُس کی معلومات کی کوئی انتہا ہے۔

۴۔علم

اُس کے علم پر اس طرح ایمان لانا چاہئے۔کہ زمین کے نیچے سے آسمان کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ سب کو جانتا ہے۔ زمین و آسمان اور اُن کے درمیان ایک ذرّہ بھی اُس سے چھپا نہیں۔ اندھیری رات میں سخت پتھّر پر چیونٹی کے رینگنے یا ہوا میں ذرّے کے اُڑنے کی آواز بھی سُنتا ہے۔ سب کی چھپی ہوئی اور ظاہر باتوں اور کاموں کو جانتا ہے۔ دِلوں کے وسوسے اور پوشیدہ بھید اُس پر ظاہر ہیں۔ اُس کا علم اُس کی ذات کی طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

۵۔اِرادہ

اُس کے اِرادے کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا چاہئے۔ کہ دُنیا میں جو کچھ ہے۔ سب اُسی نے اپنے ارادے سے پیدا کیا ہے۔ اور وُہی اُس کا انتظام کرتا ہے۔

نیکی و بدی - زیادتی و کمی - نفع و نقصان - کفر و ایمان
رنج و راحت - طاعت و معصیت بیماری و تندرستی -
تونگری و مفلسی - نیستی و ہستی - غرض جو کچھ ہے -
تھوڑا یا بہُت - سب اُس کے ارادے اور تقدیر
سے ہوتا ہے - جو چاہتا ہے - ہوتا ہے - جسے نہیں
چاہتا نہیں ہوتا - کوئی اُس کے حُکم کو رد نہیں
کر سکتا - اور نہ اُس کی قضا کو پھیر سکتا ہے -
کوئی اُس کی نافرمانی کر کے کہیں بھاگ نہیں سکتا -
اور نہ کوئی اُس کو سہارا دے سکتا ہے - اگر سہارا
ہے - تو اُسی کی رحمت اور بخشش کا - طاعت ہے -
تو اُسی کی خواہش اور ارادے سے - اگر سارے
جہان کے جن اور انسان - فرشتے اور شیطان مل
کر جہان کے ایک ذرے کو ہلانا چاہیں - تو نہیں
ہلا سکتے - ٹھیرانا چاہیں - تو نہیں ٹھیرا سکتے - گھٹانا
بڑھانا چاہیں - تو گھٹا بڑھا نہیں سکتے

۶ - سُننا اور دیکھنا

جس طرح وہ ہر چیز کو جانتا ہے - اُسی طرح تمام
آوازوں کو سُنتا ہے اور سب چیزوں کو دیکھتا ہے
اُس کے سُننے کے لئے دُور اور نزدیک برابر ہے -
اور دیکھنے میں اندھیرا اور اُجالا یکساں - اندھیری

رات میں چیونٹی کے چلنے کی آہٹ سُنتا ہے۔ زمین کی تہ میں چھپے کیڑے کی صُورت وشکل کو دیکھتا ہے۔ مگر اُس کا دیکھنا اور سُننا ایسا نہیں۔ جیسے ہمارا۔ کیونکہ جس طرح اُس کی پاک ذات مخلُوق کی طرح نہیں۔ اُسی طرح اُس کی صفتیں بھی مخلُوق کی صفتوں کی مانند نہیں ۔

۷۔ کلام

اُس کا حُکم سب پر واجب ہے۔ اُس کی دی ہوئی خبریں سچی ہیں۔ ثواب کا وعدہ اور عذاب کی وعید حق ہے۔ قرآن۔ توریت۔ انجیل۔ زبُور اور پیغمبروں کی ساری کتابیں اس کا کلام ہے۔ جن میں آخری کتاب قرآن شریف ہے۔ اب اُسی کے حُکموں پر سب آدمیوں کو چلنا چاہیئے ۔

۸۔ افعال

جہان اور جو کچھ اُس میں ہے۔ سب اُسی کا پیدا کیا ہُوا اور ایسا اچھا ہے۔ کہ اُس سے بہتر اور اچھا کسی کے خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اگر سارے دانا بلکہ دُنیا کی کسی چیز میں کمی یا زیادتی کا نُقص نکالنا چاہیں۔ تو ہرگز نہیں نکال سکینگے۔

بلکہ جو نقص سوچینگے - وہ حقیقت میں اُن کی سمجھ کا نقص ہوگا - اِس کی مثال ایسی ہے - کہ ایک مکان بہُت عمدگی سے سجایا گیا ہے - اُس میں ہر ایک چیز بڑے قرینے سے رکھی اور سلیقے سے دھری ہے - مکان کی آرائش کے دستوروں سے ناواقف کوئی اندھا اس کے اندر چلا گیا - وہ جابجا گِرتا پڑتا اَور ٹھوکریں کھاتا ہے - اَور کہتا ہے - کہ یہ اسباب رستے میں بے موقع کیوں ڈال رکھا ہے - لیکن حقیقت میں کوئی اسباب بے موقع نہیں رکھا ہُوا - خود اُسے دکھائی نہیں دیتا - قرینے سے رکھی ہوئی چیزوں کو بے موقع رکھی ہوئی خیال کرتا ہے - اِسی طرح دُنیا میں جو کچھ ہے - وہ سب سلیقے اَور قرینے سے ہے - اُس میں کوئی نقص نہیں - ہمارا اُس میں نقص نکالنا خود ہماری بے سمجھی اَور نادانی ہے - پس اُس نے جو کچھ بنایا ہے - عدل اَور حکمت سے ٹھیک بنایا ہے - اَور جیسا چاہیئے وَیسا ہی بنایا ہے - کیونکہ اگر اس سے بہتر کوئی اَور صورت ہو سکتی تو اس سے خدا کا عجز لازم آتا ہے یا بخل - وہ عجز اور بخل سے پاک ہے +

رنج و مصیبت - دکھ درد - مفلسی و زحمت - عجز

و جہل جو کچھ بنایا ہے سب عین حکمت ہے۔ کسی کو رنج اَور مصیبت۔ دُکھ اَور درد میں ڈالے۔ تو اس کا ظلم نہیں۔ کیونکہ ظلم تو غیر کے ملک میں تصرف کرنا ہوتا ہے۔ اور جہان میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اسی کی مِلک ہے۔ اپنی مِلک کے ساتھ جو چاہے سو کرے۔

جن اور انسان فرشتے اور شیطان۔ زمین اور آسمان۔ جمادات اور حیوان۔ غرض جتنی چیزیں ہیں۔ سب کو اُس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے پیدا کیا ہے۔ اَور اُن کا پیدا کرنا اُس پر کچھ گراں نہیں ہُوا۔ اور نہ اس کو اس سے کچھ تکلیف ہوئی ہے۔ پیدا کرنا اس پر واجب نہیں اور نہ انعام و صلہ اس پر لازم ہے۔ یہ سب اس کا فضل و احسان ہے۔ اَور اُس کی ذات کے شایاں۔ اگر وہ اپنے بندوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر دیتا۔ تو اِس پر قادر تھا۔ اور وہ سب عدل تھا نہ ظلم۔

اللہ تعالےٰ ایمانداروں کو اپنے وعدے کے مطابق اُن کی طاعتوں کا نیک اجر دیتا ہے لیکن اگر وعدہ نہ کرتا تو اُس پر اَیسا کرنا لازم نہ تھا۔ کیونکہ اس پر کوئی فعل واجب نہیں۔ ہاں مخلوق پر خدا کی عبادت اور طاعت واجب ہے۔ اَور یہ

صرف عقل ہی سے ثابت نہیں بلکہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے رسولوں کو کتابیں اور معجزے دیکر بھیجا۔ اور ان کے ذریعے سے اپنے سارے حق اور حکم صاف صاف تفصیل اور دلیل کے ساتھ بتا بھی دِئے۔ تاکِہ کوئی عذر نہ کر سکے۔ کہ ہم کو خُدا نے اپنے احکام اور حقوق کی اطلاع نہیں دی۔ اس واسطے اس کے انعاموں کا شکر اور اُس کے احکام کی اطاعت ہم پر فرض ہے ؀

جناب سرورِ انبیا مُحمّد مُجتبیٰ صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَسلّمَ کا ذِکر

اُردُو کی تیسری کتاب میں آپ کے مدینے کو ہجرت فرمانے تک کے حالات لکھے جا چکے ہیں۔ اب اُن واقعات کا بیان کیا جاتا ہے۔ جو مدینے میں ساتویں سال ہجری تک آپ کو پیش آئے۔ باقی حالات انشاء اللہ تعالےٰ اگلی کتاب میں لکھے جائینگے۔ اُن کے پڑھنے اور سُننے سے تمہیں جناب سرور کائنات صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَسلّمَ کے حالات بھی معلوم ہو جائینگے۔ اور اپنے مذہب کے بہُت سے مسائل بھی۔ اِس لئے نہایت ضرور ہے

کہ اس بیان کو دلی توجہ اور پورے غور سے پڑھو۔ اور ہر ایک بات کو اچھی طرح سے یاد رکھو۔

مدینے کے واقعات کا بیان شروع کرنے سے پہلے اِس بات کا جتانا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو تکلیفیں اور اذیتیں آپ کو مکے میں وہاں کے لوگ پہنچاتے تھے۔ اور جو صدمے آپ کے جان نثار پیرؤں کو اُٹھانے پڑتے تھے۔ اُن کا خاتمہ آپ کے وطن چھوڑنے پر بھی نہ ہُوا۔ بلکہ آپ کے صحیح وسلامت مدینے پہنچ جانے پر اُن کے بُغض اور کینے۔ حسد اور عداوت کی آگ پہلے سے بھی زیادہ بھڑک اُٹھی۔ اور اب پہلے سے زیادہ اہتمام اور سرگرمی کے ساتھ آپ کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ چُنانچہ تعاقب کرنے پر آپ کا اُنہیں نہ مِلنا۔ اُن کے غُصّے کی زیادتی کا موجب ہُوا۔ اور اُنہوں نے سارے عرب میں مُنادی کرا دی۔ کہ جو شخص محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مار ڈالیگا یا پکڑ لائیگا۔ اُسے سو اونٹ انعام میں دِلئے جائینگے۔ مفلس عربوں کے واسطے جن کا پیشہ ہی ناحق خون کرنا۔ چوری۔ رہزنی اور قزاقی تھا۔ اس کام کے مقابلے میں یہ بڑا بھاری انعام تھا۔ اس واسطے بہت سے لوگ آپ کی تلاش میں نکلے۔

لیکن خداوند تعالےٰ کو اپنے رسُول کی کامیابی اور اُس کے مخالفوں کی ناکامی منظور تھی ۔ اِس واسطے سارے کے سارے اپنے ارادے میں ناکام رہے ہاں دو شخص آپ سے ملاقی ہوئے ۔ مگر وہ بھی آپ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچا سکے ۔

اِن دو میں سے ایک سُراقہ بن مالک نام بڑا بہادر آدمی تھا ۔ جس نے آپ کو دیکھا ۔ اور آپ کے پکڑ لینے کے ارادے پر گھوڑا دوڑایا ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہُ نے اُسے آتا دیکھ کر آپ کی خدمت میں عرض کی ۔ کہ معلوم ہوتا ہے ۔ یہ ہمارے پکڑنے کو آرہا ہے ۔ اب بچنا مشکل ۔ آپ نے فرمایا ۔ گھبراتے کیوں ہو ؟ خدا ہمارا حافظ ہے ۔ جب قریب پہنچا ۔ اُس کا گھوڑا الٹ ہوگیا ۔ اور وہ اُس پر سے چت گر پڑا ۔ اِس حادثے سے اُس کے دل پر ایسا خوف چھایا ۔ کہ وہ آپ کے گرفتار کرنے کے ارادے کو بالکل بھُول گیا ۔ بلکہ اب اُس کو اپنی جان کی فکر ہوئی ۔ اس واسطے اُس نے آپ سے اپنی گستاخی کی معافی مانگی ۔ اور آپ نے اپنی رحملی سے اُس کا قصُور معاف کیا ۔ لیکن اُسے یقین نہ آیا ۔ کہ میرا اتنا بڑا بھاری جرم معاف کردیا گیا ہے ۔ اس لئے اس کی خواہش

کے بموجب آپ کے ارشاد سے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک ہڈی کے ٹکڑے پر اُسے معافی کی سند لکھ دی۔ اس پر وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ کہ میں آپ کی اِطلاع کِسی کو نہیں کرُونگا۔ اگر کوئی تعاقب میں آتا ہوگا۔ تو اُسے واپس کر دونگا۔ اگرچہ یہ شخص اس وقت اسلام نہیں لایا۔ مگر فتح مکّہ کے بعد اپنے قبیلے سمیت حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ مدینے کے نواح میں پہنچے۔ تو ابو بُریدہ اسلمی ملا۔ یہ ستّر آدمیوں کے ساتھ آپ کی تلاش میں آ رہا تھا۔ اُسے آتا دیکھ کر آپ نے سبقت کر کے نہایت ہی نرمی و ملائمت کے ساتھ اس کا نام اور آنے کا منشا دریافت کیا۔ اور حسُن ادا سے اُس کو اپنا پتہ اور نام بتایا۔ ابو بُریدہ کے دِل پر آپ کی باتوں سے ایسا اثر ہُوا۔ کہ دشمنی کے سارے خیال اُس کے سینے سے نِکل گئے۔ بلکہ اُس نے اُسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبوُل کیا۔ اور جوشِ عقیدت میں بسر سے عمامہ اُتار کر نیزے پر باندھ لیا۔ اور علم بردار بن کر آپ کے ہمرکاب روانہ ہُوا۔

اہل مدینہ کو آپ کی تشرِیف آوری کا بہت

انتظار تھا۔ وہ ہر صبح اُٹھ کر کوٹھوں پر چڑھ کر
آپ کی راہ دیکھا کرتے تھے۔ جب شہر کے قریب پہنچے۔
تو مدینے کے خوش نصیب عقیدت مند بزرگوں کو یہ
خبر مل گئی۔ جس کے سُنتے ہی تمام چھوٹے بڑے
مرد عورتیں خوشی خوشی آپ کے استقبال کو نکلے۔
اور مدینے سے دو میل دُور قُبا نام ایک مقام پر
آپ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا۔
بنی عمرو بن عوف نے جو قبا کے پاس رہتے تھے۔
آپ کی خدمت میں درخواست کی۔ کہ چند روز
آپ یہاں قیام فرمائیں۔ اس واسطے آپ اس روز
مدینے میں تشریف نہ لے گئے۔

مقام قُبا میں جو نہایت پُر فضا اور شاداب
جگہ ہے۔ آپ دو ہفتے رہے۔ اِس عرصے میں
وہاں ایک مسجد بنوائی۔ جس کا نام مسجد قبا ہے۔
اور اس نواح میں مسلمانوں کی سب سے پہلی
عبادت گاہ ہے۔

اس برکت و عظمت والی مسجد کی تعمیر کے وقت
آپ نے اپنے تینوں خلیفوں سمیت اپنے ہاتھوں
سے پتھر اُٹھا اُٹھا کر دئے ہیں۔ کیا ہی خوش نصیب
ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے ہادی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
کی بنائی ہوئی اس مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اور ایسے مقام پر جو اثر دل پر ہوتا ہے۔ اُس کی لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہے۔ وہ مسجد جس میں حضرت عُمر رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جھاڑو دینے کو موجب فخر و سعادت سمجھا ہے۔ الٰہی ہمیں بھی اس سعادت سے بہرہ یاب فرما! اٰمِیْن یَا اَرْحَمَ الرّاحِمِین ۔

اُردو کی تیسری کتاب میں تم پڑھ چکے ہو۔ کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ مکے والوں نے پختہ اِرادہ کرلیا۔ کہ آج رات کے وقت حضرت صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کو شہید کر ڈالیں۔ تو آپ جناب علی مرتضےٰ کَرَّمَ اللہُ وَجہَہُ کو اُن کی درخواست کے مطابق بستر پر سُلا کر گھر سے نکل آئے اِس طرح آپ تو اُن کے ہاتھوں سے بچ گئے۔ لیکن حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہُ اُن کے قابو میں آ گئے۔ اور اُن کے ساتھ وہ نہایت بدسلوکی سے پیش آئے۔ ایک تو اُس جانِ جہاں کی مفارقت دُوسرے اُن ظالموں کی اس درجہ مخالفت۔ مجبوراً حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہُ کو بھی اپنا عزیز وطن چھوڑنا پڑا۔ چنانچہ ایک روز موقع پاکر تنہا پیادہ پا مدینے کو چل کھڑے ہوئے۔ مگر خونخوار دشمنوں کے تعاقب کے خطر سے رات کو سفر کرتے۔ دن کو کہیں چھپ رہتے۔ عرب

کے سے اُجاڑ مُلک میں ایسی خوفناک حالت کے وقت اکیلے سفر کرنا بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔ پر اُس شیرِ خُدا نے مصیبتوں کو جھیلا۔ اور ابھی جناب رسُولِ خُدا صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم قبا ہی میں تھے۔ کہ خِدمت اقدس میں حاضر ہُوئے۔ اس دُور دراز اَور دُشوار گزار سفر میں پیادہ پا چلنے کے باعث اُن کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ آپ نے اُن کی یہ حالت دیکھ اُن کے آبلوں پر اپنا دستِ مُبارک پھیرا جس کی برکت سے اُسی وقت اُنہیں آرام ہو گیا +

اگرچہ بنی عمرو کی التجا تھی۔ کہ آپ ابھی کچھ دِنوں اور وہیں رہیں۔ مگر اہلِ مدینہ کے اشتیاق اَور محبّت نے اُن کی اس خواہش کو پُورا نہ ہونے دِیا۔ اَور آپ ربیع الاوّل کی سولھویں تاریخ کو جمعے کے دِن بخیر و عافیت مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ مدینے میں داخل ہُوئے۔ ارادتمند مدینے والوں کی مسرّت کا جوش اور ارادت کے اظہار کا ولولہ اس درجے تک تھا۔ کہ ہر ایک کی یہی خواہش تھی۔ کہ حضور صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم میرے ہی گھر میں اُتریں۔ مگر آپ نے کِسی کی دِل شِکنی گوارا نہیں کی اور فرمایا۔ جہاں میری اونٹنی جاکر خود بخود بیٹھ

جائیگی - میں وہیں اُتر پڑونگا - اِس خبر کے سُننے سے
سب منتظر تھے - کہ دیکھیں اُونٹنی کہاں بیٹھتی ہے؟
اور یہ بڑی سعادت کس کے حصے میں آتی ہے؟
آخر کار اُس مقام پر جہاں اب مسجدِ نبوی ؐ ہے -
اُونٹنی بیٹھ گئی - اُس وقت آپ کی پیشانئے مبارک
پر پسینہ آگیا - اور چہرۂ مبارک بدل گیا - یہ نزولِ وحی
کے وقت ایک حالت تھی - جو آپ پر طاری ہوئی -
اس کے بعد اُونٹنی اُٹھی - کچھ قدم آگے چلی - اور
پھر مُڑ کر وہیں آگئی - جہاں پہلے بیٹھی تھی - یہ
دوبارہ بیٹھنا آخری فیصلہ تھا - ہر چند لوگوں نے
کوشش کی اُونٹنی پھر اُٹھے - مگر وہ نہ اُٹھی -
چونکہ اِس مقام کے پاس حضرت ابُو ایوب انصاری
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا گھر تھا - اِس لئے آپ نے
اُن کے گھر کی نیچے کی منزل میں مقام کیا -
صاحب خانہ کو ادب اور تعظیم کے خیال سے آپ
کا نیچے کی منزل میں رہنا نہایت ناگوار ہوتا تھا -
اِس لئے اُنہوں نے بارہا باصرار درخواست کی -
کہ آپ اُوپر کی منزل میں رہیں - اور میں نیچے
کی منزل میں آجاؤں - لیکن آپ اس کا جواب
ہمیشہ یہی دیتے رہے - کہ میرے پاس بہت سے
آدمی آیا جایا کرتے ہیں - جن کے اُوپر کی منزل

میں جانے سے تمہارے عیال کو بہت تکلیف ہوگی +

اس بیان سے ظاہر ہے ۔ کہ حضور سرور کائنات صلّے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اپنی نسبت اوروں کی آسائش کا کہاں تک خیال فرماتے تھے ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ایُوب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ آپ کا کِس قدر ادب کرتے تھے ؟ یہی دو باتیں یعنی بزرگوں کا اپنے خوردوں کی تکلیف و آسایش کا پُورا خیال رکھنا اور چھوٹوں کا بزرگوں سے ادب کے ساتھ پیش آنا اِسلامی تعلیم کے اعلےٰ جُزو ہیں اور ان کے حاصل کرنے سے آدمی انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے ۔ اور اسی امر کے واسطے تمام انبیا اور رسول عَلَیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلاَمُ تشریف لائے تھے +

اَے ہمارے عزیز طالب علمو ! وہ اعلےٰ تعلیم جس کے ذریعے تم کو دُنیا و آخرت میں عزت حاصل ہو سکتی ہے ۔ وہ ان باتوں کا علم حاصل کر کے اُن پر عمل کرنے کا نام ہے ۔ اگر خدا نخواستہ تم اِن باتوں کے عِلم و عمل سے محروم رہے ۔ تو یہ بی اے اور ایم اے وغیرہ کی ڈگریاں اور سارے دنیاوی خطابات لاحاصل ہیں ۔ اگر اِس وقت نہیں ۔ تو قیامت کے دن جو کہ یقیناً آنے والا ہے ۔ سخت حسرت اور

ندامت کا باعث ہونگے۔ اے ہمارے مہرباں مالک! تو تمام مسلمانوں اور خصوصاً تمام ایسے طالب علموں کو جو اس کتاب کی تعلیم پاتے ہیں۔ ایسی اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کی محبت عطا فرما! جو دُنیا و آخرت میں اُن کی قبولیت اور عزّت کا باعث ہو۔ آمین!

اگرچہ آپ نے حضرت ابو ایّوب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو معقول طریق سے سمجھایا اور اُن کی التجا کو پُورا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر اُنہوں نے آخرکار نہایت ہی مُؤدّبانہ طریق سے بار بار کی درخواست پر اپنا منشا پُورا کرا لیا۔ اور حضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اُوپر کی منزل میں رہنے لگے۔ خدا کی رحمت ہو تم پر اَے حضرت ابو ایُّوب رضؓ اور اللہ راضی ہو تم سے! کیسا ادب و شوق تمہارے دِل میں تھا۔ الٰہی! ہمیں بھی اُس نیک مرد کا سا دِل دے۔ اور اُسی کا سا پاسِ ادب مرحمت فرما۔

اب اُن واقعات کا بیان سنہ وار شروع ہوتا ہے۔ جو آپ کو اِس وقت کے بعد وفات کے دِن تک مدینے میں پیش آئے۔ کیونکہ اِس ہجرت سے ہی سنہ ہجری نبویؐ بعد میں جاری کیا گیا ہے۔ جس کا لحاظ کر کے مؤرّخوں نے حالات تحریر کئے ہیں۔

پہلا سال ہجری

(۱) مسجد قبا کی تعمیر

اس سال کا سب سے پہلا واقعہ تو وہی مسجد کی تعمیر ہے۔ جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ باقی واقعات حسب ذیل ہیں:۔

(۲) عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ جن کو خداوند تعالے نے اس خاندانی شرافت کے ساتھ علمی فضیلت اور پرہیزگاری بھی عطا فرمائی تھی۔ اور اسی واسطے مدینے کے یہودیوں میں اُن کی بڑی قدر و منزلت اور نہایت تعظیم وتکریم ہوتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے۔ تو جوق جوق لوگ آپ کی زیارت

کے واسطے حاضر ہونے لگے۔ مَیں نے بھی آپ کے دعوے کی صداقت دریافت کرنے کی غرض سے آپ کو دیکھنے اور آپ کا کلام سُننے کا ارادہ کیا۔ جب مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو سب سے پہلے جس امر سے میرے دل کو اطمینان حاصل ہُوا۔ وہ آپ کے چہرۂ مبارک کا دیدار تھا۔ جسے دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا۔ کہ جھُوٹ بولنے والوں کے چہروں جیسا نہیں ہے۔ اس وقت آپ وعظ میں مصروف تھے۔ اور یہ کلمات فرما رہے تھے۔ اے لوگو! اپنے پرائے سے جب ملو۔ تو اِس طرح سے اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ کہو کہ وُہ سن لیں۔ محتاجوں اور مفلسوں کو کھانا کھلاؤ۔ اپنے خویشوں اور رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھو۔ اُن سے اپنا علاقہ نہ توڑو۔ رات کو جب اور لوگ سویا کرتے ہیں۔ تمُ اُٹھ کر نماز پڑھو۔ اور اپنے خالق کی عبادت کا لطف اُٹھاؤ۔

عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تعَالےٰ عَنْہُ فرماتے ہیں۔ کہ یہ سب سے پہلا وعظ ہے۔ جو آپ نے مدینے میں فرمایا۔ اِس وعظ کو سُن کر مَیں اپنے گھر چلا گیا۔ پھر دوسری دفعہ اکیلا خلوت میں آپ سے مِلا۔ اور چند سوال پیش کیے۔ جن کے جواب کا علم پیغمبر کے سوا کسی دُوسرے شخص کو نہیں دیا جاتا۔

آپ نے اُن سوالوں کے جواب ایسے تسلی بخش دِئے کہ اُن کے سُننے کے بعد مجھ کو کسی اور بات کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہی اور اُسی وقت میں نے یقین کرلیا کہ آپ ہی پیغمبر آخرالزمان ہیں ؛

اِس کافی تصدیق کے بعد میرے بیقرار دل نے نہ تو قوم کی مخالفت کرنے کی پرواہ کی اور نہ دنیاوی جاہ و منزلت میں فرق آنے کے خیال کو دل میں جگہ پکڑنے دی ۔ فی الفور کلمۂ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا ۔ فَالحَمدُ لِلّٰہِ علےٰ ذٰلِکَ ؛

اِس کے بعد مَیں نے آپ کی خِدمت میں ظاہر کیا ۔ کہ نسبی شرافت ۔علمی اور عملی فضیلت کے لحاظ سے مدینے کے یہودی اگرچہ مجھے نہایت معتبر ۔معزز اور ثِقہ سمجھتے ہیں ۔ لیکن اس درجے کے متعصب اور جاہل ہیں ۔ کہ جس وقت ان کو میرے اِسلام کا حال معلوم ہوگا ۔ تو وہ پہلی حُسن ظنی کے لحاظ سے میری تقلید کرکے آپ کی اور آپ کے دین کی تصدیق نہیں کرینگے ۔ بلکہ مجھ کو پرلے درجے کا کمینہ ۔ جاہل اور بدکار کہنے لگینگے ۔ اور آپ کے سخت دشمن ہوجائینگے ۔ میں چاہتا ہوں ۔ اپنے اسلام کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے سے پہلے اپنے اِس بیان کی تصدیق کرادوں ۔ تاکہ آپ کو اُن کے

حالات سے کافی اطلاع حاصل ہو جائے۔

یہ سُن کر آپ نے عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو چھُپا کر بٹھا دیا۔ اور یہودیوں کو بلا کر فرمایا۔ اُس خُدا کے لئے جس کے سوا دوسرا نہیں۔ اور جسے تم بخوبی جانتے ہو۔ اور جس کی کتاب توریت میں تم پڑھ چکے ہو۔ کہ میں خُدا کا رسول اور اُسی کا بھیجا ہُوا ہوں۔ سچائی پر ایمان لاؤ اور مسلمان ہو جاؤ۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ ہم نہیں جانتے کہ تم رسُول خدا ہو۔ پھر آپ نے پوُچھا۔ تم میں عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ عَنہُ کیسا آدمی ہے؟ اُنہوں نے کہا۔ وہ ہمارا سردار ہے۔ اور ہمارے سردار کا بیٹا۔ وہ ہم سب میں بڑا عالم ہے اور ہمارے بڑے عالم کا بیٹا۔ وہ ہمارا دانا پیشوا ہے۔ سب سے اچھا ہے سب سے بڑا دانا اور داناؤں کی اَولاد۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیا کہو گے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے۔ اُنہوں نے کہا۔ خُدا اُس کو اس سے بچائے۔

اس سوال وجواب کے بعد آپ نے عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ کو بُلایا۔ وہ کلمہ شہادت پڑھتے ہُوئے سامنے آئے اور یہودیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ اے میرے یہودی بھائیو۔ خُدا سے ڈرو۔ اور محمد صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلّمَ پر ایمان لاؤ۔

جن کی نسبت تم جانتے ہو۔ کہ وہ رسول خدا ہیں۔ اس پر یہودیوں نے سُن کر کہا۔ تم جھوٹے ہو۔ ہم نہیں جانتے۔ پھر کہنے لگے۔ یہ بڑا شریر ہے۔ اور بڑے ہی شریر کا بیٹا۔ بہت ہی بُرا آدمی ہے بڑے ہی بُرے آدمی کا بیٹا۔ ہم سب میں بڑا جاہل ہے اور بڑے ہی جاہل کا فرزند۔

اس واقعہ سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بیان کی تصدیق اور اُن کی دانائی اور تجربہ کاری کا یقین ہو گیا۔ اور یہودیوں کی ہٹ دھرمی اور ضد کا بھی حال کھل گیا۔

(۱۳) حضرت کا اپنے اہل و عیال کو مکے سے بُلوانا

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ آپ مکے سے اپنے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر مدینے میں چلے آئے تھے۔ آپ کی دو بیٹیاں حضرت فاطمہ اور اُم کلثوم اور آپ کی بیوی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن مکے میں رہ گئی تھیں جب مدینے میں آپ کو ہر طرح امن و امان کے ساتھ رہنے

کا یقین ہو گیا - تو اُنہیں بھی بُلوا لیا - جن کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تعالےٰ عَنہُ کے اہل و عیال بھی چلے آئے ۔

(۴) مسجدِ نبوی کی تعمیر

مدینے میں خُدا کے فضل سے آپ کو اپنے خالق کی عبادت اور لوگوں میں اپنے سچے دین کی اشاعت کرنے کی پوری آزادی تھی - کسی معاملے میں کوئی روکنے والا نہ تھا - مگر ان باتوں کے پورا کرنے کے لیئے کافی مکان نہ تھا - اِس لیئے جس طرح آپ نے مقامِ قبا میں سب سے پہلے مسجد بنوائی - اُسی طرح مدینے میں بھی آرام و اطمینان حاصل ہونے پر سب سے پہلے مسجد بنانے کا حکم دیا - اور وہی مقام جہاں آپ کی اُونٹنی آ کر بیٹھی تھی - اِس مطلب کے لیئے پسند کر کے اس کے مالکوں سے خرید لیا گیا - آپ مہاجرین اور انصار رضی اللّٰہُ عنہُم کے ساتھ مل کر مسجد بنانے میں مشغول ہو لئے - جس موقع پر اینٹیں بنائی گئی تھیں - وہ اب تک مدینہ مطہرہ میں موجود ہے - مسجد کی عمارت نہایت سادہ تھی - اُس کی دیواریں کچی تھیں - چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں کی - ستون کھجور کے تنوں کے - اِسی واسطے

یہ چھت نہ کافی طور پر دھوپ کو روک سکتی تھی۔ نہ بارش کو۔ گرمی کے وقت دُھوپ پڑتی اور بارش کے موقع پر تمام مسجد میں کیچڑ ہو جاتی۔ لیکن اے اِس کتاب کے پڑھنے والے عزیز طالب علمو! وہ دُنیا کے بادشاہ ہمارے ماں باپ اُن پر فدا ہوں۔ گرمی ہو یا سردی۔ بارش ہو یا آندھی۔ اپنے اصحاب کے ساتھ اس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے اور منبر کا کام ایک ستون سے لیتے۔ جس کے ساتھ تکیہ لگا کر آپ وعظ فرماتے۔

اس وقت آپ کے تابعدار مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت تھی۔ اور اُن میں بعض دولتمند بھی تھے۔ آپ چاہتے۔ تو اُن کی مدد سے عالیشان عمارت کی مسجد بنوا لیتے۔ مگر شاندار مکانوں سے صرف دُنیا ہی کی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ سو آپ کو اُس کی پرواہ نہ تھی۔ بلکہ آپ دِلوں کی صفائی اور عبادت کی خوبی کے خواہاں تھے۔ اسی واسطے آپ نے زیب و زینت اور آرائش کے سامانوں کا جو ذکرِ الٰہی سے غافل کرنے اور شیخی بگھارنے کا باعث ہیں۔ کبھی خیال نہیں فرمایا۔ ہاں سادہ اور بے تکلف مکانوں کو پسند کیا۔ جن سے فخر و غرور کی بیخ کنی ہو کر دل میں عاجزی و انکسار

اور خدا کے کمترین بندے بنے رہنے کے خیال پیدا ہوتے ہیں ۔ جو دینی ترقی کا موجب ہیں ۔یہی وجہ تھی ۔ کہ آپ نے مسجد کی طرح اپنے رہنے کے مکان کو بھی مکلف سامان کے ساتھ سجانے سے پرہیز کیا ۔ اور مسجد کے ساتھ ہی چند کچے حجرے بنوا لئے جن میں نہایت سادگی کے ساتھ آپ اپنے اہل و عیال سمیت رہتے تھے ۔

یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے ۔ کہ آپ تو ایسی سادی سی مسجد میں آنے کے واسطے ہر نماز کے وقت اذان کی منادی کے منتظر رہیں ۔ اور ہم لوگ مسجدوں میں زیب و زینت کے سامان اور اچھے سے اچھے فرش موجود ہونے کے باوجود کبھی نماز اور اذان کا خیال تک بھی دل میں نہ لائیں۔ اور اگر بعض کچھ خیال کریں بھی تو گھروں ہی میں نماز پڑھ لیں ۔ مسجد میں آکر نماز پڑھنے کو عار سمجھیں ۔ اور جماعت کے ساتھ ملنے کے واسطے طرح طرح کے حیلے اور بہانے کھڑے کریں ۔ ٹی پارٹی ۔ گارڈن پارٹی یا کسی اور لنے سے اونے جلسے یا دربار کا ٹکٹ آئے ۔ تو کشادہ دلی اور چاؤ کے ساتھ شریک ہوتے ہیں ۔کسی میلے تماشے یا کسی لکچر یا کشتی کا اشتہار ہو ۔ تو بڑی

مُسرّت اور خوشی کے ساتھ خوب بن ٹھن کر جاتے ہیں۔ لیکن نہیں جاتے تو کہاں ؟ مسجد میں۔ شامل نہیں ہوتے ۔ تو کس دربار میں ؟ دربار الٰہی میں۔ پرواہ نہیں کرتے تو کس منادی کی ؟ منادی الٰہی کی ۔ بے دِلی سے جاتے ہیں تو کہاں ؟ نماز کے لیئے مسجدمیں ۔ اے عزیز طالب علمو ! اور معزّز اُستادو ! اپنے دل میں سوچو اور انصاف سے کہو ۔ کہ ایسی سرکشی اور غرور ایسی عبادت اور طاعت سے ہم خدا کے بندے اور رسُول کے تابعدار اور اُس کی اُمت کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں ؟ کیا ہم ایسے کھوٹے داموں سے کسی قسم کا سَودا یا اسباب خرید سکتے ہیں ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ۔ تو تم اس طرح خدا تعالےٰ کی عبادت اور رسول عَلَیۡہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلَام کی تابعداری کرو۔ کہ ہر وقت تمہیں اس کا خیال رہے ۔ تاکہ آخرت میں امن والے مکان کے مستحق ہو ۔ اور خُدا کی رضامندی کے سائے میں جگہ پاؤ ٭

مسجد کا ایک گوشہ خاص اُن بزرگوں کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا ۔ جن کے دِل آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کے ایسے مشتاق تھے کہ وُہ دُنیا کے سب کام اور تعلق چھوڑ بیٹھے تھے ۔ اُن کے

پاک سمجھ والے دلوں نے سمجھ لیا تھا کہ اُس دُنیا میں آنے کا بڑا مطلب اور اصل مقصود آپ ہی کی مُبارک صحبت اور آپ ہی کا عزت دینے والا تعلق ہے۔ یہ بزرگ رات دن خدا کی عبادت میں مشغول رہتے۔ جو خدا کے حبیب صَلَّے اللهُ عَلَیهِ وَسلّم نے اُن کے واسطے تجویز کردی تھیں۔ ایسی صورت میں اُن کو ستر عورت اور قوتِ لایموت کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہ تھی۔ سوان کے لباس کا تو ضرورت کے موقع پر آپ انتظام فرما دیا کرتے۔ روزانہ خوراک کا یہ سامان کر رکھا تھا۔ کہ رات کے وقت آپ اُن کو اپنے سامنے بلاتے۔ بعض کو تو اپنے گھر سے کھانا عطا فرماتے۔ باقی کو ایک ایک دو دو کرکے صحابہ میں تقسیم کر دیتے۔ جو اُن کو کھانا کھلا دیا کرتے۔ انہیں بزرگوں کو اصحابِ صفّہ کہتے ہیں +

(۵) حضرت عائشہ رَضِیَ اللهُ عَنهَا کا آپ کے گھر میں آنا

اُردو کی تیسری کتاب میں بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللهُ عَنهَا کی وفات کے بعد آپ کا

نکاح مکے ہی میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا سے ہوا تھا۔ مگر وہ عمر میں چھوٹی تھیں۔ اِس لیئے اب تک اپنے باپ کے گھر میں ہی رہتی تھیں۔ جب مسجد کے ساتھ آپ کے رہنے کا مکان بن گیا۔ اور آپ ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے گھر سے اُٹھ کر یہاں آ رہے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا کو اُن کی والدہ آپ کے گھر میں پہنچا گئیں۔ اور وہ وہیں رہنے لگیں۔ آپ نے اپنے اِس نکاح کے ولیمے کی دعوت دودھ کے صرف ایک پیالے سے کی۔ اگر آپ چاہتے۔ تو اپنے سچے تابعداروں اور عقیدتمند پیروؤں سے قرض یا نذرانہ لے کر بڑی پُرتکلف دعوت کرتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ ایسے کاموں میں قرض دام کر کے یا مانگ تانگ کر خرچ کرنا محض بے سود اور رضائے الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ اگر اُس میں رضائے الٰہی کا کچھ بھی لگاؤ ہوتا۔ تو آپ ہرگز اُسے نہ چھوڑتے آپ کا اور آپ کے بالصیب صحابہ کا مال خدائے تعالےٰ کے حکم کے بموجب خرچ ہوتا تھا۔ اُن کے اور اپنے خرچوں کا مقابلہ کر کے اب تم خود نتیجہ نکال سکتے ہو۔ کہ اُن کا فائدہ کن کن

لوگوں کو پُہنچا اور اُس کا کیا اثر ہُوا اور تمہارے خرچوں کا فائدہ کن کن لوگوں کو پہنچتا ہے ؟ اور ان کا کیا اثر ہوتا ہے ؟ زیادہ تعجُّب تو اُن لوگوں پر ہے ۔ جو مقدور نہ ہوتے شادی وغیرہ کے موقعوں پر سراسر بے جا اخراجات کے واسطے سُود پر قرض لیتے ہیں ۔ اور بساط سے بڑھ کر تیاریاں کرتے ہیں ۔ اُنہیں جناب رسُول خدا صلّے اللہ علیہِ وَسلّمَ کے اس فعل پہ غور و فکر کرنا چاہیئے ۔ کہ آپ نے اپنے نکاح کے ولیمے کی اِس طرح کی دعوت سے جن کا ذکر ہو لیا ۔ نہ اپنی کسی قسم کی ہتک سمجھی ۔ نہ لوگوں کے طعن و تشنیع کا خیال کیا ۔ مگر یہ آپ کے زبانی تابعدار اُمّتی اپنے آپ کو اتنا دُور کھینچتے ہیں ۔ کہ اگر ایسا نہ کریں ۔ تو اُن کی شان میں بٹّا لگتا ہے ۔ لوگوں میں نک کٹی ہوتی ہے ۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ ! وہ اپنی شان کو گو دل سے تو نہیں ۔ پر عمل سے اُس دین و دنیا کے بادشاہ کی شان سے بھی بڑھا ہُوا خیال کرتے ہیں ۔ یہ امر آپ کی جناب میں بڑی بھاری گستاخی ہے ۔ کہ اپنے آپ کو ظاہر تو کریں آپ کا تابعدار ۔ اور عمل سراسر آپ کے خلاف ہو ۔ اور لطف یہ کہ باوجود ایسی

گستاخیوں کے آپ کی شفاعت کے بھی اُمیدوار ہیں ؎

این خیال است و محال است و جنوں

الٰہی! ہم مسلمانوں کو ایسی گمراہ کرنے والی باتوں سے بچا! اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پوری پوری تابعداری کی توفیق عطا فرما!

(۶) مہاجرین میں مرض کا پھیلنا

آپ کے تشریف لے جانے سے پہلے مدینے کی ہوا خراب تھی۔ عفونت کی وجہ سے تپ اور وبا پھیل جایا کرتی تھی۔ چنانچہ معمول کے مُوافق آپ کے قیام کے پہلے سال بھی بیماری نے اپنا زور دکھایا اور بہت سے مہاجرین اِس مصیبت میں گرفتار ہُوئے۔ بعض کی تو یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ وہ مرض کی شدت کے وقت بیہوشی میں مکّے کو یاد کرتے۔ اور اہلِ مکّہ کو جنھوں نے اُن کو وہاں سے نکالا تھا۔ سخت سُست کہتے۔ آپ نے اُن کی یہ حالت دیکھ کر جناب الٰہی میں دُعا کی۔ الٰہی! مکّے کی طرح مدینے کو بھی ہمارے لیئے محبوب بنا! یہاں کی آب و ہوا کو ہمارے مُوافق کر! ہمیں یہاں برکت دے اور بیماری کو یہاں

سے دُور فرما۔ یہ دُعا بالکل حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کی مانند ہے۔ جو اُنھوں نے مکۂ معظمہ کے بارے میں مانگی تھی۔ اور جس کا مضمون یہ ہے۔ "اے میرے خدا! اِس شہر کو امن کا مقام بنا! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا۔ اے میرے پروردگار! اُنھوں نے بہت سے لوگوں کو بہکایا۔ سو جو کوئی میری راہ چلا۔ وہ میرا ہے۔ اور جس نے میرا کہنا نہ مانا۔ میرا نہیں۔ تُو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اے میرے رب! مَیں نے اپنی اَولاد ایسے میدان میں بسائی ہے۔ جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ اور تیرے مقدس گھر کے پاس ہے۔ اے میرے رب! یہ اس لیئے کہ نماز کو قائم رکھیں۔ سو تُو لوگوں کے دِل اس طرف جھکا! اَور اُنھیں میووں سے روزی دے۔ تاکہ تیرا شکر کریں"

جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دُعا خُدا تعالےٰ نے قبول فرمائی تھی۔ اُسی طرح حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دُعا بھی قبول ہوئی اور جیسا آپ نے مانگا۔ خدائے پاک نے عطا کیا۔ چنانچہ پھر کبھی مدینے میں وہ بیماری نہیں پھیلی۔

اے اپنے مقبول بندوں حضرت ابراہیمؑ اَور حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے رب!

ہمیں اور ہماری موجودہ پود اور آئندہ نسلوں کو امن سے رکھ! بتوں کی پرستش سے بچا! اپنی عبادت اور اطاعت کی طرف جھکا۔ حلال روزی عطا فرما! اِن دونو مقبول بندوں کی راہ پر چلا۔ اور اُن آفتوں سے محفوظ فرما! جو اس زمانے میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں +

(۷) اذان کی ابتدا

مدینے میں مسلمانوں کی کثرت اور آزادانہ معاشرت کی وجہ سے نماز کے وقتوں میں بہت ہجوم ہونے لگا۔ مگر چونکہ اس وقت تک کوئی ایسا طریق مقرر نہیں ہوا تھا۔ جس سے سب کو نماز کی جماعت کے وقت سے اطلاع ہو جائے۔ اور سب ایک ہی وقت پر حاضر ہو کر شریک جماعت ہوں۔ اِس واسطے مسلمانوں کو بڑی دِقت پیش آتی تھی۔ جس کے دُور کرنے کی تجویزیں ہونے لگیں۔ کسی نے نماز کے وقت سنکھ بجا کر اطلاع دینے کی صلاح دی۔ کسی نے بلند جگہ پر آگ جلانے کی تجویز پیش کی۔ مگر باخدا مسلمانوں کو اِن میں سے کوئی بھی پسند نہ آئی۔ آخر کار خداوند تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے رسول اکرم صلے اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور چند صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کو خواب میں یہ چند کلمات سکھا دِلئے - جو اب اذان میں پڑھے جاتے ہیں - چُنانچہ ہر نماز کے واسطے اُن کا پڑھا جانا شروع ہو گیا اور سب سے پہلے مسجدِ نبویؐ میں حضرت بلال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مُؤَذّن مقرر ہُوئے ٭

اس واقعہ میں یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے - کہ عبادت کے واسطے بُلانے کے لئے گھنٹے یا سنکھ بجانے اور آگ جلانے کی تجویزوں سے بھی یہ مطلب پُورا ہو سکتا ہے - جیسا کہ بعض مذہبوں میں ایسے ہی طریقے مقرر ہیں - مگر جو تجویز خدائے تعالٰے نے مسلمانوں کو سمجھائی - وُہ اِن سب سے بڑھ کر ہے - کیونکہ اِس سے صرف اَوقاتِ نماز کی اطلاع ہی نہیں ہوتی - بلکہ اس میں ایسے الفاظ پڑھے جاتے ہیں - جن سے خداوندِ پاک کی عظمت و شوکت - بزرگی و کبریائی - وحدت و یکتائی اور رسول اکرم صلّے اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی بڑے زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے - اور بلاشبہ اُن کا مُنہ سے نکالنا اور سُننا بھی بجائے خود اعلٰے درجے کی عبادت ہے ٭

(۸) سلمان فارسی رضی اللہ عنہُ کا اسلام لانا

حضرت سلمان رضی اللہُ عنہُ فارس کے باشندے اور ایسی قوم میں سے تھے۔ جو ابلق گھوڑوں کی پرستش کیا کرتی تھی۔ یہ اپنے وطن میں ہی تھے۔ کہ اِن کی ایک راہب کے ساتھ محبت ہو گئی۔ اور یہ اُس کے عقائد کو بھی اچھا سمجھنے لگے۔ اِس واسطے علی العموم اُس کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ اُن کا یہ حال معلوم کر کے اُن کی قوم نے راہب کو اپنے گاؤں سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ بیت المقدس کو چلا گیا۔ سلمان رضی اللہُ عنہُ کو اُس کے ساتھ اتنی محبت تھی۔ کہ وہ بھی گھر بار چھوڑ کر اُس کے ساتھ ہو لئے۔ اتفاقاً رستے میں ایک موقعہ پر بھول کر اُس سے الگ ہو گئے۔ اور مدینے کے عیسائیوں نے جو شام گئے ہوئے تھے۔ اُن کو دھوکے سے اپنے ساتھ مدینے لا کر غلام بنا لیا۔ یہاں اُنہوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہُ علیہ وسلم کی نسبت سُنا۔ کہ آپ نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے۔ اِس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا کلام سن کر فی الفور اسلام قبول کر لیا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ

مجھے راہب نے نبی آخرالزمان کے مبعوث ہونے کی اِطلاع دی تھی - اور آپ کی پہچان کی علامتیں بھی بتائی تھیں - چونکہ وہ سب آپ میں موجود تھیں - میں فی الفور اُنہیں دیکھ کر ایمان لے آیا ٭ حضرت رسول خُدا صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم نے اُنہیں اُن کے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا ٭ یہ اصحابِ صُفّہ میں سے تھے - اور بڑے جلیل القدر صحابیوں میں سے گنے جاتے ہیں - جن حدیثوں میں ان کے مناقب کا ذکر ہے - اُن میں سے ایک کا یہ مضمون ہے - سلمان رَضِیَ اللہُ عَنہُ اُن لوگوں میں سے ہیں - جن کی جنّت مشتاق ہے ٭

(۹) عقدِ مواخات

یا ہمّت مہاجرین رَضِیَ اللہُ عَنھُم نے اپنے وطن اور شہر کو ایسے طریق سے نہیں چھوڑا تھا - کہ اپنا مال و اسباب ساتھ لا سکتے - یا بعد میں وہاں سے منگا سکتے - بلکہ وہ تو اہل مکّہ کے ظلموں سے مجبور ہو کر بے سرو سامان نکل آئے تھے - اِس واسطے اُن میں سے اکثروں کے پاس نہ رہنے کو مکان تھا - اور نہ ظاہری جمعیت کا کوئی سامان لیکن انصار رَضِیَ اللہُ عَنھُم صاحب وطن صاحب جائداد

اور ہر طرح سے فارغ البال اور آسودہ و خوشحال تھے - ایسی حالت میں آپ نے ارشادِ الٰہی کے مطابق ان دو مقبول جماعتوں میں عقد مؤاخات (بھائی چارہ) کا رابطہ مقرر کر دیا - جس کی وجہ سے انصار و مہاجرین (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ) ایک دوسرے کے دلی قرار پائے - اِن بزرگوں نے جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے - وہ اِن ہی کا حصہ تھا - دِل کے کھرے عالی ہمتوں کا حصّہ تھا - ان میں سے ایک جوانمرد نے مروت و احسان کا ایسا نمونہ دکھایا جس کی مثال تمام مذاہب میں سے کسی میں بھی نہیں - یعنی اُس نے اپنی ساری املاک کا نصفا نصف کر کے آدھا اپنے پاس رکھ لیا اور آدھا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا ؛

دین کے واسطے جس قدر تکلیفیں مہاجرین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ نے اُٹھائی ہیں - اُن میں سے کس کس کا بیان کیا جائے - یہ اُن ہی کے جگر تھے کہ ماریں کھائیں قتل کئے گئے - جائدادوں سے محروم رہے - بھائی بندوں سے بچھڑے - اور آخرکار وطن سے بے وطن ہوئے - مگر جس پاک دین کو قبول کیا تھا اس سے مُنہ نہ موڑا اور جس سچے نبی کی اطاعت

کا جُوا اُٹھایا - اُس سے ذرا چیں بجبیں نہ ہُوئے۔
اَور نہ اُٹھانے قابل تکلیفوں سے کبھی نہ گھبرائے۔
بلکہ اپنے مالوں اور جانوں کو خوشی سے دین پر قربان
کر دیا - اِدھر انصار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کی عالی ہمتی
مروّت اور جوش عقیدت - سبحان اللہ ! کِس درجے پر
تھا - کہ جب اُنہوں نے نبوّت کی تصدیق کر لی
تو پھر دین کی اطاعت اَور اُس کی امداد میں وُہ
اِستقامت دِکھائی - کِہ نہ تو اس بات کی پروا کہ
قریش جو سارے عرب میں پیروں کی طرح مانے
اور کل قبیلوں کے پیشوا سمجھے جاتے ہیں - اِن
کے دشمن ہو جائینگے - اور نہ اِس امر کا خوف
کیا - کہ جب قریش حملہ کرینگے - تو اُن کی اِمداد
کو سارا عرب اُٹھ کھڑا ہوگا - اَور نہ اپنے مال و
منال اور جانوں تک سے دریغ کیا - یعنی خدا و رسُول
کی رضامندی میں سب کچھ قربان کر دیا - یہ حالات
پڑھ کر ہم بے اختیار کہ اُٹھتے ہیں - کہ اللہ کی
ہزار رحمت ہو انصار اور مہاجرین پر اور ان کو ان کی
اِن خالص کوششوں کا وہ اجر عطا ہو - جو اس
رحیم مالک نے اپنے ویسے مخلص تابعداروں کے
واسطے تجویز کر رکھا ہے - لیکن ان بزرگوں کے
مقابلے میں جب ہم اپنے حالات کو دیکھتے ہیں

تو ہمارے اسلام اور اُن کے اسلام میں رات دن اور زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور مارے شرم کے یہ جرأت نہیں ہوتی۔ کہ ہم بھی اپنے میں اسلام کے ہونے کا دعوے کرسکیں وہاں تو انصار رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم نے اپنی جائدادوں میں اپنے مہاجر بھائیوں رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم کو شریک کر لیا۔ یہاں ہم سگے بھائی جائداد کی تقسیم کے وقت ذرا سی کمی بیشی پر آپس میں مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر افسوس ناک حالت یہ ہے۔ کہ اپنے خاندان کے یتیموں اور قوم کے لاوارث مسکین و یتیم بچوں کی عبرت ناک حالت پر رحم نہیں آتا۔ اور ان کی امداد نہیں کرتے اور یہ ہو تو کیونکر؟ جنہیں اپنے بچوں ہی کی تعلیم و تربیت کا فکر نہیں۔ اُنہیں اوروں سے کیا غرض؟ اور جن کو اِس ضروری امر کی طرف توجہ ہوتی بھی ہے۔ اُن کی حالت اُن سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ البتہ اُنہیں ایسے مدرسوں میں سونپ دیتے ہیں۔ جہاں رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی ہتک و بے حرمتی کی جاتی ہے۔ اور بعض اللہ کے بندے اس پر بھی کفایت

نہیں کرتے - بلکہ ٹکوں کے لالچ سے اپنے گھروں میں دین کی مخالفت کرنے والی عورتوں کو بلاتے اور ان سے اسلام کی شان میں نہایت گستاخی کے کلمے خود بھی سنتے ہیں - اور محلے کی عورتوں اور لڑکیوں کو بھی سنواتے ہیں - جتنے برے کام ہیں - اور جن سے اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ روکا ہے وہ ہماری گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں - اپنے منہ سے اپنی ہی نابکاریوں کا حال کہاں تک کہے جائیں - خدا ہی راہ راست پر چلنے کی توفیق دیگا - تو بد اعمالیوں سے نجات ہوگی - اس لیے بہتر ہے - کہ اس کی جناب میں دعا کریں کہ الٰہی! ہم مسلمانوں کو موجودہ پستی اور نابکاری سے نکال ہمارے دلوں میں دین کی وہی محبت وہی سرگرمی ڈال - جو تو نے ہمارے بزرگ و عالی ہمت انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم میں پیدا کی تھی +

(۱۰) نماز حضر میں بیشی

پہلے سفر و حضر دونو میں شام کی تو تین رکعتیں تھیں اور باقی چاروں نمازوں میں دو دو رکعتیں لیکن اس کے بعد یہ نماز صرف سفر کے ساتھ مخصوص ہو گئی - اور حضر کے واسطے صبح و شام

کی رکعتیں تو وہی ہیں - جو سفر کے واسطے ہیں۔ باقی نمازوں میں دو دو رکعتیں بڑھ گئیں۔ یعنی دو دو کی بجائے چار چار ہو گئیں ۔

دُوسرا سال ہجری

(۱) تحوِیلِ قِبلہ

بیت المقدس ملک شام میں ایک متبرک مقام ہے - اگلے انبیا عَلَیہِمُ السَّلَام کی طرح سے آپ بھی اُسی کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ اس سال خداوند پاک کی جناب سے آپ کو حکم ہُوا کہ آئندہ بیت اللہ یعنی کعبے کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھا کریں۔ جب یہ حکم پہنچا ہے - تو آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے - چنانچہ اسی حالت میں آپ اور آپ کے ساتھیوں نے اپنا مُنہ کعبے کی طرف پھیر لیا نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللہُ عَنہُم کو وُہ آیت بھی سُنا دی۔ جس میں خانہ کعبہ کی طرف مُنہ پھیرنے کا حکم صادر ہُوا تھا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے واسطے کعبہ مُسلمانوں کا قِبلہ

مقرر ہوگیا ۔

عزیز طالب علمو! اِس واقعہ کو پڑھ کر غور کرو۔ اور دیکھو ۔ آپ اپنے مالک کے کیسے فرمانبردار اور مطیع تھے ۔ کہ حکم پہنچتے ہی فوراً اس کی تعمیل کی۔ پھر اصحاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کی سچی عقیدت اور ارادت ملاحظہ کرو ۔ کہ اُنہوں نے بھی آپ کی پیروی کرنے میں ذرا تامل نہیں کیا ۔ آپ کے ساتھ ہی بیت المقدس کی جانب سے مُنہ پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف کرلیا ۔ یہ بات ہے کمال ایمان کی ۔ اور آپ کو اللہ کا سچا رسُول اور قرآن کو سچی کتاب سمجھنے کی ۔ ورنہ خیال کرو ۔ کہ بیت المقدس مدینے سے شمال کو ہے ۔ اور مکہ جنوب کو ۔ تو اس صورت میں آپ اور آپ کے ساتھیوں نے شمال کی جانب سے مُنہ پھیر کر جنوب کی طرف کر لیا تھا ۔ یعنی جدھر پیٹھ تھی ۔ اُدھر پھر کر مُنہ کر لیا تھا ۔ اور یہ دین کے مقابلے میں ایک بڑی تبدیلی تھی ۔ دشمنوں کی طرف سے طعن و اعتراض ہونے کا بڑا موقع تھا مگر اُن سچے ایمانداروں اور آپ کے وفادار تابعداروں نے اپنے رحیم و کریم مالک کی اطاعت میں کسی کی بدگوئی کی کچھ بھی پرواہ نہ کی ۔ کیونکہ اُن کو پورا پُورا یقین تھا ۔ کہ ان کی بدگوئی سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں۔

لیکن اگر اللہ اور اُس کے رسُول کی اطاعت میں سُستی یا اُس سے انکار کرینگے۔ تو نہ دین کے رہینگے۔ نہ دنیا کے۔ مرنے کے بعد آخر خدا کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے۔ اُس کے احکام کی تعمیل میں سُستی یا اِنکار کر کے اُس کے سامنے جائینگے۔ تو کیا مُنہ لے کر جائینگے۔ پس اے عزیزو! تم بھی خدا اور اُس کے رسُول کی تابعداری میں ایسی دلیری اور جوانمردی سے کام لو۔ کہ تمھیں اُس کے حکموں کی تعمیل میں کسی کی ملامت یا مخالفت کی پرواہ نہ ہو۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو جس طرح خدائے تعالےٰ نے اِن بزرگوں کی امداد کی تھی۔ اُسی طرح تمہاری بھی مدد فرمائیگا۔ اور تمھیں دُنیا اور آخرت میں کامیاب اور سُرخرو کریگا۔

یہ بھی یاد رکھو۔ کہ اِس وقت تک مسجد نبویؐ اور مسجد قُبا دونو میں بیت المقدس کی طرف رقبلہ بنا ہُوا تھا۔ اس حکم کے بعد اُن میں بھی قبلے کی سمت بدل دی گئی۔ اس وقت کی تعمیر میں بھی آپ نے صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنہُم کے ساتھ مِل کر کام کیا۔

۲۔ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہا کا نکاح

حضرت فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ عَنہَا کی عمر اِس وقت تیرہ برس یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ اِس لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنہُما نے آپ کی خدمت میں الگ الگ حاضر ہوکر اُن کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کی اور جواب کے منتظر رہے۔ مگر آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہُہٗ کی اب تک کہیں شادی نہیں ہُوئی تھی۔ اِس لئے اُن کے دوست آشناؤں نے اُنہیں کہا۔ کہ آپ بھی رسُول خدا صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں جائیں۔ اور حضرت فاطِمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کریں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ مجھے آپ کی جناب میں ایسا عرض کرنے سے شرم آتی ہے۔ لوگوں نے سمجھایا۔ کہ شرم نہ کرو۔ تم سے زیادہ آپ کا کون قریبی ہے۔ اِس پر حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ خدمت نبویؐ میں حاضر ہُوئے۔ آپ نے پُوچھا۔ کس غرض سے آئے ہو۔ اُنہوں نے اپنا مطلب ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا مَرحَباً وَاَھلاً اتنے میں وحی آئی۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنہُ

فرماتے ہیں کہ میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا - جب وحی آچکی - تو آپ نے فرمایا - اے انس ! مجھے خداوند پاک نے حکم دیا ہے - کہ فاطمہ اور علی رَضِیَ اللہ عَنہُمَا کا نکاح کردوں - جاؤ مہاجرین و انصار رَضِیَ اللہُ عَنہُم کو بُلا لاؤ - سب لوگ جمع ہو گئے - تو آپ نے خطبہ پڑھا - جس میں خدا کی حمد و ثنا کے ساتھ نکاح کے فائدوں کا ذکر تھا - پھر حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا کا نکاح حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ سے باندھ دیا - اور چاندی کے چار سو مثقال جو ڈیڑھ سو روپے کے قریب ہوتے ہیں - حق مہر مقرر فرمایا - پھر کھجوروں کا ایک طبق حاضرین میں تقسیم کرایا - اِسی سے نکاح کے بعد چھواروں کا تقسیم کرنا علما نے مستحب قرار دیا ہے ؞

نکاح کے بعد آپ گھر میں آئے اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا سے فرمایا - پانی لاؤ - وہ ایک طشت میں پانی بھر لائیں - آپ نے اُس میں اپنی کُلی ڈالی اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا کے سر - سینے اور پیٹھ پر چھڑک دیا اور خدا سے پاک سے دُعا مانگی - کہ الٰہی ! میں تجھ سے فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا اور اس کی اولاد کے لئے شیطان مردود سے

پناہ مانگتا ہوں - اس کے بعد آپ نے پھر فرمایا۔
پانی لاؤ - حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہٗ فرماتے ہیں
کہ مَیں نے سمجھا یہ حکم میرے لِئے ہے - اِس
لِئے میں فوراً طشت میں پانی بھر کر آپ کے پاس
لے گیا - آپ نے مجھ پر بھی ایسا ہی عمل کیا اور
میرے لئے خداوند جل شانہ سے یہ دُعا مانگی۔ خدائے
تعالٰے تم دونو کو محبت اور اتحاد سے رکھے
اور تمہارا بخت بلند کرے اور تم پر اپنی برکتیں
نازل فرمائے - اور تم سے نیک اور پاک رُوحیں
پیدا کرے ۔

آپ کی صاحبزادی کی منگنی اور نِکاح جس
سادے اور بے تکلف طریق سے ہوا - اُس کا
مُقابلہ جب اِس زمانے کے اکثر لڑکوں اور لڑکیوں
کی منگنی اور نِکاح اور نکاح کے حالات کے ساتھ
کرتے ہیں - تو معلوم ہوتا ہے - کہ آپ کے طریق
عمل سے ہم کوسوں دُور جا پڑے ہیں - اِس کام
میں اگر آپ کی کچھ تابعداری ہے - تو صِرف ایجاب
و قبول میں - ورنہ باقی منگنی ہونے سے نکاح کے
بھی کچھ عرصہ بعد تک جو رسمیں ہوتی ہیں - سراسر
آپ کے عمل کے خلاف ہیں - دولھا کے سِر پر سِہرا
اور ہاتھوں مین کنگھنا باندھنا - ہاتھ پاؤں میں

مہندی لگانی۔ سرخ رنگ کے کپڑے پہنانے۔ جن بھوت کے اندیشے سے کمر میں لوہے کے کسی ہتھیار کو باندھنا۔ اور ایسی ایسی اور ہزاروں باتیں ہیں۔ جو شریعت کی رو سے بالکل ناجائز ہیں اور آپ کے عمل کے خلاف۔ ان کے سوا اخراجات پر نظر کرو۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے جس قدر مال ہم کو عطا فرمایا ہے۔ وہ گویا شادیوں ہی پر لٹا دینے کو دیا ہے۔ اس کے سوا اس کا کوئی اور مصرف مقرر نہیں کیا۔ پھر ان مصارف کو دیکھو۔ تو وہ بھی عقل اور مذہب دونوں کے برخلاف۔ بلکہ قیامت کے دن عذاب کا باعث ہیں۔ جیسے رنڈیوں کا ناچ۔ بھانڈوں اور نقالوں کا تماشا۔ عورتوں کا فحش گالیاں دینا۔ آتش بازی چھڑانا۔ برادری اور دوستوں کی فضول بھاجیاں۔ ان کے سوا بھی کوئی بات آپ کی تابعداری کی نہیں۔ بلکہ ساری کی ساری مخالفت کی ہیں۔ اسی واسطے دنیا میں تو ان کا یہ نتیجہ ملتا ہے۔ کہ گھر بار مال املاک ان ہی ناجائز اخراجات کی نذر ہو کر اس قدر قرض چڑھ جاتا ہے۔ کہ اولاد اسے ورثے میں تقسیم کرتی ہے۔ آخرت میں نہیں معلوم ان حکموں

کے نہ ماننے کی کیا سزا ملیگی - اللہ اپنا ہی رحم کرے تو مخلصی ہو - ورنہ ہمارے عمل تو ایسے نہیں. جن کی وجہ سے نجات کا حق پیدا ہو +

کتنے افسوس کی بات ہے - کہ آپ کی اُمّت ہونے کے دعویدار آپ کے طریق عمل کی مخالفت کرکے اتنا نقصان تو سردست اُٹھاتے ہیں - اور پھر بھی اِن کرتوتوں سے باز نہیں آتے - اگر وہ آپ کی متابعت کرتے اور آپ کے طریقے پر چلتے - تو کبھی اِن مصیبتوں میں گرفتار نہ ہوتے - جن میں اب آپ کے طریقے پر نہ چلنے کی صورت میں ہو رہے ہیں +

عزیز طالب علمو ! تمہاری بھی شادیاں ہونگی - اُس موقع پر جہاں تک بن سکے - اپنے رحیم و کریم رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے طریق پر چلنا اور اسراف و لواہی سے بچنا اور اُسی طرح آگے اپنے بال بچوں کے نکاح وغیرہ کے وقت بھی ان امور کا پُورا خیال رکھنا - اس سے تم دنیا اور آخرت کی مصیبتوں سے انشاء اللہ تعالےٰ محفوظ رہوگے +

(۲۳) روزۂ رمضان اور زکوٰۃ کا فرض ہونا

خداوند تعالےٰ نے جب دُنیا کی حالت بہت خراب پاکر اپنے پاک حبیب صلّے اللہ علیہ وسلّم کو اُس کی اصلاح کے واسطے مقرر فرمایا۔ تو ایک دفعہ ہی سارے حکم نہیں دے دئے۔ تاکہ اُس کے ضعیف بندے سب کے ادا کرنے سے عاجز نہ ہو جائیں۔ بلکہ آہستہ آہستہ باری باری سے حکم نازل فرمائے۔ تاکہ جب ایک حکم بجا لانے سے اُن کے دِل قوی ہو جائیں۔ تو دوسرے حکم کی برداشت کر سکیں۔ اِسی واسطے سب سے پہلے نماز کا حکم دیا۔ جو تمام روحانی بیماریوں کے واسطے نہایت سہل اور بڑی مؤثر دوا ہے۔ پھر جب اِس حکم کی تعمیل سرگرمی سے ہونے لگی۔ طبیعتوں میں خدا کے حکموں پر چلنے کی آرزو اور شوق۔ دلوں میں صفائی اور ایمانی قوت کا اثر ہوگیا۔ تو باقی کے حکم بھی صادر فرمائے۔ چنانچہ اس سال رمضان کے روزے رکھنے اور صدقۂ فطر دینے عیدین کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

(۴) حکمِ جہاد

وہ پیشوائے اسلام عَلَیہِ التّحیّۃُ وَالسّلام تو مدینے میں آکر مکّے والوں کے بہت سے مکروں اور شرارتوں سے بے فکر ہو گئے۔ لیکن جو مفلس اور ضعیف مسلمان مکّے میں رہ گئے تھے۔ وُہ اُن ظالموں کے پنجے میں بدستور گرفتار تھے۔ اُن میں نہ وطن چھوڑ کر اتنے دُور دراز سفر کرنے اور آپ کی خدمت میں پہنچنے کی طاقت تھی۔ اور نہ ان چند روزہ تکلیفوں کے باعث سچّے دین اور سچّے رسول صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم کی اطاعت سے مُنہ موڑنے کا ارادہ اور نیّت۔ اور نہ اِن سنگدلوں کی سختیوں کے روکنے کی قوّت۔ اِس واسطے وہ ہمّت والے جوانمرد صبر و تحمّل سے وہیں پڑے مصیبتیں سہتے اور دُعائیں مانگتے تھے۔ کہ اے ہمارے مالک! تو ہم کو اِن کی سختی سے نجات دے۔ اور بعض ایسے لوگوں کو جو نہایت تنگ اور لاچار ہو کر مدینے میں آپ کے پاس چلے آتے تھے۔ مکّے کے ظالم باشندے ستانے اور تکلیف دینے کی غرض سے حیلے بہانے کر کے مکّے میں واپس لے آتے تھے۔ چنانچہ عباس ابن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کو

ابوجہل اور ایک اور آدمی مدینے میں جاکر اس عجیب فریب سے واپس لے آئے۔ کہ تیری ماں تیری جُدائی میں سخت بے قرار ہے۔ اور اُس نے قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک تجھے نہ دیکھیگی۔ سر میں کنگھی نہ کریگی۔ مگر یہاں پہنچ کر اُسے ایسی اذیتیں پہنچائیں۔ جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں؛

ایسا ہی جب لاچار ہو کر صُہیب رضی اللہ عنہُ نے چاہا۔ کہ اپنا مال و اسباب لے کر مکّے سے مدینے چلے جائیں۔ تو اہلِ مکہ نے اُن کو مال و اسباب ساتھ نہیں لے جانے دیا۔ بلکہ زبردستی چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا؛

جو مسلمان مکّے میں رہ گئے تھے۔ وہ تو مکّے کے ظالم باشندوں کے قابو میں ہی تھے۔ اس لئے وہ آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے۔ طرح طرح کی تکلیفیں سہتے اور سخت مصیبتوں میں رہتے تھے۔ مگر مدینے کے مسلمان اُن سے دُور تھے۔ اِس لئے اُن کو مکّے کے غریب مسلمانوں کی طرح نہیں ستا سکتے تھے۔ لیکن اُن کا وہاں امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور اسلام کا روز بروز رونق و ترقی پر ہونا۔ مکّے والوں

کے حسد کی آگ کو بھڑکاتا تھا۔ اور اُنہیں اتنی دُور سے بھی اِسلام کی روشنی سخت ناگوار گزرتی تھی۔ اِسی واسطے وہ ہمیشہ ایسے ہی منصوبوں میں لگے رہتے تھے۔ جن سے مدینے والے نہ تو امن چین سے رہ سکیں۔ نہ اِسلام کو پھیلا سکیں۔ جب اِس خیال کو پُورا کرنے کے لیئے اُن کا کوئی اور منصوبہ کارگر نہ ہوُا۔ تو اُنہوں نے مقابلہ کرنے کی تیاریاں شرُوع کر دیں۔ تاکہ لڑائی کر کے مسلمانوں کو دُنیا پر سے نیست و نابود کر دیں+

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ مسلمانوں نے وطن چھوڑا۔ مال و اسباب چھوڑا۔ خویش و اقارب چھوڑے۔ مگر پھر بھی مکّے والوں کی سنگدلی و بیرحمی کم نہ ہوئی اور اُنہوں نے بیگانے شہر میں بھی مسلمانوں کو بے اندازہ اذیت پہنچانی چاہی۔ چنانچہ دھمکانے۔ ڈرانے اور رنج پہنچانے کی غرض سے اپنے حملے کی خبروں کو مدینے میں پہنچایا۔ جس سے مسلمانوں کو سخت تشویش ہوئی۔ اور یہ ایک طبعی بات ہے۔ کہ انسان دوسرے انسان کے جبر و سختی کو ایک حد تک سہار سکتا ہے۔ لیکن جب معاملہ حد سے گزر جائے۔ تو کبھی

تکلیف کی برداشت ہرگز نہیں ہوسکتی - بلکہ ایسی ناجائز اور ظالمانہ سختیوں کے برداشت کرنے کی بجا لڑائی میں مار یا مر کر جان چھڑانے کو سہل سمجھا جاتا ہے - اِسی واسطے جب مسلمانوں نے سُنا کہ مکّے والے اُن پر حملہ کرکے اُن کی بیخ کنی کیا چاہتے ہیں - تو اُن کے دلوں میں بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی - لیکن یہاں اُس بادشاہوں کے بادشاہ کے حکم بغیر کسی کی کیا مجال تھی - کہ دم بھی مار سکے اِس لئے اُن کی خواہش پُوری نہ ہوئی - اور آپ نے اُن کو صبر کرنے اور حکم الٰہی پر راضی رہنے کی ہدایت فرمائی - آخر کار جب نوبت یہاں تک آن پہنچی - کہ مکّے والوں کے حملہ کرنے میں کچھ شک نہ رہا اور وہ ہر طرح سے مقابلہ کرنے کے واسطے تیار ہوگئے - تو خداوند پاک نے مظلوم مسلمانوں کو بھی بیرحم مکّے والوں کے ساتھ مقابلے کا اذن دیا - چنانچہ اِس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :- اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُہ ِالَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللہُ - **ترجمہ** :- اُن لوگوں کو لڑنے کی

اجازت دی گئی ہے۔ جن پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ اُن کی نصرت پر قادر ہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جن کو بغیر کسی حق کے گھروں سے صرف اسی بات پر نکال دیا گیا ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔" یعنی مسلمانوں کو جن پر اہل مکّہ نے ظلم و ستم کیا۔ اور اُنہیں اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اِس حکم کے بعد مکّے والوں کی شرارت اور اُن کے حملوں کے روکنے کے واسطے مسلمانوں نے بھی ہتھیار اُٹھائے اور اپنے دشمنوں کے مقابلے میں لڑائیاں کیں۔ جن کا ذکر آگے اپنے اپنے موقع پر کیا جائیگا۔

آج کل کی تہذیب و روشنی کے زمانے میں بھی یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر ایک سلطنت اپنے ملک میں کسی دوسری سلطنت کی ایسی رعایا کو جو وہاں رہتی سہتی اور کاروبار کرتی ہو۔ کچھ تکلیف دے یا اُس کے کاروبار میں ناجائز دست اندازی کرے۔ تو وہ سلطنت اُس ملک کے بادشاہ سے اپنی مظلوم رعایا کی نسبت ضرور باز پرس کرتی ہے۔ اور اگر وہ بادشاہ اِس باز پرس کی کچھ پروا نہ کرے۔ تو فوراً لڑائی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور یہ اپنے نفس

اور اپنی قوم کی حفاظت کا مادہ قدرتی ہے۔ جو انسان کے علاوہ تمام حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ روزمرہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب کوئی حیوان دوسرے حیوان کو کچھ تکلیف یا رنج پہنچاتا ہے۔ تو وہ خواہ کتنا ہی کمزور اور مقابلے کے ناقابل ہو۔ پھر بھی اُس ظالم اور موذی کے مقابلہ کو تیار ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ جس قدر ظلم و ستم اہل مکہ نے کئے۔ یہ مسلمانوں ہی کا حوصلہ تھا۔ کہ اتنے عرصے تک تحمل و برداشت کرتے رہے۔ اور مقابلے کو نہ نکلے لیکن جب سے مکے والوں نے اس درجے کی ایذا پہنچانے پر کمر باندھی کہ جو مسلمان اپنے وطنوں کو چھوڑ کر مدینے میں چلے آئے تھے۔ اُن کو وہاں بھی امن و اماں سے نہ رہنے دیں۔ اور جہاں تک بن پڑے۔ دنیا کے پردے سے اُن کا نام و نشان تک مٹا دینے میں کوشش کریں۔ تو ایسی مجبوری کی حالت میں مسلمانوں کو ضروری تھا۔ کہ وہ بھی اپنے بچاؤ کی تدبیریں کریں ٭

جیسا کہ دستور ہے جب دو بادشاہ یا دو گروہوں میں دشمنی ہوتی ہے۔ تو ہر ایک دوسرے کے حال معلوم کرلنے کا انتظام اور تمام کاموں سے

پہلے کرتا ہے - اسی طرح اس موقع پر مسلمانوں کو بھی یہی کرنا واجب تھا۔ کہ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے معلوم کریں - کہ دشمن کا کیا ارادہ ہے؟ سازو سامان کس قدر تیار کیا ہے لشکر کی تعداد کتنی ہے ؟ کون کون لوگ لشکر میں شامل ہیں ؟ اگر یقین ہو جائے - کہ وہ حملے کے لئے تیار ہے۔ تو یہ بھی اپنے تئیں ان کے شر سے بچانے کے واسطے ہتھیار اُٹھائیں - اور اُن کا مقابلہ کریں - چُنانچہ اسی واسطے جناب سرور کائنات صلّی اللہُ علیہِ وسلّم نے جب یہ خبر سُنی کہ مکّے والے مدینے پر حملہ کرنے کو تیار ہیں - تو کچھ آدمی آپ نے اس کی خبر کی تصدیق کرنے کو مقرّر کئے - اور مدینے والوں اور اس کے نواح کے باشندوں سے معاہدہ کرنے کا بندوبست کیا - تاکہ وقت پر وہ بھی دشمنوں کے ساتھ مل کر مخالف نہ بن جائیں +

اس سے پہلے کہ ان واقعات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے - یہ بتا دینا ضرور ہے - کہ ذیل کے جن انتظامی اور منصبی امور کے سرانجام کرنے میں جناب رسُول خدا صلّی اللہُ علیہِ وسلّم خود شریک ہوتے اُن کا نام مسلمانوں کی اصطلاح میں غزوہ ہے - اور جن میں آپ بذاتِ خود شریک نہیں ہوئے

بلکہ کسی صحابی یا چند اصحاب کی معرفت ایسا کام سر انجام کرایا ہے۔ اُسے **سریّہ** کہا جاتا ہے۔ وُہ منصبی اور انتظامی امور یہ ہیں:-

دوستانہ طور پر کسی قوم یا قبیلے کے ساتھ معاہدہ کرنا لوگوں کو اِسلام کی خوبیاں جتانے اور اس نجات دینے والے سچّے مذہب کی دعوت کرنا۔ غیر ملکوں میں سفیر بھیج کر اسلام کی دعوت یا دوستانہ معاہدہ کرنے کی تحریک کرنا۔ تجارت کے واسطے کوئی قافلہ بھیجنا۔ حج کے واسطے قافلے کا جانا۔ لٹیروں کے گروہ کو تتر بتر کرنے اور سزا دینے کا بندوبست کرنا۔ دشمن کی فوج کی حالت کو تاڑتے رہنا۔ دشمن کے حال کو معلوم کرنے کو مخبر اور دشمن کے مقابلے میں لڑنے کو فوج بھیجنا +

(۵و۶) سریّۂ سیف البحر و سریّۂ رابغ

مکّے والے مدینے سے شمال مغرب کو ملک شام میں جاکر تجارت کیا کرتے تھے۔ اور ان کا راستہ مدینے کے مغرب کی طرف سمندر کے کنارے کنارے تھا۔ جناب رسولِ خدا صلّے اللہُ علَیہِ وَسلّمَ کو معلوم ہُوا۔ کہ مکّے والوں کا اِرادہ ہے۔ کہ اُن کا جو قافلہ اس سال شام میں گیا ہے۔ جب وہ واپس ہو تو وہ قافلہ اَور کچھ اور فوج جو مکّے سے روانہ کی

جائے۔ دونوں مل کر مدینے پر حملہ کریں۔ یہ خبر سُنکر مُسلمان بہت گھبرائے۔ اِس لئے جناب رسولِ خدا صَلے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ نے اِس کی تصدیق کے لئے اپنے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو جو ایک جری اور شہزور آدمی تھے۔ تیس سواروں کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف روانہ کیا۔ اور اپنے چچا زاد بھائی عُبیدہ بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو ساٹھ یا اسّی سواروں کے ساتھ اُس راستے کی طرف بھیجا۔ جو مکے سے مدینے کو آتا ہے ؛

اُس زمانے پر کیا منحصر ہے۔ اب بھی عام طور پر یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ انسان کو سفر میں ہر قسم کے خطروں کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس واسطے عرب کے لوگوں کا دستور تھا۔ کہ جب کبھی وہ سفر کو جاتے۔ تو نہتے نہ جاتے۔ بلکہ ضروری ہتھیار ساتھ لے جاتے تاکہ کسی موقع پر کسی درندے یا لٹیروں کی جماعت سے مُٹھ بھیڑ ہو جائے۔ تو نہتے اپنا مال اور اپنی جان نہ کھو بیٹھیں اسی واسطے یہ دونو بزرگ بھی اپنے ہمراہیوں سمیت مسلح ہو کر گئے تھے ؛

جب حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مقامِ سیفُ البحر پر پہنچے۔ تو اُنہیں معلوم ہُوا کہ وہاں ابُو جہل

تین سو سوار لئے پڑا ہے - اُس کینہ توز اور مُسلمانوں کے خُون کے پیاسے نے اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا اور مسلمانوں کی اِس تھوڑی سی جماعت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا - مگر حُسن اتفاق سے اِس نواح کے ایک باوقار سردار نے بیچ میں پڑ کر لڑائی نہ ہونے دی اور دونو فریقوں کو اپنے اپنے شہر کی طرف واپس کر دیا ؎

سمندر کے ساحل کی طرف سے تو اس طرح واپس آنا پڑا - مکے کے راستے کی طرف جب حضرت عَبیدہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ رابغ نام ایک میدان میں پہنچے - تو وہاں اُنھوں نے ابُوجہل کے بیٹے عِکرِمہ کو دو سو سواروں سمیت مَوجُود پایا - اِس موقع پر بھی کچھ شبہ نہ تھا - کہ عِکرِمہ لڑائی پر تُل پڑتا - مگر اوّل تو دو مشہور آدمی جو پہلے ہی دل سے مُسلمان تھے - عِکرِمہ کو چھوڑ کر مُسلمانوں میں چلے آئے - جن کی مخالفت میں لڑنا عِکرِمہ اور اُس کی فوج کے لئے بہت خطرناک تھا - کیونکہ اگر اُن کی مخالفت کی جاتی - تو اُن کے ہم قوم جو اُس نواح کے باشندے تھے - مکے والوں کو بھی زندہ نہ چھوڑتے دُوسرے عِکرِمہ کو یہ بھی گمان ہُوا - کہ چند مسلمانوں کو اِس طرح ہمارے لڑاکے سواروں کے مقابلے میں

آنے کی جرأت ہرگز نہیں ہو سکتی - اس واسطے اُن کا اس دلیری کے ساتھ ہماری فوج کے مقابلے کے لیئے آنا اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ اُن کا بڑا بھاری لشکر اُن کے پیچھے ہماری گھات میں لگا ہوگا - جس کے آنے پر ہماری خیر نہیں - اس لیئے وہ چند تیر مار کر اپنے ہمراہیوں سمیت مکے کو بھاگ گیا۔ مسلمان یہ حالت دیکھ کر مدینے واپس چلے آئے +

اِن دونو واقعات سے ظاہر ہے کہ مکے والوں کا ارادہ مدینے پر حملہ کرنے کا ضرور تھا۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے اُن کے حال دریافت کرنے میں ذرا بھی سستی ہوتی - تو دونو لشکروں کے مل کر حملہ کرنے سے مسلمانوں پر جو مصیبت آتی - وہ ظاہر ہے +

انہیں واقعات سے یہ بھی ہے - کہ مسلمانوں کا ارادہ لڑائی کرنے کا ہرگز نہ تھا - صرف اپنی حفاظت کا خیال تھا - ورنہ ایسے دو جری لشکروں کے مقابلے میں یہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں نہ بھیجی جاتیں +

(۷) چند معاہدے اور وعظ کے سفر

سیف البحر اور رابغ کے سریوں سے جناب رسول

خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو مکّے والوں کے ارادے کی پُوری تصدیق ہو گئی۔ اور اگرچہ اس موقع پر مُسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہُوا۔ مگر اُن کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ وہ کِسی اور موقع پر اپنے دِل کا بخار ضرور نکالینگے۔ اس لِئے آپ نے اوّل تو مدینے کے یہودیوں سے معاہدہ کرکے اُن کی طرف سے لڑائی کے موقع پر دغا دینے کا جو خوف تھا۔ اُسے رفع کیا۔ پھر مدینے کی نواح کے چند مقامات میں تشریف لے گئے اور وہاں دو جگہ کے باشندوں سے اِس قسم کے معاہدے کئے۔ کہ وہ مکّے والوں کے حملہ کرنے کے وقت بالکل علیٰحدہ رہیں۔ اور کسی کی مدد نہ کریں۔ اور بعض مقاموں میں وعظ و نصیحت کرکے واپس تشریف لے آئے۔

(۸) غزوۂ بدرِ اُولےٰ

کرز بن جابر فہری نامی ایک شخص مدینے کی چراگاہ سے اہل مدینہ کے اُونٹ لے گیا۔ جب آپ کو اس امر کی خبر ہُوئی۔ تو اُس کے تعاقب کو نکلے۔ مکّے اور مدینے کے درمیان جو بدر نام ایک کنواں یا گاؤں ہے اور اُس کے نواح میں سفوان ایک مقام ہے۔ وہاں تک تشریف لے

گئے - مگر یہاں آکر معلوم ہوا - کہ کرز بہت دور نکل گیا ہے - اِس لیئے آپ واپس تشریف لے آئے۔

(۹ و ۱۰) سریّۂ خرّار اور سریّۂ نخلہ

مکّے والوں کا جو قافلہ شام کو گیا تھا - اس کی واپسی کے موقع پر جو واقعات ظاہر ہوئے - اُن کے لحاظ سے مسلمانوں کو یہ امر نہایت ضروری ہو گیا تھا - کہ وہ ہر وقت اہلِ مکّہ کے حالات اور ان کی حرکات و سکنات سے مطلع رہیں - اِسی واسطے جناب سرورِ کائنات صلّے اللہُ علیہِ وسلّم نے پہلے تو سعد بن ابی وقّاص رضی اللہُ عنہُ کو اسّی آدمی دے کر حالات معلوم کرنے کے واسطے بھیجا - یہ خرّار تک جو جحفہ[۱] کے پاس ایک میدان ہے - گئے - مگر دُشمن کا پتہ نہ ملا - اس لیئے واپس چلے گئے۔

اس کے بعد ماہ رجب میں آپ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن حجش رضی اللہ عنہُ کو آٹھ یا بارہ آدمیوں کا سردار کیا - اور اُنہیں ایک سر بمہر پرچہ دے کر حکم دیا کہ نخلے کی طرف چلے جاؤ - اور تین روز بعد اس پرچے کو کھول کر پڑھو - اور اُس پر عمل کرو - ہدایت کے موافق حضرت عبد اللہ

[۱] جحفہ مکّے سے ۸۲ میل شمال کی طرف ایک گاؤں ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے تین دن کے بعد پرچہ پڑھا۔ تو اُس میں یہ حکم درج تھا۔ کہ نخلہ تک برابر چلے جاؤ۔ اور جب وہاں پہنچو۔ تو مخفی طور پر دشمن کے حالات معلوم کرو۔ اور اُن کے ارادوں کی خبر دو۔ جب یہ لوگ نخلہ میں پہنچے۔ تو دو ہی دِن بعد مکے والوں کا ایک قافلہ طائف سے تجارت کا مال لیئے ہُوئے وہاں آ پہنچا۔ مسلمانوں کے پاس ایسی صُورت کے لئے کوئی ہدایت نہیں تھی اُن کے پاس جو پرچہ تھا۔ اُس میں چھپے چھپے دشمنوں کے حالات کی تحقیق کرلنے اور اُن کے اِرادوں سے اِطلاع دینے کا حکم تھا۔ اور اس امر کا اشارہ تک بھی نہ تھا۔ کہ موقع آ پڑے۔ تو لڑو یا نہ لڑو۔ لیکن مکے والوں کی پہلی ظالمانہ کارروائیوں اور مسلمانوں کی مظلومانہ حالت کو دیکھا جائے۔ تو مسلمانوں کے پاس موقع ملنے پر مکے والوں کے قتل۔ قید اور مال و اسباب لُوٹ لینے کے واسطے بڑی قوی وجہ تھی۔ خصوصاً جب اُن کے تازہ مفسدانہ ارادوں کو اُن کی پہلی ظالمانہ کارروائیوں کے ساتھ ملا کر نظر کی جائے۔ تو ہر ایک انسان یہی فتوےٰ دیگا کہ مسلمان اپنی زندگی۔ اور اپنے امن کی حفاظت کے واسطے مکے والوں پر جس قدر سختی کرتے۔

وہ واقعات کے لحاظ سے بجا و درست تھی - چنانچہ اِسی بنا اور قیاس پر حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ اور اُن کی جماعت نے اِس قافلے کے ایک آدمی کو مار ڈالا - باقی جماعت کو گرفتار کر کے اور ان کا مال قبضے میں لاکر مدینے کو واپس ہوئے - لیکن رسولِ خدا صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کو جب یہ حال معلوم ہُوا - تو عبداللہ اور اُن کے ساتھی رَضِیَ اللہُ عَنہُمْ کو سخت ملامت کی - اور قیدیوں کو مال و اسباب سمیت واپس کر دیا - اور جو آدمی مارا گیا تھا - اُس کا خونبہا دے دیا ؛

اگرچہ مکے والوں نے آپ کو اور آپ کے خوش نصیب صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنہُمْ کو جس قدر تکلیفیں اُن کے خیال اور طاقت میں تھیں - ساری ہی پہنچائیں - مگر اُس نرم دِل اور رحیم صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے بدلہ لینے کا ارادہ کبھی نہیں کیا - عزیز وطن کو چھوڑا - تو اپنے بچاؤ کے لئے - اپنے آدمیوں کو دشمن کے حالات اور اُن کے اِرادوں کی تحقیق کے لئے مختلف مقاموں میں بھیجا - تو اپنی حفاظت کی غرض سے - پس اس امن دوست - صلح پسند اور رحمۃٌ للعالمین کی رافت و رحمت کا اِس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے - کہ گویا آپ کو اور آپ

کے ساتھیوں کو اپنے دشمنوں سے ہر ایک طرح بدلہ لینے کا حق حاصل تھا۔ لیکن آپ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہُ کے اس فعل کو جائز نہیں رکھا۔ بلکہ سخت ناراضگی ظاہر فرمائی۔ جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں غیر مذہب والوں پر جبر و سختی کرنا تو کیا سختی اور تکلیف اُٹھانے کی حالت میں بھی لڑائی کی ابتدا کرنا منع ہے +

(۱۱) غزوۂ بدر کُبریٰ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہُ کی کارروائی پر جو رحیمانہ فیصلہ آپ نے کیا۔ مکے والوں کے دلوں میں ذرا بھی انصاف اور حق پسندی ہوتی۔ تو وہ ضرور آپ کے ساتھ محبت و اتحاد کا رابطہ قائم کر لیتے۔ اور ایسا نہ کرتے۔ تو کم از کم اتنا تو ضرور کرتے کہ مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے۔ اُن کو ایذا دینے سے باز رہتے۔ اسلام کی اشاعت اور شرعی احکام کی تعمیل میں اُن کے مزاحم نہ ہوتے لیکن اُن کا حسد اور کینہ اُنہیں اِس طرف کب آنے دیتا تھا۔ اُنہوں نے آپ کے اِس نرم فیصلے کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے +

اسی اثنا میں ابو سفیان بن حرب کا قافلہ جس

ہیں تقریباً چالیس آدمی تھے ۔ شام میں تجارت کر کے بہت سے مال و اسباب کے ساتھ واپس آ رہا تھا۔ مکے والوں نے اس بہانے سے کہ طائف کے قافلے کی طرح مدینے والے اِس کو بھی لوٹ لینگے۔عام لوگوں کو خوب بھڑکایا ۔ چنانچہ اُنھوں نے بڑی مستعدی اور جلدی کے ساتھ سامان درست کیا ۔ اور قافلے کی حفاظت کے حیلے سے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑے ہوئے ۔ اِس خونخوار اور جوش بھرے لشکر میں ایک ہزار جنگ آزمودہ آدمی تھے ۔ جن میں سے سَو کے پاس گھوڑے اور باقی کے پاس سواری اور بار برداری کے لئے سات سَو اُونٹ تھے +

اس لشکر کے روانہ ہونے کی خبر مدینے میں بھی پہنچ گئی ۔ اِس لئے جناب رسُولِ خدا صَلّے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم بھی دشمنوں کے حملے کے روکنے کے لئے نکلے آپ کے ساتھ صرف تین سو تیرہ آدمی تھے ۔جن میں سے دو کے پاس تو گھوڑے اور باقی سب کے لئے صرف ستّر اُونٹ ۔ جن پر تین تین چار چار آدمی باری باری سے سوار ہوتے تھے ۔ چُنانچہ خود رسولِ مقبُول صَلّے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّم کے پاس جو اُونٹ تھا۔اُس پر جناب علی مُرتضےٰ اور حضرت زید بن حارث

رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا آپ کے ساتھ شریک تھے۔ اور تینوں باری باری سے سوار ہوتے تھے +

اَے عزیز طالب علمو! اَور اے مسلمان امیر دولتمندو! دیکھو اَور غور کرو۔ کہ آپ کے سردار آپ کے پیشوا عَلَیہِ السَّلَام کا طرز معاشرت کیسا سادہ اور فخر و نمود سے کیسا پاک تھا کہ دین و دنیا کے سردار ہونے کے باوجود اپنے واسطے کوئی ایسا سامان اختیار نہیں کیا تھا جو اَوروں سے تمیز کا باعث ہوتا۔ جس طرح اور لوگوں میں تین تین چار چار آدمیوں کے پاس سواری کے لئے ایک ایک اُونٹ تھا۔ اِسی طرح آپ کی سواری کے اُونٹ میں بھی دو اور شریک تھے +

اِس تھوڑی سی جماعت کے ساتھ جو دشمنوں کی فوج کی تہائی سے بھی کم تھی۔ جب آپ بدر کے قریب پہنچے۔ تو معلُوم ہُوا۔ کہ اہل مکّہ بھی یہاں سے نزدیک ہی ہیں۔ اُس وقت آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ سب نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔ بعض نے کہا۔ قریش نہایت معزز اور دولتمند ہیں۔ آج تک کبھی ذلیل اور مغلوب نہیں ہُوئے۔ اُن سے لڑنا بہت مشکل ہے۔ مگر حضرت مقداد رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے کھڑے ہوکر

عرض کیا - یا رسول اللہؐ! آپ ضرور آگے تشریف لے جائیے - میں سچ کہتا ہوں - کہ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں - کہ اقرار کر کے پھر جائیں - اور جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے وعدہ کر کے وقت پر یہ کہ دیا تھا - کہ جا تو اور تیرا رب مخالفوں سے لڑو - ہم بھی اُسی طرح کہہ دیں - مجھے اُس یکتا خدا کی قسم ہے! جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر ہماری ہدایت کے لئے بھیجا - اگر آپ ہمیں مکّے سے بھی پرے تک لے جائیں - تو ہم بلا تامل آپ کے ساتھ چلینگے - اور آپ کی رفاقت سے ہم کو کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں روک سکیگا - یہ سُن کر آپ بہت خوش ہُوئے اور اُن کے حق میں دُعائے خیر کی +

اس کے بعد آپ ذرا اور آگے بڑھے - اور ۱۷ - رمضان کو جمعے کے دن بدر کے پاس مقام کر کے چند شخصوں کو دشمنوں کا حال معلوم کرنے پر مقرر فرمایا - یہ لوگ جیساکہ اِس زمانے میں بھی مُہذّب کہلانے والی قوموں کا دستور ہے - اہل مکّہ کے لشکر کے چند سقّوں کو پکڑ لائے - جن سے آپ کو مکّے کے لشکر کی تعداد - بڑے بڑے سرداروں کے نام اور اُن کے اُترنے کا مقام معلوم ہو گیا +

آپ نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے قیام کے مقام کی نسبت مشورہ فرمایا۔ ابوالحباب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! جہاں آپ اُترے ہیں۔ اگر اِس مقام پر اُترنا وحی کی ہدایت کے مطابق ہے۔ تو ہم ہرگز مخالفت نہیں کرتے۔ لیکن اگر یہ مشورہ محض رائے دریافت کرنے کی غرض سے ہے۔ تو میری رائے میں مصلحت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر لڑائی شروع ہو جائے۔ تو ہم کو پانی تک ملنا بھی دشوار ہو جائیگا۔ میرے خیال میں آگے بڑھ کر کوؤں اور چشموں کے پاس اُترنا چاہیئے۔ میں یہاں کے تمام کوؤں اور چشموں سے واقف ہوں۔ وہاں ہم پانی کا بندوبست خوب کر لینگے اور جب لڑائی شروع ہو گی۔ ہمیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوگی۔ کھانے کو نہیں ملیگا۔ تو پانی ہی پی پی کر لڑینگے۔ اور جب کوؤں پر ہمارا قبضہ ہو جائیگا۔ تو دشمن مجبور ہو جائینگے۔ اسی اثنا میں وحی نازل ہوئی اور معلوم ہوا کہ ابوالحباب رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے۔ چنانچہ اُسی پر عمل کیا گیا۔

جب آپ نے ابوالحباب رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آگے بڑھ کر کوؤں اور چشموں کے پاس ریگستان میں مقام کیا۔ تو خداوند پاک کے فضل و

کرم سے اُس دن وہاں پانی بھی برس گیا - جس
سے تمام ریت جم گئی - اور اس پر لوگوں کا چلنا
پھرنا آسان ہوگیا - مگر یہ بارش قریش کے لئے
ایک مصیبت ہوگئی - کیونکہ جہاں وہ اُترے تھے -
وہاں ریت نہ تھی - اِس واسطے کیچڑ بہت ہو گئی -
جس سے اُن کو چلنا پھرنا بھی دشوار ہو گیا +

آپ اُس دن اپنے اصحاب سمیت میدان میں
پھرتے رہے اور خاص خاص مقام پر جاکر بتاتے
رہے - کہ قریش میں سے فلاں فلاں شخص اِس اِس
جگہ قتل ہوگا - چنانچہ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد
آپ کی اِس پیشینگوئی کی پوری تصدیق ہو گئی جس
شخص کے واسطے قتل ہونے کی جو جگہ آپ نے مقرر
فرمائی تھی - وہ شخص اُسی جگہ مرا ہوُا پایا گیا +

اس سے پہلے کہ لڑائی کے حالات لکھے جائیں
یہ بتا دینا ضروری ہے - کہ اہل مکہ کا وہ قافلہ جو شام
سے آرہا تھا اور جس کے لُٹ جانے کا بہانہ مکے
والوں کو جوش دلا رہا تھا - صحیح وسلامت آگے نکل
گیا اور مسلمانوں نے اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ
دیکھا کیونکہ اُن کا منشا ہی نہ تھا کہ قافلے کو کوئی
صدمہ پہنچائیں - اسی واسطے قافلے کے سردار ابوسفیان
نے مکے والوں کو کہلا بھیجا - کہ مسلمانوں کی طرف سے

ہم کو کسی قسم کی ایذا نہیں پہنچی - پس تم جنگ نہ کرو اور واپس چلے جاؤ - مگر ابو جہل نے جو اِس لشکر کا سردار تھا - اِس بات کو نہ مانا اور کہا - ہم بدر میں جاکر جب تک مسلمانوں پر اپنی شوکت و عظمت ظاہر نہ کرلیں - واپس نہیں آسکتے - آخر جب بدر میں آکر اُترے اور مسلمانوں کے آ پہنچنے کا حال اُنہیں معلوم ہوا - تو اکثر اہلِ مکہ کے دل میں خود بخود مسلمانوں کی طرف سے رُعب سا بیٹھ گیا - اس واسطے اکثر لوگوں کی خواہش ہو گئی - کہ بغیر لڑے واپس چلے جائیں - مگر ابُو جہل نے سب کو لعن طعن کرکے لڑنے پر ہی آمادہ کیا +

اب دونو طرف کی فوجیں صفیں باندھ کر کھڑی ہوئیں - سب سے پہلے مکّے والوں کی طرف سے عُتبہ ابن ربیعہ اپنے بیٹے ولید کو لے کر نکلا - اور اپنی شان و شوکت دکھانے کی غرض سے گھوڑے کو کاوے دینے لگا - یہ دیکھ کر رسُول مقبُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے دُعا کی - اے میرے پروردگار! مجھ پر تُو نے اپنی کتاب نازل فرمائی - مجھے اسلام کے مخالفوں سے لڑنے کا حکم دیا اور فتح کا وعدہ کیا - تیرا وعدہ بے شک خلاف نہیں ہو سکتا - یہ قریش بڑے تکبّر و نخوت سے میرے ساتھ لڑنے کو آئے ہیں - اور تیرے

رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے مدد کا طلبگار ہوں۔ جس کا تو نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ اے میرے پروردگار! تو ہی اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے۔ حق کے مخالفوں کو شکست دے۔ اور اُنہیں شرمسار کر! اتنے میں عتبہ ابوجہل کو گھوڑے سے اُتار کر خود اُس پر سوار ہوا۔ اور مسلمانوں کے قریب پہنچ کر اپنا مقابل طلب کرنے لگا۔ مگر ادھر سے کوئی اُس کے مقابلہ کے لیئے نہیں نکلا۔ کیونکہ رسولِ خدا صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے پہلے سے ہدایت کردی تھی۔ کہ میری اجازت بغیر کوئی لڑنے کو نہ نکلے۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے خدائے پاک سے پھر دعا کی۔ کہ یا اللہ! اَب مدد و نصرت کا وقت ہے۔

اس کے بعد آپ نے بھی اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم کو جہاد کی اجازت دی۔ یہاں صرف اجازت کا انتظار تھا۔ فی الفور انصار مقابلے کے لیئے تیار ہوگئے۔ مگر آپ نے حکم دیا۔ پہلے مہاجرین بڑھیں۔ پھر سب مل کر دشمن کو ہٹائیں۔ چنانچہ لڑائی بڑے جوش و خروش کے ساتھ شروع ہوئی۔ اس وقت اسود مخزومی مسلمانوں کے چشمے کے قریب آگیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے عہد کر لیا ہے۔ کہ خواہ قتل

ہی ہو جاؤں - مگر مسلمانوں کے چشمے سے پانی پیونگا - اور اُسے خراب کرونگا - یہ کہ کر اُس نے حملہ کیا - اور چشمے کے قریب پہنچ گیا - حضرت حمزہ رضی اللہُ عنہُ نے اُس کا مقابلہ کیا - اور ایک ایسی تلوار ماری - کہ اُس کا پاؤں کٹ گیا - مگر وہ اُچھل کر اپنی قسم پوری کرنے کے لیئے چشمے میں جا ہی پڑا - اور پانی پی ہی لیا - اور دُوسرے پاؤں سے جو صحیح سالم تھا - اُس چشمے کو خراب بھی کر دیا - حضرت حمزہ رضی اللہُ عنہُ بھی اجل کی طرح اُس کے پیچھے ہی رہے - اور اُسی چشمے میں اُسے قتل کر ڈالا - اِس کے بعد بڑے گھمسان کا رن پڑا +

عین لڑائی میں آپ نے کنکروں کی ایک مُٹھی مکے والوں کی طرف پھینکی - بیان کیا گیا ہے - کہ خدائے تعالےٰ نے اِن کنکروں کی تعداد اتنی بڑھا دی کہ اہلِ مکہ کے ہر ایک سپاہی کی آنکھوں اور کانوں کے سوراخوں میں ایک ایک کنکری جا پڑی - جس کی تکلیف کے مارے اُن کے حواس ٹھکانے نہ رہے اور جم کر لڑ نہ سکے +

اہلِ مکہ میں سے اُن لوگوں کا جو بعد میں اسلام لائے - یہ بھی بیان ہے کہ علاوہ اِس کے

کہ آنکھوں اور کانوں میں کنکریاں پہنچیں - یہ بھی اُس دن معلوم ہوتا تھا - کہ ابلق گھوڑوں پر سفید لباس کے سوار ہمارے مقابلے میں ہیں - جن کی دہشت سے ہمارا دم نِکلا جاتا تھا - یہ سوار فرشتے تھے - جو خداوند تعالےٰ نے اپنے رسول کریم صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی دُعا قبول کر کے آپ کی امداد کے واسطے بھیجے تھے۔

خدا تعالےٰ کی طرف سے جو غیبی مدد مسلمانوں کو ملی - اُس کی وجہ سے آخرکار اہلِ مکّہ کو شکست فاش ہوئی - اور اُن کے ستّر آدمی مارے گئے - اور اسی قدر اسیر ہوئے - مقتولوں میں سے ایک ابوجہل بھی تھا - جس کی خباثت اور شرارت سے یہ لڑائی ہوئی تھی - اور جس نے آپ کی ذات بابرکات کو بیحد تکلیفیں پہنچائی تھیں - اسیروں میں سے حضرت عباس رَضِیَ اللہُ عَنہُ آپ کے چچا - عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا آپ کے چچا زاد بھائی تھے - جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ یہ غیبی مدد دیکھ کر خود اسلام قبول کر لیا - باقی لوگوں میں جو صاحب جائداد تھے - اُن سے جیسے آج کل خرچۂ جنگ لیا جاتا ہے - کچھ روپیہ لے کر اور جو غریب و مفلس تھے - اُن کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور صرف ایک

آدمی جس نے رسُول خدا صَلّے اللہ عَلَیْہِ وَسَلّم کے گلے میں نماز پڑھتے وقت اُونٹ کا اوجھ ڈالا تھا۔ قتل کیا گیا +

اِس جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے چودہ آدمی شہید ہُوئے۔ جن میں سے چھ تو مہاجر تھے اور آٹھ انصار۔ بدر کے اِن شہیدوں کی نسبت جناب رسُول خدا صَلّے اللہُ عَلَیْہِ وَسَلّمَ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ سب جنّتی ہیں +

بدر میں بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جسے آپ نے تمام مسلمانوں میں خواہ وہ لڑائی میں شریک تھے یا نہ تھے۔ تقسیم کر دیا +

آپ بدر ہی میں تھے۔ کہ آپ کی بیٹی حضرت رقیہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا جو حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی منکوحہ تھیں۔ فوت ہو گئیں۔ اور آپ کے آنے سے پہلے ہی دفن بھی کر دی گئیں +

(۴) غزوۂ بنی قَیْنُقاع

بنی قینقاع یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ جو مدینے میں رہتے تھے۔ اور اُن کے نام پر ایک بازار کا نام بھی سُوق بنی قَیْنُقاع تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ عہد ہو چکا تھا۔ کہ نہ تو وہ خود مسلمانوں سے

لڑیں - نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کریں - اور اگر مسلمانوں پر کوئی حملہ کرے - تو اُن کی طرف سے اُس کے ساتھ لڑیں - جب رسُولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بدر کی لڑائی میں گئے ہُوئے تھے - تو ایک مُسلمان عورت سُوق بنی قینقاع میں کسی کام کو گئی تھی - ایک یہوُدی نے نالائق طور پر اُس سے ہنسی کی اور اس کا تہ بند ایسی طرح سے اٹکایا - کہ اُس کا ستر کُھل گیا - عورت نے فریاد کی - تو ایک مسلمان نے غصے میں آکر اُس یہودی کو جس نے عورت کو بے ستر کیا تھا - مار ڈالا - یہودیوں نے مل کر اس مسلمان کو شہید کر دیا - اس واسطے اب دونو قوموں میں دشمنی ہو گئی +

جب بدر سے واپس آکر آپ نے حالات سُنے - تو یہودیوں کو بلا کر سمجھایا - اور اُن کو وعدہ خلافی اور عہد شکنی پر ملامت کی - مگر اُنہوں نے بڑے غرور سے جواب دیا - اور یہ گستاخانہ کلام کیا - کہ اے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)! تو اپنی قوم کو شکست دے کر نازاں نہ ہو - اب تک تجھے ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے - جو فنونِ جنگ سے محض ناواقف تھے - اگر تو ہم سے بھی ویسا ہی برتاؤ کرے - تو ہم تجھے دِکھا دیں - کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں +

جب نرمی سے سمجھانا کارگر نہ ہُوا۔ تو اُس کے سوا اور کیا چارہ تھا۔ کہ اُن سے لڑائی کی جائے۔ چنانچہ پندرہ دن تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اور آخر کار بنی قینقاع نے تنگ آکر درخواست کی۔ کہ آپ ہمارا سارا مال و اسباب لے لیں اور ہماری جانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ آپ نے ہرچند چاہا کہ کوئی شخص اُن کی ضمانت دے۔ کہ وہ پھر کبھی شرارت یا فساد نہیں کرینگے۔ مگر کسی نے حامی نہ بھری اس لئے اُن کو اُن کی درخواست پر جلا وطن کرکے شام میں بھیج دیا گیا۔ اور اُن کا مال و متاع مسلمانوں میں تقسیم ہو گیا۔

(۱۵) غزوۂ سویق

جب ابُوجہل وغیرہ مکّے کے بڑے بڑے سردار جنگِ بدر میں مارے گئے۔ تو قریش کی سرداری ابُوسفیان کے ہاتھ آئی۔ اس کا ایک بیٹا اور کچھ رشتہ دار بھی اِس لڑائی میں کام آئے تھے۔ اس لئے اُس نے قسم کھالی تھی کہ جب تک مسلمانوں کو نیست و نابُود نہ کرلُونگا۔ نہ خوشبُو لگاؤنگا۔ اور نہ عورت کے پاس جاؤنگا۔ پس جب قریش کے قیدی رہا ہوکر صحیح و سلامت اپنے اپنے گھروں میں پہنچ

گئے۔ تو وہ دو سو سواروں کے ساتھ مکے سے نکلا۔ اور ایسا جھپٹا۔ کہ مدینے کے قریب ہی جا کر دم لیا۔ اور پہنچتے ہی پہلے پہل جو انتظام کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ رات کو چھپ کر مدینے کے اندر داخل ہوا۔ یہودیوں سے ملا۔ دعوتیں اڑائیں۔ اور مسلمانوں کے حالات معلوم کر کے راتوں رات پھر اپنے لشکر میں واپس چلا آیا۔ اور صبح کے وقت اپنی فوج کو مقام عریض پر جو مدینے سے تین میل دور ہے۔ لے آیا۔ یہاں اور تو کچھ اُسے سوجھی نہیں۔ کھجوروں کے جو درخت وہاں تھے۔ وہ جلا دئے۔ اور دو آدمیوں کو بھی مار ڈالا۔ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب یہ حالات سُنے۔ تو اُس کے ضرر کو روکنے کے لئے مقابلے کو نکلے۔ مگر وہ آپ کے نکلنے کی خبر سُنتے ہی بھاگ گیا۔ آپ تین منزل تک اُس کے تعاقب میں گئے۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ اِس لئے آپ واپس چلے آئے۔

قریش لوگ اپنی خوراک کے لئے ستّو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور بھاگتے وقت گھوڑوں کا بوجھ کم کرنے کی غرض سے پھینک گئے تھے۔ ستّو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اِس لئے اِس غزوے کا نام غزوۂ سویق ہے۔

(۱۶) غزوۂ بنی سلیم

بدر اور بنی قینقاع کے غزوے میں بہُت سا مال و دولت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ اور وہ بہُت خوشحال ہو گئے تھے۔ اس واسطے اُن کی اِس فارغ البالی نے مکّے والوں کے سوا عرب کی اَور مفلس قوموں کو بھی اُن کا دشمن بنا دیا۔ چنانچہ مختلف مقاموں کے قبیلوں نے مختلف اوقات میں جن کا بیان موقع موقع پر آئیگا۔ مدینے پر چھاپے مار کر مال و دولت لوٹنے کے منصوبے باندھے۔ سب سے پہلے بنی سلیم اور بنی غطفان نے مل کر اِس کی پوری تیاری کی۔ یہ لوگ مدینے سے تین منزل کے فاصلے پر قرقرۃ الکدر نام مقام پر آباد تھے۔ جب اُن کے اِرادے کی صحیح صحیح خبر آپ کو پہنچ گئی۔ تو آپ خوُد اُدھر تشریف لے گئے۔ مگر وہ آپ کی آمد ہی سُن کر تتّر بتّر ہو گئے۔ اِس لئے آپ واپس چلے آئے۔ اور آپ کے ارشاد کے بموجب غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہُ عنہُ نے اُن کو کافی سزا دے دی۔

تیسرا سال

(۱) غزوۂ ذی اَمَّر

ذی امّر جسے انمار بھی کہتے ہیں - نجد کے علاقے میں ایک گاؤں ہے - بنی سلیم اور بنی غطفان کی طرح اِس طرف کے دو قبیلوں نے بھی مدینے پر چھاپا مارنے کا ارادہ کیا تھا - اِس لئے آپ اُن کو روکنے کی غرض سے ساڑھے چار سو سوار ہمراہ لیکر اُدھر تشریف لے گئے - مگر کوئی مقابلے کو نہیں آیا - اور نہ لڑائی ہوئی - اِس لئے گیارہ دِن کے سفر کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے +

اُردو کی تیسری کتاب میں آپ کے حِلم کے بیان میں جو واقعہ لکھا گیا ہے - وہ اِسی سفر میں ہوا تھا - ایک دِن مینہ جو بہت برسا - تو آپ کے سارے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے کپڑے بھیگ گئے - پھر جب مطلع صاف ہو گیا - تو وہ سب اپنے اپنے کپڑے سکھانے لگے - اس وقت صحابہ رضؓ سے کسی قدر فاصلے پر آپ اکیلے ایک درخت کے نیچے

آرام فرماتے تھے کہ چپکے سے بے خبر ایک شخص آیا۔ اور آپ پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ مگر آپ کے نورانی اور باجلال چہرے کو دیکھتے ہی اُس کے دل پر ایسا رُعب چھایا کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اِتنے میں آپ بھی بیدار ہو گئے۔ اور اُس کی تلوار اُٹھالی۔ اب باوجودیکہ آپ کو اُس کے مار ڈالنے کی قدرت پوری طرح حاصل ہو گئی تھی۔ مگر مارا نہیں۔ بلکہ معاف کر کے چھوڑ دیا۔ احسان کے عوض وہ اِس حالت میں بھی جبکہ اسلام نہیں لایا۔ ہمیشہ آپ کا ممنون و خیر خواہ رہا +

(۲) سریّہ قردہ

قریش پہلے تو حجاز کی راہ شام میں تجارت کرنے جاتے تھے۔ مگر اس طرف کی قومیں حضرت کے ساتھ معاہدہ کر چکی تھیں۔ وہ راستہ اُنہوں نے ترک کر دیا۔ اور عراق والی راہ سے شام جانے کا راستہ نکالا۔ چنانچہ اُن کا ایک بھاری قافلہ اِدھر سے روانہ ہُوا۔ اس قافلے کا امیر وہی ابوسُفیان تھا۔ جو مدینے میں آکر مسلمانوں کو نقصان پہنچا گیا تھا پچھلے حالات کے لحاظ سے یقین تھا۔ کہ یہ قافلہ شام سے واپس آکر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچائیگا۔ اِس لئے جناب رسُول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے پیش بندی کی نظر سے زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو سو سواروں کے ساتھ اُدھر بھیج دیا۔ کہ اُن کو آگے جانے سے روک دے۔ تاکہ اُنہیں حملہ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ چُنانچہ اُنھوں نے مقام قروہ پر جو نجد میں ایک چشمہ ہے۔ قافلے کو جا گھیرا اور چند بڑے بڑے آدمیوں کے سوا جو بھاگ گئے تھے۔ تمام قافلے والوں کو قید اور اُن کے سارے مال و دولت کو قبضے میں کر کے مدینے کی راہ لی اور سب کچھ جناب رسُول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لاکر پیش کیا۔ آپ نے قانون اسلام کے مطابق اس کا پانچواں حصّہ بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور باقی اُنہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جو اس سریّے میں شامل تھے +

جیسا کہ ذِکر ہُوا۔ یہ سریّہ دشمن کی طاقت کو گھٹانے اور اپنے آپ کو اُس کی شر سے بچانے کی غرض سے کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس زمانے کی مہذّب کہلانے والی قوموں میں بھی یہ دستور ہے کہ وہ دُشمن تو دشمن کِسی دوست سلطنت کو بھی اتنا زور نہیں پکڑنے دیتیں۔ کہ وہ اوروں کو خواہ مخواہ تنگ کرے +

(۳) تولد اور نکاح

اس سال کے ماہ رمضان میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اور چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا کا جو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں انتقال ہو چکا تھا اس لیئے آپ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اُن کے ساتھ کر دیا۔ اُنہیں دنوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ جن کے نکاح ثانی کے واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت متفکر ہو رہے تھے۔ آپ نے اُن کی رضامندی اور دلجوئی کے لئے اُن کی بیٹی کا نکاح اپنے ساتھ کر لیا۔ نیز آپ کے چچیرے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو چکے تھے۔ اور ان کی بیوہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بہت خستہ حال تھیں۔ اِس لیئے آپ نے کمال شفقت کی وجہ سے اُن کو بھی اپنے نکاح میں لے لیا۔ اور اُنہیں آئندہ کی مصیبتوں سے بچا دیا۔

(۸) غزوہ اُحد

جنگ بدر میں مکّے والوں کو اُن کی زیادتی کی جو سزا ملی تھی۔ اُس نے قریش کی آنکھوں میں دنیا اندھیر کر رکھی تھی۔ اور مقتولوں کے وارث انتقام کے جوش میں بےچین ہو رہے تھے۔ چنانچہ اِسی جوش میں اُنہوں نے اُس مال و دولت کو جو بدر کے موقعہ پر ابوسفیان کا قافلہ شام سے لایا تھا۔ آپس میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ کسی آئندہ لڑائی کے سامان مہیا کرنے کے واسطے رکھ چھوڑا۔ اور اِس عرصے میں اگرچہ مکّے کے امیر ابوسفیان نے بدر کی شکست کی شرمساری مٹانے کو فی الفور مدینے پر چڑھائی کی۔ مگر اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ صرف شہر کے باہر کھجوریں جلا کر جیسا کہ غزوۂ سویق میں بیان ہو چکا ہے۔ واپس چلا گیا۔ اِس کے بعد جب مکّے والوں کو مقام قردہ کے واقعہ کی خبر پہنچی۔ تو تمام قریش آگ بگولا ہو گئے۔ اور اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ وہ تو اِس انتظار میں تھے۔ کہ کب قافلہ شام سے آئے اور کب ہم اُس کے ساتھ مل کر مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہ تیغ کریں؟ لیکن یہاں معاملہ اُن کی خواہشوں اور

امیدوں کے بالکل خلاف ہوا۔ بجائے اس کے کہ ابوسفیان شام سے کامیابی کے ساتھ واپس آکر اُنہیں مدینے پر حملہ کرنے کے لئے طلب کرتا۔ وہ تمام مال و اسباب اور چند آدمیوں کے سوا سارے قافلے والوں کو مسلمانوں کے قبضے میں چھوڑ اور اپنی جان بچاکر وطن پہنچا۔ جب اُس نے یہ سارا ماجرا اپنے ہموطنوں کے آگے بیان کیا۔ تو اُنھوں نے فی الفور مدینے پر حملے کی تیاری کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ شام کے قافلے کی پہلی دفعہ کی تجارت کا جو مال پڑا تھا۔ اُسے فروخت کرکے اصل سرمایہ مالکوں میں تقسیم کر دیا۔ اور منافع کا ایک ہزار اُونٹ۔ پانچ من ۳۴ سیر ۶ چھٹانک سونا مہم کی تیاری کے لئے رکھ لیا۔

اِس موقعہ پر قریش نے اپنی ہی قوم کے آدمیوں کو کافی نہیں سمجھا۔ بلکہ چار معزز آدمیوں کو عرب کے مختلف قبیلوں کے پاس اس غرض سے بھیجا۔ کہ وہ اُنہیں سمجھا بجھا کر اپنی مدد پر اُبھاریں اور جنگ میں شریک کریں۔ ان فتنہ پردازوں میں سے ایک ابوعزہ مشہور شاعر بھی تھا۔ جو بدر کی لڑائی میں گرفتار ہو کر اس شرط پر رہا ہوا تھا۔ کہ وہ پھر کبھی اپنے پُرتاثیر اشعار سنا کر عربوں کو

مسلمانوں کی مخالفت پر بر انگیختہ نہ کریگا۔ ہرچند اس شخص نے چاہا۔ کہ اپنے وعدے کو پورا کرے۔ مگر قریش کی منت و سماجت اور اصرار نے اُس سے وعدہ خلافی کرا کر ہی چھوڑی ✣

ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قریش اور عرب کے اور قبیلوں کی ایک فوج تیار ہو گئی۔ جس کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی۔ ان میں سات سو زرہ پوش۔ دو سو عربی گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے۔ پندرہ عماریاں تھیں۔ جن میں مردوں کے جوش دلانے کے واسطے عورتیں سوار ہوئیں۔ یہ قہار فوج ابوسفیان کی سرداری میں بڑے غیظ و غضب کے ساتھ انتقام کے جوش میں بھری ہوئی مدینے کی طرف روانہ ہوئی۔ جب قریب پہنچی۔ تو مسلمانوں کے کھیتوں اور باغوں کو تباہ اور برباد کر کے کوہِ اُحد کے پاس جو مدینے سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر ایک سُرخ پہاڑ ہے۔ بڑی مضبوطی سے مورچہ باندھ لیا ✣

اِدھر جناب رسُول خدا صلّے اللہُ علیہِ وسلّم کو بھی قریش کی روانگی کی خبر مکّے سے روانہ ہوتے ہی پہنچ گئی تھی۔ اس واسطے آپ نے بھی اُن کے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ پہلے تو آپ کا ارادہ

یہ تھا۔ کہ مدینے ہی میں بیٹھ کر حملے کو روکیں۔ لیکن پھر باہر نکل کر لڑنے میں ہی مصلحت سمجھی گئی۔ اِس لئے آپ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ مقابلے کو نکل کھڑے ہوئے۔

مخالفوں کے اِس بڑے بھاری لشکر کے مقابلے میں مسلمانوں کی جماعت بہت ہی کم تھی۔ جس کی ایک وجہ مدینے کے یہودیوں کی بد عہدی ہوئی۔ جنہوں نے باوجود معاہدے کے مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا۔ مزے سے بے فکر ہو کر گھروں میں بیٹھ رہے۔ اور تقاضا کرنے پر بھی مسلمانوں کی اِمداد کو نہیں نکلے۔ اس پر طرّہ یہ ہوا۔ کہ عبد اللہ بن اُبی جو مدینے کا ایک سردار اور بظاہر مسلمان تھا۔ تین سو سے زیادہ منافقوں کے ساتھ آپ سے جُدا ہو کر مدینے میں چلا گیا۔ پس اس طرح مسلمانوں کی تعداد ہزار سے بھی گھٹ کر صرف سات سو رہ گئی۔ جن میں چودہ چودہ پندرہ پندرہ برس کے دو لڑکے بھی تھے۔ جو بڑے شوق کے ساتھ کمال اصرار سے شریک ہوئے تھے۔ اِن سب کی سواری کے لیئے کل دو گھوڑے تھے مگر مسلمانوں نے اپنی قوت ایمانی اور ثابت قدمی کی وجہ سے اس نقصان اور پیادہ پا چلنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔

اور نہ اُن کے عزم میں سرمُو فرق آیا۔
آپ اس قلیل مگر وفادار جماعت کے ساتھ نخلستان سے گزر کر کوہِ اُحد پر پہنچے۔ حفاظت کے معمولی انتظام کے ساتھ رات پہاڑ کی کھوہ میں گزاری۔ اور صبح نماز کے بعد کوہِ اُحد کے نیچے میدان میں صفوں کو آراستہ کیا۔ پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جُبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی سرداری میں لشکر کے پیچھے ایک گھاٹی کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ جہاں سے دُشمن کے پھر کر حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ اور تاکید کے ساتھ حکم دیا۔ کہ خواہ فتح ہو یا شکست خبردار! تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔
مکّے والوں کو اپنی کثرت اور قوت و شوکت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وُہ اپنے بڑے بُت ہبل کی سواری کے اُونٹ کو قلبِ لشکر میں رکھ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور اُن کی عورتیں جن کی سرحلقہ ابُوسفیان کی جورُو ہندہ تھی۔ دفوں کے ساتھ غیرت بڑھانے والے گیت گا کر مردوں کو لڑائی پر اُکسانے لگیں۔ پہلے ہی پہل مکّے والوں نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ مگر مسلمان بہادروں کے دلیرانہ نہیں بلکہ شیرانہ حملے نے دشمن کے پاؤں جمنے نہ دیئے۔ اُن میں بھاگڑ پڑ گئی۔ یہاں تک کہ اُن

کے بارہ مشہور و معروف بہادر علمدار ایک دوسرے کے بعد مارے گئے۔ اور خود ابوسفیان بھاگ نکلا۔

اب مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہماری فتح ہو گئی۔ اس لئے وہ بھاگے ہوئے دشمنوں کے اسباب سنبھالنے میں مشغول ہو گئے۔ غضب یہ ہوا۔ کہ گھاٹی کے محافظوں نے بھی یہی سمجھ لیا۔ اور اپنی جگہ چھوڑ کر باقی فوج میں آملے۔ خالد بن ولید نے جو مکے والوں کا مشہور سردار تھا۔ جب یہ حالت دیکھی۔ تو گھاٹی کو خالی پاکر اُدھر سے مسلمانوں کے عقب پر آن گرا۔ یہ دیکھ کر ابُوسفیان اور اس کے ساتھی بھی پلٹ کر مقابلے کو کھڑے ہو گئے۔ اب مسلمان دونو طرف سے گھر گئے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں پر ایک اور آفت یہ ٹوٹی کہ ان کے سامنے سے آندھی بڑے زور سے چلی۔ جس کی وجہ سے اُنہیں اپنے پرائے کی خبر نہ رہی۔ اس موقع کو دشمنوں نے غنیمت سمجھا۔ اور کتنے ہی مسلمان شہید کر ڈالے۔ اِس خطرناک صورت کے پیش آنے پر بھی جناب رسول خدا صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ اور سات انصار[۱]

---

[۱] ان کے نام یہ ہیں:۔ حباب بن منذر۔ ابُو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سُہیل بن حُنیف۔ اُسید بن حُضیر۔ سعد بن معاذ۔ حارث بن صمۃ رَضِیَ اللہُ عَنہُم اَجمَعِین ؏

اور ساتؔ[۱] مہاجر کل چودہ آدمی آپ کے ہمرکاب مقابلے کے لئے استقلال کے ساتھ جمے رہے اور باقی سب تتر بتر ہو گئے۔ مکے والے مسلمانوں کی اس پریشانی کو دیکھ کر اور بھی دلیر ہو گئے۔ اور خود آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ آپ کے نیچے کے چار دانت مبارک ایک پتھر کے لگنے سے شہید ہو گئے۔ پیشانیٔ مبارک بھی زخمی ہوئی۔ حتےٰ کہ آپ گھوڑے پر قائم نہ رہ سکے۔ مکے والوں نے یہ حال دیکھ کر مشہور کر دیا۔ کہ آپ شہید ہو گئے۔

اِس موقع پر جو اصحاب آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اُنہوں نے اور خصوصاً حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ نے آپ کی حفاظت اور خدمت کمال جانفشانی سے کی۔ یہ چھوٹی سی جماعت مخالفوں کے جمِ غفیر کے حملے کو بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ روکتی رہی۔ یہاں تک کہ اِن کے استقلال اور دلیری کو دیکھ کر دشمنوں پر کچھ ایسا رُعب سا چھا گیا۔ کہ وہ اپنے نا مبارک اِرادے کو پُورا نہ کر سکے۔ اور آخر کار ابوسفیان مسلمانوں کو بلند آواز سے یہ کہ کر میدان سے ہٹ گیا۔ کہ میں

[۱] ان کے نام یہ ہیں :- ابوبکر صدیق - علی مرتضےٰ - عبد الرحمٰن بن عوف - سعد ابن ابی وقاص - زبیر بن عوام - طلحہ بن عبد اللہ - ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ ٥

آئندہ سال بدر کے مقام پر تم سے پھر لڑونگا ؛
آپ کی شہادت کی جھوٹی خبر اس قدر جلد پھیل گئی ۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک بھی پہنچ گئی ۔ وہ سنتے ہی ایسی بیقرار ہوئیں ۔ کہ صبر نہ ہوسکا۔ فی الفور چند عورتوں کو ساتھ لیکر مقام جنگ میں آپہنچیں ۔ مگر یہاں آپ کو زندہ اور سلامت پاکر اُن کی وہ بیقراری جاتی رہی اور بوریا جلا کر اُس کی راکھ آپ کے زخموں میں بھری ۔ جس سے خون بند ہوگیا ۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت بھی آگیا۔ اور بعض اصحاب بھی آپ کی سلامتی کی خبر سُن کر پھر اکٹھے ہو گئے ۔ آپ میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی ۔ اِسی واسطے آپ نے یہ نماز بیٹھے بیٹھے لوگوں کو پڑھائی ؛
اس جنگ میں مسلمانوں سے چوہتر آدمی شہید ہوئے ۔ جن میں سے دو نَو مسلم یہودی تھے ۔ جو عین جنگ کے موقع پر اسلام لاکر لڑائی میں شامل ہوئے تھے ۔ چھ قریش اور باقی انصار ۔ چھ قریش میں دو لڑکے بھی شامل ہیں ۔ جو باصرار شریکِ جنگ ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اس جنگ کا بڑا بھاری واقعہ ہے ۔ ابُوسفیان کی بیوی ہندہ نے اُن کی لاش مبارک کے ساتھ بڑی بیرحمی کا سلوک کیا۔

اُن کی ناک اور کان کاٹ لیئے۔ جگر نکال کر چبا ڈالا۔ جب رسُولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اپنے مرحوم و شہید چچا اور دیگر معزز و متقدر مسلمانوں کی لاشوں کے ساتھ ایسی وحشیانہ کارروائی کو ملاحظہ فرمایا۔ تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور تقاضاے بشریت سے آپ کی زبان مبارک سے یہ فِقرہ نِکلا۔ اے مسلمانو! اب اگر تمہاری فتح ہو۔ تو تم بھی مُکتے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرنا۔ اور مَیں ایک حمزہ (رَضِیَ اللہُ عَنْہُ) کے بدلے کئی سرداروں کی لاشوں کے ساتھ یہی سلوک کروُنگا۔ لیکن بات پُوری نہ ہونے پائی تھی۔ کہ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:۔ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصَّابِرِیْنَ ۝ یعنی "اگر تم بدلہ چاہو۔ تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم پر عقوبت کی گئی۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو وہ صابروں کے لیئے بہتر ہے" اِس کے ساتھ ہی دوسرا حکم یہ ہوُا۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط یعنی " تو صبر کر۔ اور تو صبر نہیں کر سکتا۔ مگر اللہ کی مدد سے"۔ چنانچہ اِس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ مَیں صبر ہی کروُنگا +

ان حکموں کے اُترنے پر اسلام میں مُثلہ یعنی بوچا کرنے کی قبیح رسم جو اگلے زمانے کی ساری قوموں

میں جاری تھی - قطعاً حرام ہوگئی اور اس کے ترک کر دینے کا فخر سب سے پہلے مسلمانوں کو حاصل ہُوا +

جو اجر اور عزت خداوند تعالےٰ کے نزدیک جنگِ بدر کے مجاہدوں اور شہیدوں کی ہے - وہی عزت اور قدر جنگ اُحد کے مجاہدوں اور شہیدوں کی بھی ہے اور جن بزرگوں کو ان دونو لڑائیوں میں شریک ہونے کی نعمت حاصل ہُوئی - اُن کا درجہ اور اجر بہت ہی زیادہ ہے - بے شک اِن جاں فرسا معرکوں میں محض خدا کی رضامندی کے لِئے اپنی جان نثار کرنا آسان بات نہ تھی - پس جنہوں نے اِس مصیبت کو جھیلا اور اَیسی خطرناک حالت کے وقت اسلام کی حمایت میں جانیں لڑا دیں - وہ اِسی قابل تھے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ ممتاز اَور مقتدر سمجھے جائیں - اور خداوندِ پاک کی درگاہ سے ایسے جان نثاروں کی گزشتہ و آئندہ کی سب خطائیں معاف کردی جائیں +

لڑائی جب ختم ہو گئی اور اہل مکہ واپس چلے گئے - تو آپ نے مسلمان شہیدوں کو دفن کرکے مدینے کی طرف مراجعت فرمائی - آپ کی اِس تشریف آوری کی خبر سُن کر مدینے کے مرد و عورت آپ کے استقبال کے واسطے نِکلے - اور باوجودیکہ کوئی شخص ایسا نہ تھا - جس کے عزیزوں میں سے کوئی نہ کوئی اس لڑائی میں

شہید نہ ہُوا ہو۔ لیکن اِس پر بھی آپ کے سلامت واپس تشریف لانے کی اس قدر خوشی اور بشاشت ہُوئی۔ کہ اُن کے دلوں پر اپنے عزیزوں کی مَوت کے صدمے کا اثر ذرا بھی نہ رہا۔ اِسی ایک بڑی بھاری خوشی کے حاصل ہونے پر تمام رنج و غم بھُول گئے۔ اور خوش ہو کر بعض نے کچھ شعر پڑھے اور بعض نے کچھ فقرے کہے۔ جن کا ماحصل یہ تھا:ؔ

فدا گر ہمارے دِل و جاں ہُوئے
نہیں کچھ بھی ڈر آپ تو بچ رہے

(۷) غزوۂ حمراءُ الاسد

جنگ اُحد کے بعد مسلمانوں نے مکّے والوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اِس لِئے جب وہ آٹھ دس میل اور نِکل گئے۔ تو ابُو سفیان کے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ مسلمانوں نے اس لڑائی میں بہت نقصان اُٹھایا ہے۔ اور وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ اُن کی کمزوری سے فائدہ اُٹھائیں اور پھر کر حملہ کر کے اُن کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔ مگر اُس کے اِس خیال کی ایک شخص کے سِوا کِسی نے تائید نہیں کی۔ اِس لِئے وہ سیدھے مکّے کو چلے آئے۔ اور جب جناب

رسول خدا صلے اللہُ علَیہِ وسلّم کو اس امر کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے اس خیال سے کہ کہیں دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر بہت دلیر نہ ہو جائیں۔ صرف اُحُد کی جنگ میں شامل ہونے والوں کو حکم دیا کہ وُہ پھر باہر نکلیں۔ اگرچہ اس وقت اِن جاں نثاروں کی حالت بہت خستہ تھی۔ یہاں تک کہ اُن میں سے بعض نو نو اور دس دس اور بعض اِس سے بھی زیادہ زخموں سے مجروح تھے۔ مگر کسی نے توقف نہیں کیا۔ بلکہ بڑی خوشی اور اُمنگ سے آپ کے ہمرکاب ہو کر دشمنوں کے تعاقب میں چل کھڑے ہوئے۔ اور مدینے سے آٹھ میل دُور جا کر حمراءُ الاسد نام ایک مقام پر قیام کیا۔ یہ حال سُن کر ابو سفیان کے دِل سے مسلمانوں کی کمزوری کا خیال بالکل نکل گیا۔ اور جب آپ کو بھی اس امر کی اطلاع پہنچی۔ تو آپ مدینے کو واپس چلے آئے +

اس غزوے میں قریش کے دو آدمی گرفتار ہوئے۔ ایک تو وہی ابُو عزہ شاعر جس کی وعدہ خلافی کا پہلے ذکر ہوُا ہے۔ دُوسرے معاویہ بن مغیرہ۔ جو حضرت عثمان رضیَ اللہُ عنہُ کا رشتہ دار تھا۔ اور جس نے حضرت امیر حمزہ رضیَ اللہُ عنہُ کی ناک کاٹ لی

تھی - آپ نے ابو غزہ کے قتل کا حکم دیکر فرمایا -
لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِن جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ - مسلمان
ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا - اور معاویہ
کی اس شرط پر رہائی فرمائی - کہ وہ تین دن کے اندر
مدینے سے چلا جائے - مگر موت اُسے گھیر کر پھر
وہیں لے آئی - یعنی وہ رستہ بھول کر پھر مدینے میں
آگیا - جسے شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں
نے پکڑ کر مار ڈالا *

چوتھا سال

(۱) سریۂ قَطَن

قَطَن ایک پہاڑ ہے - جہاں قبیلۂ بنی اسد کا
قبضہ تھا - یہاں کے لوگوں میں سے بعض نے مدینے
پر ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ کیا - آپ نے اُن کے اِس
اِرادے سے اطلاع پا کر ابی سلمہ مخزومی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ
کو ان کی روک تھام کے لئے مقرر فرمایا - لیکن مُفسدوں
کو جب یہ خبر معلوم ہوئی - تو وہ بھاگ گئے - اور
اہل مدینہ ان کی شر سے محفوظ رہے *

(۱۳) سریۂ رجیع

رجیع ایک چشمے کا نام ہے۔ جو حجاز میں قوم ہذیل کے متعلق ہے۔ جنگ اُحد کے بعد جب قریش مکے میں واپس آگئے۔ تو یہاں کا ایک آدمی سفیان بن خالد انہیں فتح پر مبارک باد دینے آیا۔ جہاں اُسے یہ معلوم ہُوا۔ کہ سلافہ بنت سعد نے یہ منادی کرا دی ہے۔ کہ جو شخص عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جنہوں نے اُحد کی لڑائی میں اس کے دو بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ سر کاٹ لائیگا۔ اُسے سو اُونٹ انعام میں دئے جائینگے سفیان کے دل میں اِس انعام کے لینے کا لالچ پیدا ہُوا۔ اور اس نے اپنے وطن میں آکر قوم عضل اور قارہ کے چند آدمیوں کو سکھا پڑھا کر مدینے میں بھیجا۔ انہوں نے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا۔ کہ ہماری قوم میں اسلام پھیل گیا۔ مہربانی کرکے کچھ اپنے آدمی مذہب کے مسائل سکھانے کو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ آپ نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر کر کے دس آدمی اُن کے ساتھ روانہ کئے۔ جب یہ لوگ رجیع کے قریب پہنچے۔ تو اُن کے ساتھیوں میں سے ایک

منافق نے سفیان بن خالد کو اطلاع کر دی۔ وہ فوراً دو سَو آدمی لے کر چڑھ آیا۔ اب عاصم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو بھی مُقابلے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ بھی لڑنے کو تیار ہو گئے۔ بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ جس میں عاصم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اور اُن کے ساتھیوں میں سے چھ اور آدمی بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ مقابلہ کر کے شہید ہو گئے۔ باقی تین کو اُس ظالم نے گرفتار کر لیا۔ سفیان کا اصل منشا تو یہ تھا کہ عاصم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا سر کاٹ کر انعام حاصل کرے۔ مگر اُن کو فوت ہونے سے پہلے اُس کے اِرادے سے اطلاع ہو گئی تھی۔ اِس لئے اُنھوں نے نہایت ہی ادب اور عاجزی سے نزع کے وقت درگاہِ ایزدی میں دُعا کی۔ کہ الٰہی! میں نے دِن چڑھے تیرے سچے دِین کی حمایت کی۔ تو دِن چھُپتے میرے جسم کی حفاظت فرما۔ اور اُسے دشمنوں کے ہاتھ سے بچا۔ جس خلوص نیت کے ساتھ یہ دُعا کی گئی تھی۔ اُس کے لحاظ سے یہی یقین تھا۔ کہ خدائے تبارک و تعالےٰ اُسے منظور کرے۔ اور عنایت الٰہی سے ایسا ہی ہُوا۔ چُنانچہ سفیان اِس مردِ خدا کا سر کاٹنے کو آیا۔ تو دیکھا کہ زمین و آسمان کے لشکروں کے مالک نے بھڑوں کی ایک جماعت کو اُس کی حفاظت کے واسطے مامور کر رکھا

ہے۔ اگرچہ سُفیان نے بہتیری کوشش کی۔ مگر اُنہوں نے اُس کو پاس تک بھی نہ آنے دیا۔ اِس لئے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آخرکار رات کو پانی کا ایک سیلاب آیا اور اُس نے لاشوں کو بہاکر فیصلہ ہی نبیڑ دیا +

اب سفیان نے سُلافہ سے انعام کی رقم کا تقاضا کیا۔ مگر اُس نے صاف جواب دے دیا۔ کہ سیر مجھے ملا نہیں۔ اِس واسطے شرط کے بموجب تم انعام پانے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ سفیان مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔ اور اس کی یہ ظالمانہ کوشش اور دغابازی بجائے اِس کے کہ اُس کے واسطے انعام و اکرام یا کسی اور فائدے کا ذریعہ بنتی۔ اُلٹی دنیا و آخرت کی ذلت اور بے نصیبی کا باعث ہوئی +

مال کی محبت انسان کی ایسی دوست نما دُشمن ہے۔ کہ سفیان کے دِل پر اِس قدر تکلیف اور ذلت کا ذرا بھی اثر نہ ہُوا۔ اب اُس نے روپیہ کمانے کی دوسری تجویز یہ نکالی کہ باقی ماندہ تین مسلمان اسیروں کی مشکیں باندھ کر اُنہیں مکّے لے چلا۔ راستے میں اتفاقاً عبد اللہ بن طارق رضی اللہُ عنہُ نے زور کیا۔ تو وہ رسی جس سے اُن کی مشکیں بندھی تھیں۔ ٹوٹ گئی۔ اور وہ تلوار پکڑ کر لڑنے کو تیار

ہو گئے ۔ سُفیان کے ساتھیوں میں سے مقابلہ کرنے
کی جرأت تو کسی کو نہ ہوئی ۔ مگر دُور سے اُن پر
پتھر پھینکنے شروع کیے ۔ آخر وہ ان پتھروں کے
صدموں سے شہید ہو گئے ۔ رہے دو ۔ اُنہیں مکے
لے جا کر بیچ ڈالا ۔ مکے والوں نے جو وحشیانہ سلوک
ان دو بزرگوں کے ساتھ کیا ہے ۔ وہ قیامت تک اُن
کی نہایت بیرحمی اور سفاکی کی یاد دلاتا رہیگا ؛

اہل مکہ نے اُن میں سے پہلے خُبیب بن عدی
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو پکڑ کر اس طرح سولی پر چڑھایا
کہ ان کا مُنہ قبلے سے پھیر کر مدینے کی طرف کر دیا۔
اُس وقت اس نیک مرد پکّے مُسلمان نے فرمایا۔
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۔ جدھر مُنہ کرو اُدھر ہی
خدا ہے ۔" دشمنوں نے اُنہیں کہا ۔ کہ اگر اب بھی اپنے
پہلے دین پر واپس آ جاؤ ۔ تو تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔
اِس کے جواب میں اُس شیر مرد نے کہا ۔ اگر
ساری دُنیا بھی مجھے دے دو ۔ تو میں اسلام سے
پھر نہیں سکتا ۔ اس کے بعد اہل مکہ ہنسی سے کہنے
لگے ۔ کیا تو چاہتا ہے ۔ کہ تیری بجائے محمد (صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کو اس سُولی پر چڑھا دیں ۔ اور تو اپنے
گھر میں صحیح وسلامت جا بیٹھے ۔ اِس کے جواب میں اس
جان نثار بزرگوار نے فرمایا ۔ میں تو اتنا بھی گوارا نہیں

کر سکتا۔ کہ آپ کے پائے مبارک میں کانٹا چبھے۔ اور میں گھر میں بیٹھا رہوں۔ غرض اس قسم کی بہتیری باتیں کرتے رہے۔ اور جب یقین ہو گیا۔ کہ یہ کسی طرح بھی اپنے مذہب سے پھرنے والا نہیں۔ تو اعلان کر دیا گیا۔ کہ جن لوگوں کے رشتہ دار بدر یا اُحد میں مارے گئے ہیں۔ سب آئیں۔ اور اسے نیزے ماریں۔ چنانچہ چالیس آدمیوں نے نیزے مارے اور آخرکار ایک نیزے کی ضرب سے اُن کا منہ مدینے سے قبلے کی طرف پھر گیا۔ اس وقت اُنہوں نے خداوند تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ اور اسی حالت میں ایک اور بے رحم نے ایسا نیزہ مارا کہ اُن کی پیٹھ کے پار نکل گیا۔ اور ساتھ ہی خُبیب رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی رُوح جسم سے جدا ہو کر بہشت میں جا پہنچی۔

اُن کے دوسرے ساتھی کا نام زید بن دثنہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ تھا۔ اُن کو بھی ان ظالموں نے اُسی طرح کی تکالیف سے شہید کیا۔

چونکہ حضرت خبیب رَضِیَ اللہُ عَنہُ جناب رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے بڑے عزیز اصحاب میں سے تھے۔ اس لئے قریش نے آپ کو زیادہ صدمہ پہنچانے کی غرض سے اُنہیں سُولی پر ہی لٹکا رہنے دیا۔ مدینے میں جب یہ خبر پہنچی۔ تو چالیس دِن کے بعد زبیر

بن عوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما آن کر اُن کی لاش سولی پر سے اُتار لے گئے ۔

اب سفیان سے یا تو اِس وجہ سے کہ اُس کی سیہ دلی اس درجے تک پہنچ گئی تھی ۔ کہ اس قدر عزیز جانوں کو ایسی بے رحمی کے ساتھ ضائع کرنے سے بھی اُس کی تسکین نہیں ہوئی ۔ یا اس خوف سے کہ مسلمان اِن ناحق خونوں کا بدلہ مجھ سے ضرور لینگے مقابلے کے واسطے ایک نئی فوج جمع کرنی شروع کر دی مسلمانوں کا ابھی پہلا ہی زخم نہیں بھرا تھا ۔ کہ یہ تازہ مصیبت لانے والی خبر اور آن پہنچی ۔ اِن حالات کے لحاظ سے عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ نے لڑنے اور لوگوں کی جانیں ضائع کرنے کی بجائے یہ مناسب سمجھا ۔ کہ صرف ابُوسفیان کا کام تمام کر دیا جائے ۔ چنانچہ وہ اِس کے وطن میں گئے ۔ اور موقع پا کر اُسے قتل کر ڈالا ۔

(۳) سریۂ بیرِ معُونہ

نجد کے علاقے میں معونہ ایک کنواں ہے جس کے نواح میں بنی عامر بستے ہیں ۔ یہاں کا ایک مشہور سردار ابوبراء عامر بن مالک جو نیزے کی لڑائی میں بہت مشہور تھا ۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگرچہ بظاہر یہ شخص مسلمان نہیں تھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا دل اسلام کی طرف مائل تھا۔ صرف قوم کی ملامت کے خوف سے اسلام کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس شخص نے آپ سے درخواست کی۔ کہ آپ میرے ساتھ کچھ آدمی وعظ کرنے کو نجد کی طرف بھیج دیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ بہت سے آدمی اسلام قبول کر لینگے۔ آپ نے فرمایا۔ اہل نجد سے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے عرض کی۔ کہ میں اُن کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ آپ نے چالیس آدمی جو قرآن شریف کے قاری اور نہایت ہی عابد اور زاہد تھے۔ اُس کے ساتھ کر دئیے اور ایک شقہ بھی نجد اور بنی عامر کے رئیسوں کے نام لکھ دیا۔ جب یہ قاریوں کی جماعت بیر معونہ پر پہنچی۔ اور سب آدمی تو وہیں ٹھیرے رہے۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ ابو براء کے بھتیجے عامر بن طفیل بن مالک کے پاس جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شقہ لے کر گئے۔ یہ شخص اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور اپنے چچا کے خلاف مسلمانوں کا سخت مخالف۔ اُس نے آگا پیچھا کچھ بھی نہ دیکھا اور حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو تو اُسی وقت

قتل کر ڈالا - اور پھر ایک بھاری فوج لے کر مسلمانوں پر چڑھ آیا - اِس قلیل مگر ہمت کی قوی جماعت نے اپنی مردانگی و جرأت کے خوب جوہر دکھائے - مگر اتنے جم غفیر کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے - سب کے سب شہید ہو گئے - اِنہیں بزرگوں میں عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے - جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جب آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمیت مکے سے نکل کر غار حرا میں پناہ گزین ہوئے تھے - کھانا پہنچایا کرتے تھے - اور پھر مدینے کو آتے وقت بھی آپ کے ہمرکاب تھے ✦

اِس واقعہ سے ابو براء کو ایسا صدمہ پہنچا - کہ وہ اِسی رنج و الم میں تھوڑے ہی عرصے کے بعد مر گیا - اُس کے بعد اس کے بیٹے ربیعہ نے اپنے عم زاد بھائی عامر کو جس کی شرارت سے یہ جانکاہ حادثہ ہوا تھا - اِس نیت سے نیزہ مارا - کہ اِس خبیث کے ناسازگ وجود سے دنیا کو پاک کر دے مگر وہ ظالم اُس وقت نیزے کے زخم سے نہیں مرا - ہاں چند روز بعد وبا سے مر گیا ✦

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اِن پارسا قاریوں اور سریۂ رجیع کے شہیدوں کی خبر ایک

ہی وقت پہنچی - اس خبر سے آپ کو بہت صدمہ ہوا مگر بجز صبر کے اور کوئی چارہ نہ تھا - کہتے ہیں کہ اس صدمے کا اثر آپ پر چالیس دن تک رہا - اور ہر صبح کی نماز میں آپ اُن بے گناہ مقتولوں کے حق میں دُعا مانگتے رہے +

(۴) غزوۂ بنی نضیر

سریّۂ بیر معونہ میں جتنے مسلمان گئے تھے - اُن میں سے صرف ایک عمرو بن اُمیّہ ضمری رضی اللہُ عنہُ بچ رہے تھے - یہ مدینے کو واپس چلے آتے تھے کہ راہ میں قبیلۂ بنی عامر کے دو آدمی اُنہیں مل گئے - یہ وہ قبیلہ تھا - جس کے ہاتھ سے عمرو رضی اللہُ عنہُ اپنا سارا قافلہ لٹا چکے تھے - اور بڑی دلیری سے اپنی جان بچا کر آرہے تھے - اِس لئے اُن سے رہا نہ گیا - اور موقع پا کر اُن دونو کو قتل کر ڈالا - یہ دونو شخص اگرچہ تھے قبیلہ بنی عامر سے - لیکن اسلام کے مخالف نہ تھے - بلکہ وُہ رسُولِ خُدا صلے اللہُ علیہِ وسلّم کے ساتھ عہد کر چکے تھے - مگر عمرو کو یہ حال معلوم نہ تھا - جب اِس واقعہ کی خبر رسُول علیہِ السّلام کو پہنچی تو آپ نے بڑا افسوس کیا - اور تجویز کی - کہ اِن دونو

کا خونبہا ان کے وارثوں کو دیا جائے - اس لئے کُل مدینے والوں سے چندہ طلب کیا گیا تاکہ خونبہا ادا ہو جائے - بنی نضیر جو یہودی تھے - اُن سے بھی چندہ طلب کیا گیا - کیونکہ اُن کے ساتھ ایسے امور میں ایک دوسرے کی امداد کرنے کا عہد ہو چکا تھا - اس لئے اُنہیں چندے میں شریک ہونا عہد نامے کے مطابق ضرور چاہیئے تھا - اس کے علاوہ بنی عامر جن کو یہ چندے کا روپیہ دیا جاتا - اُن کے دوست تھے - لیکن اِن بے انصافوں نے کِسی بات کی بھی پرواہ نہ کی - عہد اور دوستی کو بالائے طاق رکھا - اور چندہ دینے سے صاف انکار کر دیا - در اصل ان لوگوں کو مسلمانوں کی یہ روز افزوں ترقی بہت ناگوار معلوم ہوتی تھی - اِن کے یہ عہد معاہدے صرف دفع الوقتی کے واسطے ہوتے تھے - جن کا موقعہ پر ذرا بھی اثر ظاہر نہ ہوتا تھا - چنانچہ پہلے اُحد کی لڑائی کے وقت معاہدے کی کچھ رعایت نہ کی تھی - اَب پھر چندہ دینے سے پہلو تہی کی - بلکہ اِس موقع پر تو اُن کے کینے اور حسد کی آگ کا شعلہ جوش مار کر سینوں سے باہر نکل آیا - جس کی تفصیل یہ ہے - جب وہ رحیم رسُول صلّی اللہُ علیہِ وسلّم اُن کے محلّے میں اُن کو سمجھانے کی غرض سے تشریف لے گئے - تو ایک ظالم نے کوٹھے پر سے ایک بھاری پتھر آپ کو مار ڈالنے کی

غرض سے لڑھکا دیا - مگر حافظ حقیقی نے آپ کو وقت پر خبر کر دی - اور آپ صحیح اور سلامت وہاں سے نکل آئے اُحد کی لڑائی کے وقت تو اِن ناقدر شناسوں نے صرف اِسی قدر بیوفائی پر کفایت کی تھی - کہ معاہدے کے مطابق مکّے والوں کی لڑائی میں آپ کی امداد نہ کی - لیکن اس وقت بیوفائی کے علاوہ آپ پر سخت حملہ بھی کیا - پس اِن حالات کے لحاظ سے آئندہ کے لئے اَیسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اتحاد کے سلسلے کو دو دفعہ بد عہدی کی چھُری سے خود کاٹ ڈالا - نئے سِرے سے کسی قسم کے معاہدے کرنے کی بجائے یہ ضرور ہوا - کہ ایسے ناقدر دان - دھوکے باز اور بد باطنوں کا معقول طور پر تدارک کیا جائے - اِس واسطے آپ نے اُن کے محلّے کا محاصرہ کر لیا اور چھ دِن تک برابر لڑائی ہوتی رہی - آخر کو اُنہوں نے جب دیکھا - کہ اب کوئی صورت رہائی کی نظر نہیں آتی - تو ناچار صلح کی درخواست کی - مگر افسوس کہ ابھی گفتگو ہی ہو رہی تھی - اور صلح نامہ کی شرائط وَغیرہ نہ طے ہونے پائی تھیں - کہ عبد اللہ بن اُبی منافق نے اُنہیں بھڑکایا اور اپنی امداد کا ایسا چکمہ دیا - کہ وہ قلعہ بند کر کے لڑائی کو تیار ہو گئے - آپ نے پھر چڑھائی کی - اور اُن کا محاصرہ کر لیا - اِس کشمکش میں

بہت سے دن گزر گئے ۔ آخر لاچار ہو کر اُنھوں نے یہ درخواست کی ۔ کہ ہمیں مدینے سے نکل جانے کی اجازت اس شرط سے دی جائے ۔ کہ ہتھیاروں کے سوا جس قدر مال و اسباب ہم اپنے اُونٹوں پر اُٹھا کر لے جاسکیں ۔ اُٹھا لے جائیں۔ اُس رَحْمَۃٌ لِلْعَالَمِیْن نے اُن کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ اور بنی نضیر چھ سو اُونٹوں پر اپنا مال و متاع لاد کر مدینے سے نکلے ۔ اور خیبر میں جاکر آباد ہو گئے ۔ اور چلتے وقت اپنے مکانوں کو جو مدینے میں تھے ۔ اپنے ہاتھوں سے گِرا گئے ۔

اِس فیصلے کے بعد آپ نے انصار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کو جمع کیا ۔ اور اُن کی ہمت و مروت کی تعریف کرکے اُن کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ۔ کہ خداوند تعالےٰ نے بنی نضیر کے گھروں اور اُن کے مال و دولت سے ہماری مدد کی ہے ۔ اب اگر تم چاہو ۔ تو یہ سب مال و دولت تمہیں کو تقسیم کر دیا جائے ۔ اور جس طرح مہاجر لوگ اب تک تمہارے گھروں میں رہتے ہیں ۔ اُسی طرح آئندہ بھی رہیں ۔ یا سب مال و متاع اور گھربار مہاجروں کو دے دیا جائے ۔ اور آیندہ وُہ جُدا اپنے گھربار بنا کر رہیں۔ اور اپنا خانہ داری کا انتظام علٰحدہ کر لیں ۔ اس صورت میں تمہاری

تکلیف ہلکی ہو جائیگی ۔ اور وہ بھی اور خانہ داروں کی طرح اپنے اپنے گھر والے ہو جائینگے ۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے جو انصار میں سے بڑے رئیس و سردار تھے ۔ جواب میں عرض کیا ۔ کہ آپ منظور فرمائیں ۔ تو ہماری خوشی اس میں ہے ۔ کہ آپ یہودیوں کی ساری جائداد ہمارے مہاجر بھائیوں کو جو محض دین کی خاطر اپنے گھر بار ۔ مال و متاع ۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ اس قدر دُور دست شہر میں چلے آئے ہیں ۔ تقسیم فرمادیں ۔ وُہ جس طرح چاہیں ۔ اُن کو اپنے صرف میں لائیں ۔ لیکن جس طرح اب ہمارے گھروں میں رہتے ہیں ۔ اُسی طرح آئندہ بھی رہیں ۔ کیونکہ ان کے مُبارک وجود ہمارے واسطے برکت و رحمت کا ذریعہ ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کے اِن ہر دو مقبول بندوں کی تقریر کی تمام انصار نے تائید کی ۔ جناب رسُول عَلَیْہِ السَّلَام اُن کی اس جوانمردی اور کشادہ دِلی سے بہُت ہی خوش ہوئے ۔ اور اُن کے حق میں دُعائے خیر فرمائی ۔ اور انصار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کی خواہش کے مطابق بنی نضیر کی جائداد مہاجروں کو تقسیم کر دی ۔ اور جو لوگ انصار میں سے غریب و شکستہ حال تھے ۔ اُن کو بھی حِصّہ دِیا ۔ اور ایک

تلوار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی +

اے عزیز طالب علمو! یہ اثر تھا اُس بنی نوع انسان کے ہمدرد اور خیر خواہ کی تعلیم کا۔ جس نے زمین پر نہ تو کسی کالج میں تعلیم پائی تھی۔ اور نہ کسی یونیورسٹی کا ڈپلوما حاصل کیا تھا۔ نہ اُس کی درسگاہ کی کوئی عالیشان عمارت تھی۔ نہ اُس کی تعلیم کے نصاب میں بڑی بڑی مجلد کتابیں داخل تھیں۔ یہی ایک کتاب قرآن مجید تمام انسانوں کی تعلیم کے واسطے اُس کو عطا ہوا تھا۔ اور یہی اُس نے اپنے شاگردوں کو پڑھایا تھا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِسی ایک مبارک کتاب کی تعلیم نے اُن کی حالت میں ایسا اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ جیسا سائے اور دھوپ۔ بینا اور نابینا۔ ظلمت اور نور میں ہوتا ہے پس اے برخوردار طالب علمو! تم کو بھی چاہیئے۔ کہ اس کتاب کو تمام کتابوں سے اول پڑھو۔ اور غور و فکر سے پڑھو۔ اُس کے ساتھ ایسی محبت اور ایسا اُنس پیدا کرو۔ کہ وہ زندگی کے کسی وقت بھی تم سے جدا نہ ہو سکے۔ پھر موت کے بعد قبر میں اور حشر کے دن وہ خود تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیگی۔ اور یاد رکھنا۔ کہ تمہارے بڑے کام آئیگی +

(۶) وفات۔ نکاح اور تولّد کے چند واقعات

اسی سال میں اُمّ المومنین زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اَللہُ عَنہَا نے وفات پائی اور رسُول خدا صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے نواسے حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے بیٹے عبد اللہ کی آنکھ میں مُرغی نے ایسی چونچ ماری۔ کہ وہ اِسی کے صدمے سے فوت ہو گئے۔ شعبان کی چوتھی تاریخ کو جناب حسین رَضِیَ اللہُ عَنہُ پیدا ہوئے۔ اور جناب رسول خدا صَلیَّ اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے اُمِ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا سے جن کا شوہر تھوڑے دِن ہُوئے فوت ہو چکا تھا۔ نکاح کیا۔

اِس سال کے واقعات میں سے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رَضِیَ اللہُ عَنہَا کی وفات سب سے بڑا حادثہ ہے۔ جس دِن یہ سانحہ ہُوا ہے۔ حضرتؐ اپنے اصحاب میں بیٹھے تھے۔ کہ کسی شخص نے آکر کہا۔ جعفر۔ علی اور عقیل رَضِیَ اللہُ عَنہُم کی والدہ فوت ہو گئیں۔ آپ فرمانے لگے۔ اُٹھو اپنی ماں کی طرف چلیں۔ فوراً سارے اصحاب اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اور آپ اُن سب کے ساتھ اُس مرحومہ کے گھر میں تشریف لائے۔ اور سرہانے بیٹھ کر فرمانے لگے۔ یَا اُمِّی بَعدَ اُمِّیْ۔ اے

میری ماں کے بعد میری ماں، پھر ان کے اخلاق اور صفاتِ حسنہ کا ذکر کیا۔ جب غسل دیا جا چکا۔ تو آپ نے اپنا پیراہن مبارک اُتار کر اُن کے کفن کے واسطے دیا اور جنازے کے ساتھ قبرستان تک کندھا دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر قبر کھودنے میں بھی مدد کی۔ جب لحد بن چکی۔ تو آپ اُس میں اُتر کر دراز ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد نکل کر فرمایا۔ لاؤ۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ +

اِس واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ اپنے بزرگوں کی کیسی تعظیم کرتے تھے۔ لیکن کسی بزرگ یا عزیز کی موت اور تکلیف کے وقت جزع و فزع ہرگز نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خود بھی صبر کرتے اور اور لوگوں کو بھی صبر کی تعلیم فرماتے اور نہایت صبر و شکر کے ساتھ خدائے پاک کی رضامندی میں مصروف ہوتے۔ اسی طرح ہم مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ ہم بھی ایسی مصیبتوں کے وقت میں آپ کی پیروی کریں۔ اور کوئی ایسا کام نہ کریں۔ جس سے قضائے الٰہی کے ساتھ ہماری مخالفت اور ناراضگی ظاہر ہو +

(۷) غزوۂ بدرُ الاُخرٰے

اِسے بدر موعد اور بدر صغرٰے بھی کہتے ہیں۔ جنگِ اُحد کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ابوسُفیان مسلمانوں سے اس مقام پر لڑنے کا وعدہ کر گیا تھا۔ لیکن جب دُوسرے سال اُس نے مسلمانوں کی عظمت و شوکت کی روز افزوں ترقی کا حال سُنا تو دِل میں بہت ڈرا۔ اور نعیم بن اسود سبحی کو بیس اُونٹ دیکر کہا کہ تم مدینے جا کر کوئی ایسا داؤ کھیلو۔ کہ وہ لوگ ہمارے مقابلے کے لئے نکلیں ہی نہیں۔ تاکہ ہم پر وعدہ خلافی کا الزام نہ آسکے۔ نعیم نے مدینے میں آکر قریش کی شان و شوکت اور اُن کی فوج کی کثرت کی جھوٹی خبریں مشہور کرنی شرُوع کیں۔ جنہیں بعض دل کے کمزور مسلمانوں نے سچ سمجھا۔ اور ڈر کر مقابلے سے جی چرانے لگے۔ اِس موقع پر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے آپؐ کی خدمت میں آکر کچھ اس قسم کی باتیں بیان کیں۔ جن سے آپ بہت خوش ہُوئے۔ اور فرمانے لگے۔ مَیں غزوے کے واسطے ضرور جاؤنگا۔ خواہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ ہو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ سب لوگ تیار ہو گئے۔ اور بہت سا

مال اپنے ساتھ لے کر بدر پر پہنچ گئے۔ آٹھ دن یہیں قیام رہا۔ اُدھر ابوسفیان بھی مکّے سے کوئی سات آٹھ میل تک آیا۔ مگر یہ کہہ کر چلا گیا۔ کہ اِس سال قحط ہے۔ سارا جنگل خشک پڑا ہے۔ چوپائیوں کے لئے گھاس اور آدمیوں کے لئے دودھ مل نہیں سکتا۔ اِس لئے جنگ کرنا مناسب نہیں۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ ابوسفیان ڈر کے مارے واپس چلا گیا ہے۔ تو وہ بھی خوشی خوشی واپس چلے آئے۔ اور جس قدر اسباب ساتھ لے گئے۔ اُسے آن کر بیچ ڈالا۔ جس میں اُنہیں بہت کچھ منافع ہُوا۔

(۸) تعلیم توریت کا حکم

آپ کو یہودیوں کے ساتھ اکثر خط و کتابت کا موقع پڑتا تھا۔ اِس واسطے آپ نے زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو حکم دیا۔ کہ وہ توریت کو پڑھیں اور نیز یہودیوں کی خط و کتابت کا طریق سیکھیں۔ تا کہ ضرورت کے موقع پر اُن لوگوں کی دھوکہ بازی اور شرارت سے بچے رہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے پندرہ ہی دن میں اس کام کو پورا کیا

(۹) خمر کا حرام ہونا

قاعدے کی بات ہے - کہ اِنسان کو ملک اور قوم کی رسموں اور عادتوں کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے - کہ وہ کتنی ہی بُری اور مضر کیوں نہ ہوں - ایک دفعہ ہی چھوٹ نہیں سکتیں - جب کبھی کوئی مصلح پیدا ہوتا ہے - تو اُن کے دُور کرنے کے لئے اُسے نہایت صبر - تحمّل اور تدبیر سے کام لینا پڑتا ہے - پس جن لوگوں کو خداوند تعالےٰ نے ذہن کی صفائی اور فہم کی رسائی عطا فرمائی ہے - وہ تو اپنے اُس مہربان و خیرخواہ مصلح کا اشارہ پاتے ہی اُن سے بر کنار ہو جاتے ہیں - مگر جن کی طبیعتیں متوسط درجے کی ہوتی ہیں - اُن کے لئے اُن کے معلّم کو اِن رسموں اور عادتوں کی مضرت ذرا صراحت کے ساتھ بیان کرنی پڑتی ہے - اور جو طبیعتیں اس سے بھی کمتر ہوتی ہیں - اُن کو صاف الفاظ میں اُن کے چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے - اور ساتھ ہی نہ چھوڑنے کی حالت میں سزا کا حکم بھی سُنایا جاتا ہے ٭

جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جب رسالت کا جلیل منصب عطا ہُوا ہے - تو

آپ نے بھی اِس کا شروع اپنے ملک و قوم کے لوگوں سے ہی کیا ۔ اور ملک عرب میں جہاں اور ہزاروں بد عادتوں ۔ قبیح رسموں اور گمراہی و ضلالت کے عقیدوں کا زور تھا ۔ شرابخوری کی رسم بد بھی اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی ۔ آپ کو بھی اس حکیم مالک تعالےٰ شانہٗ نے تمام قباحتوں اور گمراہی کی ظلمتوں کے دُور کرنے کے واسطے نہایت صبر ۔ تحمّل اور تدبیر سے کام لینے کے طریق کی ہدایت فرمائی ۔ سب سے پہلے تو شرک و بُت پرستی کی بیخ کنی ضروری تھی ۔ اس لحاظ سے آپ کا اہم اور مقدم کام اس کو دور کرنا تھا ۔ اِس واسطے اس کی مذمت علانیہ طور پر کی ۔ لیکن عجیب طرز اور پیرائے میں ۔ کہ اور اور بد عادتوں کی اصلاح بھی ساتھ ساتھ اشاروں اور کنایوں سے ہوتی رہی ۔ مگر ضرورت کے وقت اُن کی مذمت بھی وضاحت کے ساتھ کی ۔ چنانچہ شرابخوری کی قبیح عادت کا انسداد یوں ہوُا ۔ کہ اس کی مذمت میں پہلے یہ آیت نازل ہوئی :۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (تجھ سے خمر اور جوے کی نسبت پوچھتے ہیں ۔ سو تو اُنہیں کہ دے ۔ کہ ان دونو میں گناہ بہت بڑا ہے ۔ اور کچھ فائدے بھی

اور اُن کے گناہوں کی مقدار اُن کے فوائد کی مقدار سے بہت ہی بڑی ہے) اس پر بہت سے لوگوں نے اِس کا استعمال چھوڑ دیا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:- یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی (اَے ایمان والو! اَیسی حالت میں کہ تم مست ہو۔ نماز کے نزدیک بھی نہ جاؤ) اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد اس بلا میں صرف وُہ لوگ مُبتلا رہ گئے۔ جنہیں اس کی بڑی لت لگی ہوئی تھی اور وہ بھی اَیسے وقت اس کا استعمال کرنے لگے کہ اگلی نماز کا وقت آنے تک سے پہلے اس کے نشے کا اثر ذرا بھی باقی نہ رہے۔ لیکن احکم الحاکمین کو یہ منظور تھا۔ کہ دیندار اس کا استعمال بالکل ہی چھوڑ دیں۔ کسی وقت بھی کوئی مسلمان اس کا استعمال نہ کرے۔ اِس لئے اِس سال میں نیچے کی آیت نازل ہوئی۔ جس سے اِس کا استعمال بالکل حرام ہوگیا۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ط فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ۝ (اے ایمان والو!

اس میں کچھ شک نہیں ۔ کہ خمر اور جُوا اور جھوٹے معبودوں کے نشان اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں ۔ پس تم ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ بات تو یہ ہے کہ شیطان چاہتا ہے۔ کہ تمہیں خمر اور جوئے میں لگا کر تمہارے درمیان دشمنی اور بَیر ڈال دے ۔ اور خدا کے ذکر اور نماز سے روکے ۔پس کیا اب تم اس سے باز آجاؤ گے؟ +

اس آیت کا اُترنا تھا ۔ کہ مدینے میں منادی کرا دی گئی ۔ کہ خمر کا پینا حرام ہے ۔ اس منادی کے سُنتے ہی سب نے اس کا استعمال چھوڑ دیا ۔ اور جس قدر خمر کسی کے پاس موجود تھی ۔ وہ اس نے پھینک دی ۔ یہاں تک کہ بازاروں میں بہ نکلی +

اِس واقعہ کے بعد تمام مسلمانوں میں اس اُمّ الخبائث کا ہر ایک قسم کا استعمال چھوٹ گیا ۔ یہاں تک کہ اِس کا بیچنا بھی بند ہو گیا + سخت افسوس ہے آج کل کے اُن مسلمانوں پر جو کھلے بازاروں میں اس کی دُکانیں کھولے بیٹھے ہیں ۔ اور اُن پر جو اس کو پی کر اُس سزا کے مستحق بنتے ہیں ۔ جو اس کے پینے والوں کے لئے مقرر کی گئی ہے ۔ نعُوذُ باللہِ مِنھَا +

پانچواں باب

(۱) نکاح زینب بنت جحش

زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا آپ کی پھوپھی کی بیٹی اور عبد اللہ بن جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بہن تھیں۔ اُن کا نکاح آپ نے زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ساتھ کر دیا تھا۔ جو نبوت سے پہلے آپ کے غلام تھے۔ اور بعد میں آزاد ہو چکے تھے۔ اگرچہ زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بہت ہی صالح تھے۔ مگر آزاد شدہ غلام ہونے کی وجہ سے زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو جو بڑی عالی نسب بی بی تھیں۔ اُن کے ساتھ وہ محبت اور اُلفت نہیں تھی۔ جو میاں بی بی میں ہونی چاہیئے۔ اس واسطے اُن کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ اس اَن بَن کی آپ کی خدمت میں بھی کئی دفعہ شکایت ہوئی اور آپ نے دونو کو بہت کچھ سمجھایا۔ لیکن اصلاح نہ ہوئی اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میں نے زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو طلاق

دے دی - اس طلاق کے واقع ہونے کے بعد حکم خدا کے بموجب زینب رضؓ کے ساتھ اُن کی دلجوئی کے لئے آپ نے نکاح کرلیا +

(۲) غزوۂ بنی مُصطلق

اِسے غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں - اور اِس کی وجہ یہ تھی - کہ حارث بن ضرار بنی مصطلق کے رئیس و سردار کے دل میں بھی مسلمانوں کی مخالفت پیدا ہوگئی - اس واسطے اُس نے اُن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا - اور اِس ارادے کے پورا کرنے کے واسطے کتنے ہی قبائل کو اپنے ساتھ ملاکر ایک بھاری فوج جمع کرلی - جب یہ خبر آپ کو ملی - تو آپ نے صرف بریدہ بن خضیب اسمی رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا - وہ خود حارث بن ضرار سے جاکر ملے - اور اُس کے ارادوں کی کیفیت دریافت کرکے واپس حاضر ہوئے - اور ساری حقیقت آپ کی خدمت میں عرض کردی - چونکہ حملے کے لئے بہت سی قومیں جمع ہو چکی تھیں - اِس لئے آپ نے اپنی جمعیت کے ساتھ جس میں بہت سے منافق بھی شامل تھے - مُریسیع نام کوئیں پر جا مقام کیا - جب آپ کے تشریف لانے کی خبر حارث اور اس کی فوج

کو ملی - تو بنی مُصطلق کے سوا اور تمام قبیلے ڈر کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے - صرف حارث اور اس کی قوم باقی رہ گئی - اس واسطے وہ اپنی ہی قوم کو لیکر مقابلے کو آیا اور لڑائی کی ابتدا کی - تھوڑی ہی دیر کے بعد مخالفوں کو شکست ہوئی - مسلمانوں کی طرف سے ایک آدمی شہید ہوا - مگر حارث کی طرف سے دس آدمی مارے گئے - اور باقی سب کے سب گرفتار کر لیئے گئے ۔

لڑائی کے بعد غنیمت کا مال تقسیم کیا گیا - اُس وقت اس قوم میں سے ایک شخص نے آکر اسلام قبول کرلیا - اور حارث کی بیٹی جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے تو اپنا اسلام ظاہر کیا - اور پھر کہا - میں ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے حصے میں آئی ہوں - وہ مجھے روپیہ لے کر چھوڑنا چاہتا ہے - مگر میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں - آپ میری دستگیری فرمائیں - اور مجھے اِس مصیبت سے چھڑائیں - آپ نے فرمایا - مَیں تیرے ساتھ اِس سے بہتر سلوک کرونگا - اُنھوں نے پُوچھا وہ کیا ؟ آپ نے فرمایا - میں تجھے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لُونگا - یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئیں - آپ نے اُسی وقت ثابت بن

قیس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کو روپیہ دے کر اُن سے نکاح کر لیا۔ جب مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اُنہوں نے سارے قیدیوں کو بلامعاوضہ چھوڑ دیا۔ اَور کہا کہ اب یہ قوم ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی رشتہ دار ہو گئی۔ اس واسطے مناسب نہیں کہ اب غلامی کی ذلت میں رہیں اَور آزاد نہ کر دئے جائیں۔ اس نکاح سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا یہی بڑا مقصد تھا۔

اس غزوے میں کوئیں سے ڈول نکالنے پر دو مسلمانوں کی کہ ایک مہاجرین اَور دُوسرا انصار میں سے تھا۔ آپس میں تکرار ہو گئی۔ مہاجرین و انصار اپنے اپنے آدمی کی حمایت کو آئے۔ اَور قریب تھا۔ کہ دونوں میں لڑائی ہو جائے۔ لیکن مہاجرین نے اپنے بامروّت انصار بھائیوں کی خاطر اُن کے آدمی سے معافی مانگی۔ چنانچہ وہ راضی ہو گیا۔ اور جھگڑا مِٹ گیا۔ مگر یہ خبر عبداللہ بن اُبی منافق کو پہنچی۔ تو اُس نے آگ بگولا ہو کر کہا۔ کہ اِن لوگوں کو دیکھو۔ کہ ہماری بدولت ہی تو اُنہیں یہ شان و شوکت نصیب ہوئی ہے۔ پھر ہم ہی سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ ہماری اِن کی تو وہی مثال ہے۔ جیسا کہا گیا ہے۔ اپنے کُتے کو اپنے ہی چیر پھاڑ

کھانے کے لئے پال ۔ اچھا ۔ اب مدینے میں پہنچ لیں۔ ذی عزت ذلیل کو وہاں سے نکال دیگا اور اس آخری فقرے سے یہ مطلب تھا ۔ کہ میں رسُول خدا صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کو مدینے سے نکال دُونگا۔ جس وقت اُس نے یہ باتیں کہی ہیں ۔ اُس وقت زید بن ارقم انصاریؓ وہاں موجود تھے ۔ اُنہیں اُس کا یہ گستاخانہ اور مغرورانہ کلام بہت ہی ناگوار معلوم ہوُا اِس لیئے یہ ساری کیفیت آپ کی خدمت میں آکر بیان کر دی ۔ اس موقع پر اُسید بن حُضیر رَضِیَ اللہُ عَنہُ بھی آپ کی خدمت میں موجوُد تھے۔ اُنہوں نے یہ تجویز پیش کی ۔ کہ عبد اللہ کو مدینے سے جلاوطن کر دیا جائے ۔ مگر جب اُس کو اِس تجویز کی اطلاع ہوئی ۔ تو اُس نے پہلے تو جھوٹی قسم کھا ان باتوں کے کہنے سے صاف انکار کر دیا۔

لیکن جب خداوند تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس کا جھوٹ ظاہر کر دیا ۔ تو لوگوں نے معذرت پر اُسے مجبوُر کیا ۔ مگر نہیں مانا ۔ اور اکڑنے لگا۔ اِسی حال پر آپ مدینے پہنچ گئے ۔ عبد اللہ کا ایک بیٹا بڑا پکا مسلمان تھا ۔ اور مدینے ہی میں رہ گیا تھا ۔ جب اُسے اپنے باپ کی اس نامعقُول حرکت کی خبر ملی ۔ تو وہ گھر سے نکل کر راہ میں

ہی باپ کو آن ملا - اور کہنے لگا - میں تجھے اپنے گھر میں نہ جانے دونگا - تو بہت ذلیل آدمی ہے - جب آپ کو اِس امر کی اطلاع ہوئی - تو آپ نے عبداللہ کے بیٹے کو کہا - اسے چھوڑ دے اور گھر سے نہ نکال اور جو کچھ ہوا - اُس سے در گذر کر +

اسی غزوے میں ایک اور امر ایسا ہوا - جس کا بیان کرنا ضروری ہے - آپ مدینے کے نزدیک منزل صُلصُل میں تھے - کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ایک زیور راستے میں گر پڑا - اُنہوں نے آپ کی خدمت میں اِس امر کی اطلاع دی - آپ نے اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھیرنے کا حکم دیا - تاکہ کھوئی ہوئی چیز کو ڈھونڈ لیں - اس منزل میں نہ تو لوگوں کے اپنے ہی پاس پانی تھا - اور نہ کہیں قرب و جوار سے مل سکتا تھا - اس واسطے جب نماز کا وقت ہوا - تو لوگ حیران تھے کہ کیا کریں - اتنے میں تیمم کی آیت نازل ہوئی - چنانچہ لوگوں نے صبح کی نماز تیمم کر کے پڑھی - جب وہاں سے آگے روانہ ہوئے - تو کھویا ہوا زیور بھی اُونٹ کے نیچے پڑا مل گیا - گویا اس کا کھویا جانا اور باوجود تلاش کے بھی نہ ملنا اسی غرض سے تھا - کہ اس اُمت مرحومہ کو نماز کے ادا کرنے کے واسطے تیمم جیسی آسانی

کی ایک تازہ نعمت مرحمت ہو۔ اسی تشکر تے ہیں اُسید بن حضیر رَضِیَ اللہُ عَنۂُ نے کہا تھا۔ کہ اسے آل ابوبکرؓ! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے یعنی اس سے پہلے بھی تمہاری بدولت مسلمانوں کو بہت سی برکتیں حاصل ہوئی ہیں۔ اور یہ تمہاری ایک اور تازہ برکت ہے۔

اِس غزوے کے متعلق اب صرف اُس بہتان عظیم کا ذکر کرنا باقی ہے۔ جو اُمّ المؤمنین جناب عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا پر دل کے منافق اور ظاہر کے مسلمانوں نے باندھا تھا اور جس میں سوائے جھوٹ اور بیہودہ تہمت کے اور کچھ نہ تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:-

جب اِس غزوے سے واپس تشریف لائے۔ آخری مقام مدینے کے قریب ہوا۔ کوچ کرنے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا کو رفع حاجت کے لئے اپنے ہودج سے نکل کر باہر جانا پڑا۔ اور لوگوں کی نگاہ سے بچنے کی غرض سے وہ پڑاؤ سے دُور چلی گئیں اور ابھی واپس تشریف نہیں لائی تھیں۔ کہ سب لوگ روانہ ہو گئے۔ جو آدمی اُن کے ہودج کو اُونٹ پر رکھنے کے لئے مقرّر تھے۔ وہ بھی ہودج کو اُونٹ پر

رکھ کر چل دیے - اور اُنہیں اُمّ المومنین رضی اللہُ عنہا کے خرد سال اور لاغر و نحیف ہونے کی وجہ سے ہودج کے وزن میں کچھ تفاوت معلوم نہیں ہُوا - اور وہ یہی سمجھے کہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا ہودج میں ہی ہیں - جب اُمّ المومنین رضؓ واپس تشریف لائیں - تو وہاں کسی کو موجود نہ پایا - سخت گھبرائیں - آخر کو یہ خیال آیا - کہ جب مجھے ہودج میں نہ پائینگے - تو کوئی نہ کوئی شخص میرے لینے کو آئیگا - اگر میں کہیں اِدھر اُدھر ہو جاؤں - تو اُنہیں ڈھونڈنے میں بہت تکلیف ہوگی - اس واسطے وہیں لیٹ رہیں - لیکن کوئی حکمت الہٰی تھی - کہ ان کا یہ خیال پورا نہ ہُوا اور کسی کو یہ شک نہ گزرا کہ ہودج خالی ہے - اس لئے کوئی لینے کو نہیں آیا اور آپ لیٹے لیٹے وہیں سو گئیں - صبح ہوئی - صفوان بن معطل اسلمی رضی اللہُ عنہُ آئے - اور اُنہوں نے دُور سے دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا ہے - پاس آئے - تو پہچانا - کہ حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا ہیں - صفوان رضی اللہ عنہُ بہت پرہیز گار اور عابد و زاہد آدمی تھے - اسی واسطے جناب رسُول خدا صلّے اللہُ علیہِ وسلم نے اُن کو اس خدمت پر مامور فرما رکھا تھا کہ وہ قافلے

کی روانگی کے بعد صبح کو چلا کریں - اور کسی کی کوئی گری گرائی چیز دیکھا کریں - تو اُسے اُٹھا کر مالک کو پہنچا دیا کریں - اُنھوں نے جب حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنھَا کو اس حال میں پڑا پایا - تو خیال کیا - کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی ہی آفت ٹوٹی ہے - جو یہ یہاں مری پڑی ہیں - اس خیال کے آتے ہی جوش و درد بھری آواز میں کہا - اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون یہ آواز سُن کر حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنھَا اُٹھ کر بیٹھ گئیں - پھر صفوان رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے اُن کو کمال عزت و تعظیم اور ادب کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار کیا - اور خود پیادہ پا مہار پکڑ کر قافلے میں آملے - اس وقت دِن بہُت چڑھ آیا تھا - قافلے کے منافقوں نے یہ حال دیکھ کر اپنی خباثت اور سیاہ دلی کا اظہار بڑی دلیری سے کیا یعنی حضرت اُمّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ عَنھَا کی پاکدامنی پر افترا باندھا اور عبد اللہ بن اُبَی منافق نے جس کی شرارتوں کا بیان پہلے بھی ہو چکا ہے - مدینے میں آکر اس طرح بہتان کی تشریح کی - کہ چند مسلمان بھی اس کے چکمے میں آگئے - اور اُنھوں نے بھی اس جھوٹی افواہ کا یقین کر لیا - اُن میں سے ایک مسطح بن اُثاثہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ بھی

تھے جو حضرت ابُوبکر رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی خالہ زاد بہن کے بیٹے اور بچپن ہی میں یتیم ہو کر اُن کے گھر میں پلے تھے۔

مدینے میں آتے ہی حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنہا بیمار ہو گئیں۔ مگر اُنہیں اِس بہتان کی کچھ اطلاع نہیں ہوئی۔ بیماری کے دِنوں میں اُنہوں نے معلوم کیا۔ کہ رسُولِ خدا صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلّمَ کی وہ شفقت نہیں رہی۔ جو پہلے بیماری کی حالت میں ہوا کرتی تھی۔ اِس لیئے وہ حیران تھیں۔ اَور اُنہیں اِس تغیّر کی وجہ معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا رات کے وقت دستور کے موافق مسطح کی ماں کے ساتھ جو اُن کے پاس رہتی تھیں۔ جنگل میں قضائے حاجت کو گئیں۔ کیونکہ اس وقت تک گھروں کے اندر پاخانے نہیں بنے تھے۔ راہ میں آتی دفعہ مِسطح کی ماں کپڑے میں پاؤں اٹک جانے سے پھسل پڑی۔ اور کہنے لگی۔ خدا مسطح کو ہلاک کرے۔ اور وہ منہ کے بل گرے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا نے فرمایا۔ کہ تو ایسے آدمی کو گالی نہیں دے رہی ہے جو بدر میں حاضر تھا اور پہلے مہاجروں سے ہے۔ اُس نے

جواب دیا۔ اَے نادان لڑکی! کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ
اُس نے تیری نسبت کیا بہتان باندھا ہے؟ پھر
سارا حال بیان کیا۔ جس کے سُنتے ہی اُن پہ غشی
طاری ہو گئی۔ بیمار تو پہلے ہی سے تھیں۔ اِس صدمے
سے بیماری میں اَور بھی ترقی ہو گئی۔ گھر آ کر
اُنھوں نے رسُول خدا صَلے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم
سے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مانگی۔ کہ
وہاں جا کر اس خبر کی تحقیقات کریں۔ آپ نے اجازت
دے دی یہ والدہ کے پاس آئیں اور آتے ہی پوچھا
کہ یہ کیا بات ہے۔ جو لوگوں میں مشہور ہو رہی ہے
اُنھوں نے جواب دیا۔ بیٹی! غم نہ کھا۔ جب لوگ
کسی عورت کو اپنے مرد کی آنکھوں میں عزیز دیکھتے
ہیں۔ تو ایسی ہی جھوٹی باتیں بنایا کرتے ہیں۔ پھر
پوچھا۔ کیا درحقیقت کوئی ایسی بات مشہور ہوئی ہے۔
اور اس کی خبر پیغمبر خدا صَلے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اَور
میرے والد کو دی گئی ہے؟ یہ کہ کر بے اختیار رونے
لگیں۔ یہاں تک کہ روتے روتے گھگی بندھ گئی۔
حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ دوسرے حجرے میں
قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور آواز سن کر وہ بھی آ
گئے۔ بہت کچھ دلاسا دیا اور صبر کرنے کی ہدایت
کی۔ مگر جوں جوں اس امر کے متعلق خبریں پہنچیں بیتابی زیادہ

ہوتی۔ اور اتنا روتیں۔ جس سے معلوم ہوتا کہ ابھی کلیجہ پھٹ کر نکل پڑیگا۔

انہیں ایام میں آپ نے ازواج مطہرات اور صحابہؓ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ سے اس بارے میں پوچھا۔ سب نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کی نسبت یہی کہا۔ کہ ہم اُس میں کوئی خطا نہیں دیکھتے۔ اور اس کی دلیل میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کیا۔ کہ آپ کے بدن مبارک پر مکھی تک تو بیٹھتی نہیں۔ کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے پاؤں میں غلاظت لگی ہو اور وہ آپ کے جسم مبارک میں لگ جائے۔ پھر کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ خدا آپ کو ایسی عورت سے محفوظ نہ رکھے۔ جس سے ایسا بُرا کام وقوع میں آئے۔ اس قسم کی باتیں حضرت عثمان اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا نے بھی کیں۔ اور حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ نے یہ بھی کہا کہ ان کی لونڈی بریرہ سے دریافت کیجئے۔ اس سے پُوچھا گیا۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ مجھے خدا کی قسم! میں نے اُس میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ جس سے مجھ کو کسی قسم کا شک ہو۔ البتہ وہ خرد سال ہونے کی وجہ سے ایسی غافل ہو کر سوتی ہے۔ کہ بکری آکر خمیر کیا ہوا آٹا کھا جاتی ہے۔ اُسے خبر نہیں ہوتی۔

اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے باوجودیکہ وہ آپ کی سَوکن تھیں اور اپنے تئیں حسین اور عالی خاندان ہونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے برابر خیال کرتی تھیں ۔ یہ جواب دیا ۔ کہ یا رسول اللہ ! مَیں اس بات کے بیان کرنے سے جسے مَیں نے کبھی دیکھا نہ سُنا بچنا چاہتی ہُوں ۔ مجھے خدا کی قسم ! کہ مَیں نے اُس میں خیر و خوبی کے سوا کبھی کچھ دیکھا سُنا نہیں ۔

ان باتوں کے سننے سے آپ کی بہت کچھ تسکین ہو گئی ۔ اَور آپ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے پاس گئے اَور اُن کی والدہ سے پوچھا ۔ بیمار کا کیا حال ہے ؟ اُنھوں نے جواب دِیا ۔ تپ لرزہ ہے ۔ آپ بیٹھ گئے اَور فرمانے لگے ۔ اَے عائشہ رضؓ ! مجھے تیری نسبت ایسی باتیں کہی گئی ہیں ۔ اگر تُو بے گناہ ہے تو خدائے تعالےٰ تیری برأت ظاہر کر دیگا ۔ اور اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے ۔ تو خدا سے معافی مانگ اور توبہ کر ۔ جب بندہ گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے ۔ تو خدا اُسے بخش دیتا ہے ۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے آنسو تھم گئے ۔ اور ضعف کے باعث اپنے باپ سے

کہنے لگیں - آپ اِس کا جواب دیں - اُنہوں نے کہا میں کیا کہوں ؟ پھر والدہ کو کہا - کہ آپ ہی جواب دیں - اُنہوں نے بھی یہی کہا - کہ میں کیا کہوں؟ پھر ذرا سنبھل کر خود ہی کہنے لگیں - میں خرد سال لڑکی ہُوں - ابھی قرآن بہت کچھ نہیں پڑھا - خدا کی قسم ! جو بات آپ نے سُنی ہے - اگر میں اُس کی نسبت یہ کہوں - کہ اس سے پاک ہوں - تو میری تصدیق نہیں کروگے - اور اگر اس امر کا جس سے میں بالکل پاک ہوں - اقرار کر لوں - تو آپ فی الفور تصدیق کروگے - پس خدا کی قسم ! میں اپنی اور آپ کی کوئی مثال نہیں پاتی - مگر یوسف کے باپ والی - جس نے کہا تھا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ - حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں - کہ میری طبیعت میں جو رنج و غم اور اضطراب تھا - اُس کی وجہ سے میں اُس وقت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا نام بھُول گئی - بلکہ حدیثوں میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ اُنہوں نے اس اضطراب میں یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ کی جگہ یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا باپ کہ دیا تھا - خیر کچھ ہی ہو - اِس تقریر کے بعد اُنہوں نے مُنہ پھیر لیا اور تکیہ لگا کر بیٹھ گئیں - اور جذبے کے عالم

میں کہنے لگیں ۔ خدا جانتا ہے ۔ کہ میں پاک ہوں۔ اور اُس نے مجھے پاک بنایا ہے ۔ اور اُمید ہے کہ وہ میری بے گناہی اور پاکی کی خبر دیگا۔ ابھی یہ کہ رہی تھیں ۔ کہ رسول خدا صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نزول وحی کی علامتیں ظاہر ہُوئیں ۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح گرنے لگے ۔جب آپ اپنے آپ میں آئے ۔ تو سورۂ نور کی پہلی دس آیتیں پڑھکر سنائیں ۔جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی برأت اور پاکیزگی بیان کی گئی ہے ۔

اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اور سارے صحابہ کو جمع کرکے وہ آیتیں سنائیں ۔ اور بہتان باندھنے والوں کو سزا دی اور ہر ایک کو اسّی اسّی تازیانے لگوائے ۔

یہ معاملہ اگرچہ بظاہر جناب رسول خدا صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے واسطے بڑا بھاری فتنہ تھا لیکن درحقیقت اس میں یہ خاص حکمت تھی ۔ کہ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کے واسطے بڑا بھاری ثبوت اور قطعی دلیل ہو جائے ۔اس واقعہ کے قرآن شریف میں درج ہو جانے کے بعد کوئی

منصف مزاج اور غور کرنے والا بندہ یہ ہرگز نہیں کہیگا - کہ قرآن شریف کلام الٰہی نہیں ہے - کیونکہ علے العموم انسان کا خاصہ ہے - کہ وہ اپنے عیبوں کو حتے الامکان چھپاتا ہے - تاکہ لوگوں کے دلوں میں اُس کی بزرگی کا شہرہ ہو - اور حقارت اور نفرت کی نگاہ سے اس کو نہ دیکھیں اور اگر اُس پر کوئی عیب لگایا جائے - تو وہ اُسے آپ ظاہر نہیں کرتا - تاکہ وہ کسی قدر عرصہ گزرنے کے بعد ایسا بھول بسر جائے - کہ کسی کو اُس کا خیال تک بھی نہ آئے - لیکن اُمّ المؤمنین والا واقعہ ایک ایسی کتاب میں درج ہوگیا - جس کا لفظ لفظ اور حرف حرف اور نقطہ نقطہ گِنا ہُوا ہے - اور جس کی شہرت زمین کی تمام آبادی پر ہوچکی ہے - جس کو موافق کیا مخالف بھی دیکھتے اور پڑھتے ہیں - اور جو دنیا کے فنا ہونے تک اسی طرح رہیگی - اس کے ایک حرف کے بدلنے پر بھی کسی کو تصرّف نہیں ہوگا - اور وہ مقدس کتاب قرآن مجید ہے پس اگر وہ کلام خدا نہ ہوتا - بلکہ جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام ہوتا - تو آپ ایسے واقعہ کو کبھی اُس میں درج نہ فرماتے - جس کے باعث کسی کو حال معلوم ہی نہ ہو سکتا -

لیکن ایسا نہیں ہُوا - جس سے ظاہر ہوتا ہے - کہ بے شک یہ خدا کا کلام ہے - پس جو لوگ اَیسی پکّی دلیل کے ہوتے بھی قرآن کو کلامِ الٰہی نہ مانیں - اور اُس سے ایمان اور ہدایت نہ حاصل کریں تو انہیں بے نصیب اور بد اقبال نہ کہیں - تو کیا کہیں - اَے عزیز بچو ! تم اَیسی بدنصیبی اور بد اقبالی سے بچنا اور قرآن جیسی نعمت و دولت سے محروم نہ رہنا - اس کو اللہ کی بھیجی ہُوئی کتاب یقین کرنا اور اُس کو اپنے تمام کاموں اور ارادوں کا امام اور ہادی بنانا +

(۳) غزوۂ خندق

اِس سے پہلے بنی نضیر کا جلا وطن ہونا غزوۂ بنی نضیر میں بیان ہو چکا ہے - جب یہ لوگ خیبر میں جاکر آباد ہو گئے - اور کچھ دنوں کے آرام کے بعد اِن میں ذرا سکت آیا - تو وہ خیبر کے یہودیوں کو ساتھ ملاکر اپنا کینہ نکالنے پر آمادہ ہو گئے - مگر اکیلے کچھ نہ کر سکتے تھے - اِس لئے عرب کے مختلف قبیلوں کے پاس گئے - اور اُنہیں مسلمانوں کے مقابلے کے لیئے اُبھارا - چنانچہ اُن کے بڑے بڑے آدمیوں کی ایک جماعت خیبر سے

چل کر مکے میں قریش کے پاس پہنچی اور اُنہیں اپنی کمک اور رفاقت کے پکے وعدے دیکر لڑنے پر آمادہ کیا۔ اور اہل کتاب ہو کر ایک سوال کے جواب میں اہل مکہ کو یہ بھی کہ دیا۔ کہ تمہارا دین (یعنی بت پرستی) اُس کے دین سے کہیں بہتر ہے اور تم اُس کی نسبت زیادہ حق پر ہو۔ کیسا تعجب کا مقام ہے۔ ایک خدا کی پرستش کا دعوے کرنے والے اہلِ کتاب ایک ہی خدا کی پرستش کرنے والوں یعنی مسلمانوں کے مذہب پر اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے بُت پرستی کو ترجیح دے رہے ہیں +

قریش یہودیوں کی امداد کی توقع پر بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مکے سے مدینے کا رُخ کیا۔ یہودیوں کی تگ و دو اور جد وجہد سے راستے میں چار پانچ اور قبیلے بھی اُن کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح کوئی دس ہزار آدمیوں کی یہ ایک جرّار فوج بڑے منصوبے باندھ کر خدائی جماعت کے مقابلے میں آئی۔ اور مدینے کے قریب پہنچ کر قریش نے تو اُدھر ڈیرا جمایا جدھر برساتی نالے بہتے ہیں۔ اور قبائل عرب نے اُحد کی طرف ڈیرے لگائے +

جب یہودی لوگ قریش کے پاس گئے اور انہوں نے لڑائی کی تیاری کی تو رسُول خدا صلّے اللہ علیہ وسلّم کو بھی یہودیوں کی ان ساری شرارتوں کی اطلاع پہنچ گئی تھی - اس موقع پر آپ نے شہر سے باہر نکل کر لڑنا مناسب خیال نہیں کیا - شہر کی حالت کو دیکھا تو اور طرفوں کو محفوظ پایا - مگر شرقی جانب کھلا میدان تھا - اس لئے سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کی مشورت سے اِدھر خندق کھدوانی شروع کی - اور اس میں آپ نے اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے بڑی محنت و جانکاہی سے کام کیا - گو بھوک اور سردی کی شدت میں مٹی اٹھانے کے کام کی سخت محنت اُٹھائی - مگر مخالفوں کے پہنچنے سے پہلے خندق تیار ہوگئی اور تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپ دشمنوں کے مقابلے کے لئے تیار ہو بیٹھے ؛

جب آپ مدینے میں تشریف لائے تھے - تو یہاں یہودیوں کے تین قبیلے بستے تھے - جیسا کہ بیان ہو چکا - اُن میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر تو اپنی ہی شرارتوں کی وجہ جلا وطن کر دئے گئے تھے - لیکن تیسرا قبیلہ بنی قریظہ ابھی تک مدینے میں موجود تھا اور اُن کا آپ کے ساتھ معاہدہ تھا - کہ لڑائی کے موقع پر آپ کی امداد کریں اور اگر مدد نہ دے

سکیں ۔ تو دشمنوں کے ساتھ بھی نہ ملیں لیکن انہوں نے بھی عہد کو بالائے طاق رکھا اور اُن کا سردار کعب بن اسد خیبر کے ایک یہودی حیی ابن اخطب کے کہنے سے مخالفوں کے ساتھ مل گیا ؎

یہ بھی کئی دفعہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مدینے میں کچھ منافق تھے ۔ جو بظاہر مسلمان تھے اور باطن میں مسلمانوں کے مخالف ۔ اس موقع پر اُن میں سے ایک شخص مغیث بن بغیر نے کہا کہ محمد صَلَّے اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ جو ہم سے اور ملکوں پر فتح پانے کے وعدے کیا کرتا ہے ۔ وہ محض جھوٹ اور غلط ہیں ۔ اُس کی یہ سب فریب کی باتیں ہیں اور اس کی انہیں باتوں نے ہمیں یہاں تک مجبور کر دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں آرام سے نہیں رہ سکتے ۔ اور قضائے حاجت کے لئے باہر نکل نہیں سکتے ۔ اس پر سب منافق آپ سے بگڑ گئے ؎

غرض اسلام کے مخالف دغا بازیوں اور عہد شکنیوں سے مسلمانوں کو صدمہ پہنچا رہے تھے ۔ مگر جو سچے مسلمان تھے ۔ وہ اُن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے اور بڑی ہمت اور استقلال کے ساتھ مخالفوں کے مقابلے کو تیار رہتے ۔ آخرکار ایک دن شام کے وقت نوفل بن عبد اللہ گھوڑے پر سوار ہو کر

مسلمانوں کی طرف بڑھا اور چاہتا تھا کہ گھوڑا اُڑا کر خندق کے پار ہو جائے۔ اور مسلمانوں کو قتل کر دے۔ مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوا۔ بلکہ خندق میں گھوڑے پر سے گر کر مرگیا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔ دشمنوں نے درخواست کی۔ کہ خوں بہا لے کر ہم کو واپس دے دی جائے۔ مگر آپ نے مُفت دے دی۔

اس واقعہ کے بعد دونو طرف کی فوجیں اپنے اپنے مقام پر چلی آئیں اور چونکہ اُس دن مسلمانوں نے لڑائی میں بہت محنت اُٹھائی تھی۔ وہ نہایت غفلت کی نیند سوگئے۔ آپ نے بڑی مشکلوں سے حذیفہ رضی اللہ عنہٗ کو جگایا اور اُسے اہل مکہ کے لشکر میں دریافت حال کے لئے بھیجا۔ اُنہوں نے واپس آکر بیان کیا۔ کہ میں نے خود ابوسفیان کے پاس ایک مخبر کو یہ کہتے سُنا ہے۔ کہ بنی قریظہ کہتے ہیں۔ تم ہمارے پاس ستر آدمی بھیج دو۔ اور اُن سے کہ دو۔ جب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں پہ حملہ کریں۔ تو وہ ہماری مدد کریں۔ یہ سُن کر آپ نے رؤسائے انصار کو بنی قریظہ کے پاس روانہ کیا اور کہا۔ کہ تم اُن سے جاکر کہو تمہاری عہد شکنی کے ارادے کی اطلاع ہمیں پہنچ گئی ہے۔ اگر ایسا

کروگے - تو ہم تمہیں تباہ کر دینگے - جب یہ لوگ اُن کے پاس پہنچے - تو اُنہوں نے جواب دیا کہ تم نے ہمارا بازو توڑ دیا - یعنی بنی نضیر کو جلاوطن کر دیا - اور پھر بھی مصالحت چاہتے ہو ؟ اس کے بعد بھی جو گفتگو ہوئی - اُس میں اُنہوں نے صاف طور پر کہ دیا - کہ ہم ہرگز صلح نہیں کرینگے - اور اپنے بھائیوں یعنی بنی نضیر کا بدلہ ضرور لینگے - یہ باتیں رات کے وقت صرف چند آدمیوں میں ہوئیں اور آپ نے اُن کو ظاہر نہیں ہونے دیا - تاکہ اِس متوحش خبر کے سننے سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں *

غرض ایسی خطرناک حالت میں ایک مہینے تک لڑائیاں ہوتی رہیں - دو دفعہ دشمنوں نے پورے اہتمام اور جوش کے ساتھ دھاوا بھی کیا - مگر دونو دفعہ اُن کو ناکامی کے ساتھ ہٹنا پڑا - ان لڑائیوں میں ایک دفعہ عمرو بن عبد وُدّ قریش کا نامی پہلوان جو اپنے تئیں رستم دستان سمجھتا تھا - خندق پر پھاند آیا اور دیو کی طرح چنگھاڑ کر کہنے لگا - ھَل مِنْ مُبَارِزْ ھَل مِنْ مُبَارِزْ ؟ یعنی کوئی لڑنے والا ہے جو مجھ سے لڑنے کو نکلے ؟ کوئی ہے جو میرے مقابلے کو آئے - سارے مسلمان خوف کے مارے سہم گئے - مگر جناب

علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ نے غیرت کھا کر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے مقابلے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا اِنَّہٗ لَعَمْرُوٗ ۔ یہ تو عمرو ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا ؎

وہ ہے گر عمرو تو ہے نام مرا بھی حیدر

غرض آپ اجازت پا کر شیر کی طرح اُس کی طرف جھپٹے اور بڑی کوشش و کشمکش کے بعد اُسے پچھاڑا اور اُس کی چھاتی پر چڑھ کر اس کا سر کاٹ لیا۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کا قاعدہ ہے۔ نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔

اس نامی پہلوان کے مارے جانے سے مکے والوں کی کمر ٹوٹ گئی ۔ اسی اثنا میں یکایک خدائے تعالٰے نے برق و باد کا ایک بھاری لشکر اُن پر بھیجا۔ محاصرے کی طوالت میں جاڑے کی سختی اور رسد کی قلت نے اہل مکّہ کی ہمتیں پست کر دی تھیں ۔ اور عرب کے جنگلی لوگ بھی جو لوٹ کی طمع سے اُن کے ساتھ مل گئے تھے۔ ہمّت ہار چکے تھے ۔ اور خود اہل مکّہ اور یہودیوں میں بھی پھوٹ سی پڑ چکی تھی ۔ مگر ابوسفیان کے دِل پر اس برق و باد کے خدائی لشکر نے ایسا اثر پیدا کیا ۔ کہ وہ راتوں رات محاصرہ اُٹھا کر بھاگ نکلا۔

اور پھر کبھی مدینے پر حملہ کرنے کی اُسے جُرأت نہ ہوئی ۔

اس لڑائی میں ایک دن ایسا بھی ہوا۔ کہ ظہر- عصر اور شام کی تین نمازیں اکٹھی قضا ہوگئیں۔ اس وقت تک نماز خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا - اس واسطے جب لڑائی سے فراغت ہوئی - تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہُ کو اذان کے لئے حکم دیا - اور اذان کے بعد اقامت پڑھ کے پہلے ظہر کی نماز پڑھائی - پھر باقی دو نمازیں بھی الگ الگ اقامت کے ساتھ باترتیب قضا کی نیت سے پڑھائیں۔

(۴) غزوۂ بنی قریظہ

یہودیوں کے قبیلۂ بنی قریظہ نے جنگ خندق میں عین ایسے موقع پر کہ آپ بے انتہا فوج کے مقابلے میں مصروف تھے - دغا بازی اور بدعہدی کی شہر کے امن میں خلل ڈالا - اور اپنے نبی جناب موسےٰ علیہ السّلام اور اپنی مقدس کتاب توریت کے بر خلاف ایک خدا کے ماننے والے مسلمانوں کو چھوڑ کر بت پرستوں کے ساتھ مل گئے ۔ اور کھلے طور پر اپنا ارادہ ظاہر کر دیا - کہ ہم بنی نضیر کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہینگے - ان وجوہات کے لحاظ سے ضرور

تھا۔ کہ اس سرکش قوم کی شرارت کا آئندہ کے لئے کافی طور پر انسداد کیا جائے۔ اس لئے خدائے تعالٰے نے اپنے نبی برحق صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جبکہ آپ نے جنگِ خندق کے ہتھیار بھی نہیں اُتارے تھے یہ حکم دیا کہ اس قوم کا بھی فیصلہ کر لو۔ پھر ہتھیار اُتارنا چنانچہ آپ نے اُسی وقت اپنی جمعیت کو ساتھ لیکر اُن کی گڑھی کا محاصرہ کر لیا۔ جو پچیس دِن تک رہا+

اِس عرصے میں ایک دفعہ یہودیوں نے اپنے سردار کعب بن اسد سے مشورہ کیا۔ کہ کیا کرنا چاہیئے اُس نے کہا۔ اے قوم! تم کو مناسب ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی سی ایک مان لو۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس شخص پر ایمان لاؤ۔ جس کی نسبت تم پر ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ نبی ہے۔ اور یہ وہی ہے جس کی بابت توریت میں پیشینگوئی ہو چکی ہے۔ ایمان لے آنے سے مَیں اُمید کرتا ہوُں تمہاری جانیں اور تمہارا مال و اسباب بچ رہیگا۔ قوم نے اس تجویز کو نہیں مانا۔ اور اِس پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ پھر اُس نے کہا۔ دُوسری بات یہ ہے کہ آؤ۔ اپنے ہاتھوں اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالیں۔ پھر تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ یہاں تک کہ شہید ہو جائیں۔ قوم نے اسے بھی منظور نہ کیا اور کہا۔ اگر

ہم جیت گئے - تو بال بچوں اور عورتوں بغیر ہماری زندگی کا کیا مزہ رہیگا - اس کے بعد اُس نے کہا - تیسری یہ ہے - آج سبت کا دن ہے - مسلمان جانتے ہیں - کہ آج ہم لڑ نہیں سکتے - اس لئے یقیناً وہ بھی غافل اور سست ہونگے - آؤ - اس غفلت کی حالت میں اُن پر حملہ کریں - قوم نے کہا - کیا تجھے خبر نہیں - کہ سبت کی بے حُرمتی سے ہمارے بڑوں پر کیسے وبال آئے! ان کی شکلیں بدل گئیں - سؤر اور بندر بن گئے - غرض جب ان میں کوئی بات بھی قبول نہ کی - اور مقابلے سے تنگ آ گئے - تو بالاتفاق پیغمبر عَلَیہِ السَّلَام کی خدمت میں کہلا بھیجا - آپ ابولبابہ بن منذر رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو ہمارے پاس بھیج دیں - ہم ان سے مشورہ کرینگے - جب وہ اجازت پا کر یہودیوں کے پاس گئے - تو اُن کی عورتیں اور بچے چلّائے - اور مردوں نے پوچھا - کیا تیری رائے ہے - کہ ہم لوگ اپنے تئیں محمد صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے فیصلے پر چھوڑ کر دروازہ کھول دیں - اُس نے کہا - بیشک - مگر اشارے سے بتایا کہ وہ تمہارے ذبح کرنے کا فتوےٰ دینگے ؂

کہنے کو تو ابولبابہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ یہ کہ بیٹھے - کہ

تم ذبح کئے جاؤ گے - مگر پیچھے خیال آیا - کہ میں نے یہ کیسا بھاری گناہ کیا - اپنی رائے کو رسُولِ مقبُول صلّے اللہُ عَلَیہِ وَسلّم سے منسوب کر دیا - اس پر وہ بہت ہی نادم ہُوئے - اور اسے اپنا نہایت ہی بھاری گناہ سمجھا - اِس لئے مسجد کے ایک ستون سے - اپنے تئیں باندھ دیا اور کہا - جب تک میرا قصور معاف نہ ہو گا - تب یہیں بندھا رہُونگا چنانچہ پندرہ دن تک وہ وہیں رہے - اُن کی بیٹی آتی - اور کچھ کھلا پلا جاتی - آخرکار خداوند تعالےٰ نے اُن کی معافی کی آیت نازل فرمائی - اور جب رسُولِ خدا صلّے اللہُ عَلَیہِ وَسلّم نے اپنے ہاتھ سے اُنہیں کھولا - تب وہ اس اپنی تجویز کی ہُوئی قید سے رہا ہوئے - اللہ اللہ ! کیسے نیک مسلمان تھے کہ جب کوئی گناہ ہو جاتا - تو جھٹ اُس کا اعتراف کرتے توبہ و استغفار میں مشغول ہو جاتے - اور جب تک اُنہیں معافی کا مژدہ نہ پہنچتا - مضطرب و بے چین رہتے - ہم مسلمانوں میں اب یہ مادہ نہیں رہا - الٰہی ! تو اپنے فضل و کرم سے پھر یہ سمجھ عطا فرما - اور ہمیں اپنے گناہوں کے اعتراف اور اُن پر پچتا کر توبہ کرنے کی توفیق بخش +

ابُو لبابہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے ملنے کے بعد بھی

یہود محاصرے میں رہے۔ مگر جب محاصرے کو مدت گزر گئی۔ تو وہ نہایت ہی تنگ ہوئے اور اب ان کمبخت لوگوں نے یہ کہلا بھیجا۔ کہ ہماری نسبت جو فیصلہ سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کردیں۔ وہ ہمیں منظور ہے۔ افسوس! اُن بد قسمتوں نے اپنے آپ کو رحمتہُ للعالمین صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فیصلے پر نہ چھوڑا۔ جن کے رحم کی سینکڑوں نظیریں اُن کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں۔ اور سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جیسے تجربہ کار سپاہی کے فیصلے پر راضی ہو کر قلعے سے نکل آئے۔ رسولِ خدا صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بلایا۔ اور کہا۔ یہ تیرے فیصلے پر آتے ہیں۔ بتا اِن کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ اُنہوں نے اس قوم کی بغاوت۔ بدچلنی بدعہدی۔ ناعاقبت اندیشی اور اپنے ساتھ پہلی دو قوموں بنی قینقاع و بنی نضیر کے حالات سے عبرت نہ پکڑنے اور خود معاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے سمجھانے پر اپنی شرارت سے باز نہ آنے پر یہی سوچا کہ یہ سیدھی ہونے والی جنس نہیں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ اِس قوم کا قِصّہ تمام کریں۔ اِس لِئے اُنہوں نے حکم دیا۔ کہ اِن میں سے لڑنے کے قابل آدمی سب مارے جائیں اور باقی گرفتار ہوں۔ مگر عورتیں

بچے اور لڑکے جن کے ڈاڑھی مونچھ نہیں نکلی۔ محفوظ رہیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور ہمیشہ کے لئے اُن کا جھگڑا فیصل ہو گیا +

یہ یہودیوں کی اپنی غلطی اور بے وقوفی تھی۔ کہ اُنہوں نے اپنے کرتوت سے ڈر کر اپنے تئیں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فیصلے پر نہیں چھوڑا۔ اور آپ کی عامہ رحمت اور شفقت کا خیال نہ کیا۔ اور اپنے واسطے آپ ایسی سزا تجویز کی +

(۵) رسُولِ خدا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے قتل کا منصوبہ

ابُو سفیان نے خندق کی لڑائی میں جو ذِلت اُٹھائی تھی۔ اس سے اس کا دل تو بہت جلا اور پیچ و تاب بھی بہت کھائے۔ مگر جی کی جی میں رہی اور لڑائی میں کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہ دی۔ اِس لئے اب وہ ایک اَور چال چلا۔ لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بازاروں میں اکیلے پھرا کرتے ہیں۔ کیا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو وہاں جائے۔ اَور موقع پا کر اُنہیں قتل کر ڈالے۔ اِس جماعت میں سے تو کسی نے بھی اِس ظلم کی حامی نہ بھری۔ البتہ ایک اعرابی نے علیحدہ ہو کر اُسے کہا۔ اگر تو میری مدد کرے تو میں اس مہم کو سر کرونگا۔ ابُوسفیان اِس

سے بہت خوش ہُوا۔ اور اُسے سواری کے لیے اُونٹ اور راستے کا خرچ دیکر کہا۔ جا اپنا کام کر۔ مگر کسی کو یہ بھید نہ بتائیو۔ ایسا نہ ہو کہ راز کھل جائے۔ اور تو ناکام واپس آئے یا اپنی ہی جان گنوائے۔ اس کے بعد وہ اعرابی مدینے میں آیا۔ آپ مسجد میں بیٹھے وعظ فرما رہے تھے۔ یہ لوگوں سے پوچھنے لگا۔ اَیْنَ[۱] اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب ؟ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس معاملے سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ آپ نے جواب دیا۔ اَنَا[۲] اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب ! وہ آپ کی طرف لپکا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے۔ جو میرے قتل کرنے کو ابُو سفیان نے مقرر کیا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ شخص مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ سچ ہے اور چونکہ اس بھید سے میرے اور ابو سفیان کے سوا تیسرا کوئی واقف نہیں تھا۔ اس لئے میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ خدا کے سچے رسُول ہیں۔ جس نے ہمارے اِس چھپے راز کو آپ پر ظاہر کر دیا ؛

(۶) ایک قوم کا اسلام لانا

مدینے سے مشرق کی طرف پانچ دن کی مسافت

[۱] عبدالمطلب کا بیٹا کہاں ہے ؟ [۲] میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا۔

پر مقام فرح کی نواح میں ایک قبیلہ آباد تھا۔ جس کے کوئی چار ہزار آدمی تھے۔ اور اس کا نام مزینہ تھا۔ اُن کے سردار بلال بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اپنی ساری قوم سمیت مسلمان ہو گئے۔ اور سب کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُنہیں وطن میں واپس جانے کے لئے ارشاد کرکے فرمایا۔ تم جہاں چاہو رہو۔ تم بھی مہاجرین میں سمجھے جاؤ گے۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر وہ لوگ اپنے وطن میں چلے آئے۔ اور اُس وقت سے لے کر ہمیشہ ہر موقع پر آپ کی اِمداد میں سرگرم رہے چنانچہ فتح مکّہ میں یہی بلال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فوج کے علمدار تھے۔

(۷) غزوہ دومۃ الجندل

یہ ایک قلعہ ہے۔ جو پہاڑی پر بنا ہُوا ہے۔ اس کے نواح میں کھجوروں اور جَو کی پَیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ مدینے سے پندرہ دِن کی مسافت پر دمشق سے ورے پانچ دِن کی راہ سے یہاں کے لوگوں نے ایک بھاری جتھا بنا کر ایسی لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ کہ مسافروں کی آمد و رفت بند ہو گئی تھی۔ ان لٹیروں کو مسلمانوں کی

فارغ البالی اور دولتمندی کی بھی اطلاع مل چکی تھی۔ اس لئے اُن کے سردار نے اپنے اس جتھے پر بھروسا کرکے ارادہ کیا۔ کہ مدینے پر حملہ کرے آپ یہ حال سُن کر پیش بندی کی غرض سے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ اُدھر روانہ ہوئے۔ جب وہ مقام ایک ہی دن کے راستے پر رہ گیا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ دشمنوں کی جماعت پراگندہ ہوگئی ہے۔ اور سب ڈر کے مارے بھاگ گئے ہیں۔

انہیں دنوں آپ کی غیر حاضری میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہُ کی والدہ نے وفات پائی اور آپ نے واپس آکر اُن کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ بعد ازاں سعد رضی اللہ عنہُ نے پوچھا۔ میری والدہ کی وفات یکایک وقوع میں آئی۔ اگر اُسے مہلت ملتی۔ تو وہ اپنے مال میں سے کچھ تصدّق کرتی۔ اگر میں اُس کی طرف سے خرچ کروں۔ تو کیا اُسے ثواب ملیگا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں ملیگا۔ پھر اُنہوں سے پُوچھا۔ کہ کونسا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ پانی کا۔ اُنہوں نے ایک کُوآں کھدوایا۔ اور اُسے اپنی ماں کے نام کی سبیل سے مشہور کیا۔

چھٹا سال

(۱) غزوۂ ذات الرّقاع[۵۱]

اِس غزوے کا یہ نام اس لئے ہُوا کہ مسلمانوں نے اپنے جھنڈوں میں جو پھٹ گئے تھے۔ پیوند لگائے تھے۔ بعض کا قول ہے۔ جہاں مسلمان اُترے تھے۔ وہاں اُس نام کا ایک درخت تھا اور بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں کی زمین کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہے۔ اسے غزوہ محارب۔ غزوۂ بنی انمار اور غزوۂ بنی ثعلبہ بھی کہتے ہیں۔ جو قبیلۂ غطفان کی مختلف قوموں کے نام ہیں۔ اِس سے پہلے بھی اِس قبیلے کی بعض قوموں نے مختلف اوقات میں مدینے پر چھاپا مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر کبھی کوئی کامیابی نہ ہُوئی۔ اب پھر خبر آئی۔ کہ یہ لوگ بڑی سرگرمی سے جمع ہو رہے ہیں۔ اَور بہت جلد مدینے پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اِس لئے آپ چار یا سات سو آدمیوں کے ساتھ موضع نخل تک جو مدینے سے دو دِن کی

[۵۱] رقعہ کی جمع ہے۔ جس کے معنے پیوند ہیں +

راہ پر نجد کے علاقے میں بنی غطفان سے متعلق ہے۔ تشریف لے گئے۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ اور نہ کسی کو مقابلے کے لئے آمادہ پایا۔ اس لئے واپس چلے آئے۔ اور یہ اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ آپ کا ارادہ لوٹ مار کرنے کا نہیں تھا۔ ورنہ لوٹ مار کے بغیر ہرگز واپس نہ آتے۔

اِس غزوے میں دشمن کے آجانے کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے نماز خوف پڑھی۔

(۲) غزوہ بنی لحیان

سریۂ رجیع میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ قوم ہذیل نے نہایت سفاکی اور دغابازی سے چند ایسے مسلمانوں کو قتل کیا جو نہایت ہی عابد و زاہد اور کلام اللہ کے قاری تھے۔ اگرچہ اُن کا سردار ابوسفیان قتل ہو چکا تھا۔ مگر اُس قوم سے جسے ہذیل کے بیٹے لحیان کے نام پر بنو لحیان بھی کہتے ہیں۔ اوّل اُن مظلوم مسلمانوں کا بدلہ لینا ضروری تھا۔ دوسرے اُن کی طرف سے یہ اندیشہ بھی تھا۔ کہ موقع پاکر مسلمانوں کو نقصان پہنچائینگے۔ علاوہ ازیں آپ چاہتے تھے۔ کہ اُن نیک مردوں کے لئے جو وہاں شہید ہوئے تھے۔ اُن کے مقام شہادت پر جاکر

دُعائے خیر کریں - اِس لئے دو سو آدمیوں کے ساتھ جن میں سے بیس سوار تھے - ایک غیر مشہور رستے سے تشریف لے گئے - تاکہ بنی لحیان کو خبر نہ ہو - وہاں پہنچنے پر معلوم ہُوا - کہ اُن کو کسی طریق سے آپ کے تشریف لانے کی خبر مل گئی تھی - اس واسطے وہ خبر پاتے ہی بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے - آپ دو دِن وہاں رہے اور شہیدوں کے مقام شہادت پر اُن کے لئے مغفرت کی دُعا کی - پھر آگے چل کر عسفان تک جو مکے سے دو منزل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے - تشریف لے گئے - وہاں سے چیدہ آدمیوں کی جماعت کو حکم دیا - کہ کُراعُ الغمیم تک جو مکے سے تھوڑے ہی فاصلے پر واقع ہے - چلے جائیں تاکہ قریش مکہ کو مسلمانوں کی کامیابی و ترقی کی اطلاع ہو جائے - چنانچہ جماعت مذکور نے اس حکم کی تعمیل کی - اُنہیں کسی جگہ بھی کوئی دشمن نظر نہ آیا - اس لئے بلا خوف و خطر امن کے ساتھ کُراعُ الغمیم تک گئے - اور واپس چلے آئے - اس جماعت کے واپس آکر مل جانے کے بعد آپ اپنے ہمراہیوں سمیت مدینے میں تشریف لے آئے ؛

(۳) سریۂ قُرطا

اسے سریہ محمّد بن مسلمہ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ اُن کا دوسرا سریّہ ہے جو بنی کلاب کے مَوضع ضَریّہ پر ہُوا۔ یہ مقام مدینے سے سات منزل پر ہے اور وہاں جو جماعت رہتی تھی۔ اُس کا نام قُرطا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں پر حملہ کیا چاہتے تھے۔ اِس لئے ان کی سرکوبی کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ محمّد بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رات کے وقت اُن پر حملہ آور ہُوئے۔ اُن میں سے کچھ تو مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے +

(۴) سریّۂ ذِی القصّہ

یہ ایک مقام کا نام ہے۔ جہاں وہی بنی ثعلبہ آباد تھے۔ جن کے چھاپہ مارنے کے ارادے کا ذکر غزوۂ ذات الرّقاع میں ہو چکا ہے۔ اُن کے حالات معلوم کرنے کے واسطے محمّد بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دس آدمیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ جب محمّد بن مسلمہ رضؓ اُن کے مقام پر پہنچے ہیں۔ تو اُس وقت رات تھی۔ اور بنی ثعلبہ کے آدمی بھی بہت سارے تھے۔ اس واسطے اُنھوں نے مِل کر محمّد بن مسلمہ رضؓ

کے سوا تمام مسلمانوں کو شہید کر ڈالا - یہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تھے اتفاقاً ایک اور مسلمان اُدھر جا نِکلا - اور اُنہیں اُٹھا لایا - جب رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ حال معلوم ہُوا۔ تو آپ نے ابُو عبیدہ بن جراح رضی اللّٰہُ عَنْہُ کو اس قوم کی گوشمالی کے لیئے روانہ کیا - مگر اُن کے جانے پر وہ لوگ تو بھاگ گئے - اُن کے چارپائے اور گھر کا مال و متاع مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ اور صرف ایک آدمی گرفتار ہُوا - جس نے اسلام قبول کر لیا +

(۵) غزوۂ ذی قرد یا غابہ

غابہ کے معنی تو جنگل ہیں - مگر یہ ایک گاؤں کا نام بھی ہے - جو مدینے سے شمال مغرب کو تھوڑے ہی فاصلے پر واقع ہے - یہاں آپ کی اُونٹنیاں چرا کرتی تھیں - اور چند روز کے لیئے ابُوذر غفاری رضی اللّٰہُ عَنْہُ بھی یہیں آ رہے تھے عیینہ بن حصن فزاری نے بنی غطفان کے چالیس سوار لے کر اُن پر حملہ کیا - اونٹوں کو لوٹ لیا - ایک چرواہے اور ابُوذر رضی اللّٰہُ عَنْہُ کے بیٹے کو مار ڈالا۔ اور ان کی بی بی کو قید کر لیا - اسی اثنا میں

سلمہ بن عمر اکوع رضی اللہ عنہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کے ساتھ کسی کام کے لئے وہاں آپہنچے - اُنہوں نے یہ حال سُن کر بہت افسوس کیا - غلام کو تو مدینے میں اطلاع دینے بھیجا۔ اور آپ دشمنوں کے تعاقب میں گئے +

سلمہ رضی اللہ عنہ بڑے بہادر اور تیر انداز تھے - اُنہوں نے پیادہ پا ہی دشمن کے سواروں کو اپنی قادر اندازی سے ایسا تنگ کیا - کہ وہ اونٹوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے - تو اُنہوں نے اب بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا - اور تیر مار مار کر اُن سے تیس نیزے اور تیس چادریں چھین لیں - اب دشمنوں کے سواروں کا ارادہ ہوا - کہ سب مل کر ایک دفعہ اُن پر حملہ کریں - اتنے میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ہمراہیوں سمیت آپہنچے - اور سب سے پہلے اخرم اسدی - ابو قتادہ - مقداد کندی رضی اللہ عنہم معاونت کو آئے - یہ دیکھ کر دشمنوں کی سٹی بھول گئی اور وہ سراسیمہ ہو کر بھاگے - مگر اُنہوں نے تعاقب نہیں چھوڑا - اخرم اسدی رضی اللہ عنہ جو سب سے آگے تھے - شہید ہو گئے - اتنے میں ابو قتادہ اور مقداد رضی اللہ عنہم آن پہنچے -

اور اُنہوں نے اُن کے قاتل کو مار کر دشمنوں کو بہت دور تک بھگا دیا۔ اور اُن کے دو گھوڑے پکڑ لائے۔ رسُول خدا صلّے اللہُ علیہِ وسلّم اپنے ہمراہیوں سمیت بنی قرد نام چشمے پر اُتر پڑے تھے۔ رات کو یہ بزرگ بھی وہیں آ گئے۔ سلمہ رضیَ اللہُ عنہُ نے عرض کیا۔ کہ اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں۔ تو ابھی جا کر اُن کو دوزخ کی آگ میں دھکیلوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے اکوع کے بیٹے! جب تو قادر و غالب ہو جائے۔ تو نرمی و آسانی اختیار کر +

اس غزوے میں آپ نے نماز خسُوف پڑھی اور فرمایا۔ آج ہمارے سواروں میں ابُو قتادہ اور پیادوں میں سلمہ (رضیَ اللہُ عنہُما) سب سے بہتر ہیں +

ابھی تھوڑے ہی دِن گزرے تھے۔ کہ ابوذر رضیَ اللہُ عنہُ کی بیوی بھی دشمنوں کے ہاتھ سے رہا ہو گئیں۔ اور رسُولِ خدا صلّے اللہ علیہِ وسلّم کی اُونٹنی عضباء نامی پر سوار ہو کر واپس آ گئیں +

اس غزوے کے بعد دو سریّے ہُوئے۔ جن میں بنی اسد اور بنی سلیم کو جو مسلمانوں کے سخت مخالف تھے۔ مناسب سزا دی گئی +

(۶) سریّۂ عیص

مکّے والے جب تک اپنی تجارت کے کاروبار کے واسطے باہر رہتے تھے۔ لڑائی اور فساد کی آگ ذرا دھیمی ہو جاتی تھی۔ اور جب کامیابی کے ساتھ اپنے وطن میں واپس آتے تھے۔ تو پھر مسلمانوں کے برخلاف منصوبے باندھنے اور تدبیریں سوچنے کے سوا اُن کو اور کوئی کام نظر نہ آتا تھا۔ اتفاق سے ان دنوں قریش کا ایک قافلہ شام سے آ رہا تھا۔ اور اُس کے صحیح و سلامت مکّے میں پہنچ جانے پر حسب معمول یقین تھا۔ کہ پھر فساد کی آگ بھڑکیگی۔ اس لئے زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے پیش بندی کی۔ کہ مقامِ عیص پر جو مدینے سے چار میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ پہنچ کر اس قافلے کو ڈانٹا اور اپنی قوت و قدرت کا اظہار کیا۔ قافلے والے مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ اور عاجز ہو کر بھاگ گئے۔ اُن کا بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور کچھ آدمی بھی گرفتار ہوئے۔ جن میں سے ایک ابو العاص بن ربیع رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے داماد بھی تھے۔

یہ ابو العاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پہلے جنگ بدر

ہیں بھی آپ کی مخالف جماعت کے ساتھ ہو کر آپ سے لڑے تھے اور گرفتار ہو گئے تھے۔ اُس وقت اُن کی بیوی زینب رضی اللہُ عنہا نے اپنا وہ زیور جو اُنہیں جہیز میں ملا تھا۔ اِن کے فدیے میں رسُول خدا صلے اللہُ علیہِ وسلّم کی خدمت میں بھیجا۔ اَور درخواست کی۔ کہ آپ یہ زیور لے لیں۔ اور میرے خاوند کو چھوڑ دیں۔ یہ صورت دیکھ کر آپ کو بہت رِقّت پیدا ہوئی۔ اَور آپ نے مسلمانوں سے اجازت لیکر ابو العاص کو اس شرط پر رہا کر دیا تھا۔ کہ مکّے میں جا کر زینب رضی اللہُ عنہا کو آپ کے پاس مدینے میں بھیج دیں۔ چنانچہ اُنھوں نے وعدہ پورا کر دیا تھا۔ اس سریّے میں وہ پھر گرفتار ہو کر آئے۔ تو اِس دفعہ بھی زینب رضی اللہُ عنہا نے سفارش کر کے اُنہیں چھُڑا دیا۔ اس دوبارہ معافی نے اُن کے دِل پر بڑا اثر کیا۔ چنانچہ وہ فی الفور مسلمان ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔

(۷) سریّۂ طرف

مدینے سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک چشمہ ہے۔ جس کا نام طرف ہے۔ وہاں وہی بنی ثعلبہ

جا رہے تھے۔ جنہوں نے سریۂ ذی القصہ میں بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ اب جو اُن کا یہاں پتہ لگا تھا۔ تو آپ نے اُن کی گوشمالی کے لیئے زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو روانہ کیا۔ مگر وہ زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ایسے بدحواس ہو کر بھاگے۔ کہ اپنے اونٹ اور بکریاں وہیں چھوڑ گئے۔ جنہیں لے کر مسلمان واپس چلے آئے +

(۸) سریۂ حسمی

یہ مقام مدینے سے چار منزل پر شمال مغرب کی طرف ہے۔ دحیہ بن خلیفہ کلبی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شام میں ایک سفارت پر گئے تھے۔ واپس ہو کر یہاں پہنچے۔ تو ہنید بن عوض اور اس کے بیٹے نے اُن کا سارا اسباب لوٹ لیا۔ اُنھوں نے مدینے میں آکر یہ حال بیان کیا۔ آپ نے زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اُن کی تنبیہ کے واسطے مقرر فرمایا۔ مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے بنو لضیب نے ہنید پر حملہ کر دیا۔ اور سارا اسباب واپس لے کر مدینے بھیج دیا۔ اِس کے بعد زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وہاں پہنچے۔ اُن کو اُس بنو لضیب والے

معاملے کی مطلق اطلاع نہیں تھی - اِس لئے حملہ کر کے ہُنید اور اُس کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔ اور اُن کا مال اور اسباب لوٹ لیا۔ کچھ آدمی بھی گرفتار کئے - جن میں سے بعض بنو لضیب بھی تھے جب آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی - تو آپ نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ کو اس غرض سے اُدھر روانہ کیا - کہ اُن کا مال و اسباب واپس کر دیں - اور قیدیوں کو چھوڑ دیں +

(۹) سریۂ وادی القریٰ

یہ مدینے اور شام کے درمیان ایک میدان ہے - جہاں قبیلۂ فزارہ کی بہت سی بستیاں تھیں۔ زید بن حارثہ رَضِیَ اللہ عَنْہُ تجارت کا مال لئے شام کو جا رہے تھے - جب وُہ اُن بستیوں میں پہنچے۔ تو اُن لوگوں نے ہجوم کر کے مسلمانوں کا سارا مال و اسباب چھین لیا - زید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اپنے زخمی ہمراہیوں سمیت مدینے میں واپس آئے - اور کمک لے کر پھر وہاں گئے - اب کے مسلمانوں نے فتح پائی - دشمن کچھ تو مارے گئے - کچھ قید ہو گئے - کچھ بھاگ گئے +

(۱۰) سریۂ دومۃ الجندل

یہاں کے لوگ عیسائی تھے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اُن کے حملے کا دفعہ دُور کرنے کے لئے خود جناب رسولِ خدا صلّے اللہُ علیہِ وسلّم نے اُن پر حملہ کیا تھا۔ مگر اُس وقت یہ اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر بھاگ گئے۔ اِن دنوں پھر اُن کے حملہ کرنے کا اِرادہ معلوم ہوا۔ اِس لئے آپ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہُ عنہُ کو سردار کر کے کچھ آدمی اُدھر روانہ کئے۔ اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پہ عمامہ باندھ کر فرمایا۔ خدا کے نام پر اُس کے دین کی حمایت میں لڑو۔ مگر نہ تو کوئی دغا کی بات کرنا۔ نہ عورتوں اور نابالغ بچوں اور بوڑھوں کو مارنا۔ اور اگر دشمن تمہاری اطاعت قبول کرلیں۔ تو اُن کے امیر کی بیٹی سے تم شادی کر لینا۔

عرب کی قوموں میں محبت و اتحاد پیدا کرنے اور دوسری قوم کو اپنا حامی اور مددگار بنانے کے واسطے سب سے بہتر دو ہی طریق تھے۔ ایک تو قسم اور عہد۔ دوسرے رشتہ داری کا رابطہ۔ آپ اپنی رحمت اور رافت کے باعث

ہمیشہ انہی تدبیروں پر فی الفور عمل کیا کرتے تھے۔ جو امن ۔ صلح اور اتحاد و اتفاق کے قائم رہنے کا ذریعہ ہوتی تھیں ۔ لیکن جو باتیں فساد اور جھگڑے کے پیدا ہونے کا باعث ہوتیں حتے الامکان اُن کی اصلاح میں کوشش فرماتے ۔ جب کسی صورت سے لڑائی کے بغیر چارہ نہ ہوتا ۔ تو اُس وقت بھی اپنے بچاؤ کا ضروری انتظام کرتے ۔یہی وجہ تھی کہ آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللّٰہُ عنہُ کو ارشاد فرمایا ۔ کہ دشمنوں کے مطیع ہو جانے پر اُن کے امیر کی لڑکی سے شادی کر لینا ۔ تاکہ اُس رشتے کے قائم ہو جانے سے آئندہ کسی طرح کا جھگڑا اور فساد نہ اُٹھے ۔ اور جناب سرور کائنات صلّے اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے بھی اسی مصلحت کے واسطے آخیر عمر میں بعض قبیلوں کی عورتوں کو اپنی ازواج مطہرات میں داخل کر لیا تھا ؛

غرض عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ وہاں گئے ۔ تین دن قیام کیا ۔ اسلام کی برکتوں اور صداقتوں کو بیان کر کے وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کے قبول کرنے کی ہدایت کی ۔ وہاں کے عیسائی امیر اصبغ بن عمرو کلبی پر اُن کے وعظ نے بہت اثر کیا ۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے بہت سے آدمیوں کے ساتھ

اُسی وقت مسلمان ہوگیا - اور اپنی بیٹی کی شادی عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے ساتھ کردی ٭

(۱۱) سریّہ فدک

یہ حجاز میں مدینے سے دو منزل کی مسافت پر ایک گاؤں ہے - وہاں بنو سعد بن بکر آباد تھے - جن کی نسبت خبر پہنچی - کہ اُن یہودیوں کی امداد کے لئے تیار ہو رہے ہیں - جو جلا وطن ہو کر خیبر میں جا بسے تھے - اِس لئے آپ نے اُنہیں اِس مفسدہ پردازی کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ کو سو آدمیوں کے ساتھ اُدھر روانہ کیا - اُنہوں نے ایک ہی لڑائی میں غنیم کو شکست دی - اور اُن کے ... اُونٹ اور دو ہزار بکریاں لیکر مدینے میں واپس چلے آئے ٭

(۱۲) سریّۂ کُرز

مدینے سے تھوڑے ہی فاصلے پر عرینہ اور عُکل دو گاؤں ہیں - وہاں کے کچھ آدمی آپ کی خدمت میں آئے - اور بظاہر اسلام لائے - یہ لوگ بہت تباہ حال اور بیمار تھے - مدینے کی آب وہوا اُن کے مزاج کے موافق نہ ہوئی - اِس لئے اُنہوں نے آپ

کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم لوگ کسان نہیں۔ بلکہ جنگل کے باشندے اور مویشی رکھنے والے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا ہمارے موافق نہیں۔ اِسی واسطے استسقا کی بیماری جو ہمیں ہے۔ بڑھ گئی ہے۔ آپ ہماری مدد کریں اور کچھ علاج بھی بتائیں۔ آپ نے چند اونٹ اور چرواہے اُن کے ساتھ کئے تاکہ جنگل میں جا کر آرام سے رہیں اور مرض کی دوا بھی بتائی۔ چنانچہ اُس کے استعمال سے وہ تندرست ہو گئے۔ اُنھوں نے اس نیک سلوک کے بدلے یہ نابکاری کی کہ جو مسلمان چرواہے اُن کے ساتھ آئے تھے۔ اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ وہ بیچارے تو اِن شدید صدموں سے مر گئے اور یہ اونٹنیاں لیکر چلتے بنے۔ آپ کو اِس واقعہ کی خبر ہُوئی۔ تو آپ نے کرز بن جابر فہری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اُن کی تادیب کے لِئے مقرر فرمایا۔ اُنھوں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اُن کا تعاقب کر کے اُنھیں پکڑ لیا اور شہیدوں کے قصاص میں اُن کی آنکھیں پھوڑیں اور ہاتھ پاؤں کاٹ لِئے۔ اور وہ اس صدمے سے مر گئے۔

(۱۳) نمازِ استسقا

اسی سال مدینے میں مینہ نہ برسنے کی وجہ سے

قحط پڑ گیا - اور لوگ بہت تنگ ہوئے - آخر آپ کی خدمت میں اِس غرض سے حاضر ہوئے - کہ آپ مینہ کے لئے دُعا کریں - چنانچہ اِن کی التماس پر آپ نے نماز کی دو رکعتیں پڑھیں - اور پھر دُعا مانگی - چنانچہ آپ کی دُعا قبول ہُوئی - پانی کھل کر پڑ گیا - اور قحط رفع ہو گیا +

(۱۴) غزوۂ حُدیبیہ

اِسی سال آپ اپنے پیروؤں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرے کے ارادے پر مدینے سے مکے کو روانہ ہُوئے - اور قربانی کے واسطے وہ اُونٹ بھی ساتھ لے لئے جن پر قربانی کی معیّنہ علامتیں کر دی گئی تھیں - اِس سفر میں آپ کے ساتھ جس قدر آدمی تھے اُن کی تعداد میں اختلاف ہے - لیکن جس روایت میں ایک ہزار پانچسو بیس کی تعداد آئی ہے - اُس کو صحیح مانا گیا ہے - اِن سب کے پاس ایک ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ تھا - اور تلوار اِن دِنوں ہر ایک مسافر کو اِسی طرح ہاتھ میں لینی پڑتی تھی - جس طرح آج کل کسی جنگل کے سفر میں چھڑی +

جب یہ حجاج کا قافلہ ذو الحلیفہ پر پہنچا - جہاں

سے حج کے عمل کرنے شروع ہو جاتے ہیں - تو اہل مکہ کو بھی اطلاع مل گئی - اُنہوں نے یہ اِرادہ کیا - کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو - اُن لوگوں کو مکے میں نہیں آنے دینا چاہئے - اور اِس غرض کے پورا کرنے کے لئے نواح مکہ کی اور قوموں کو بھی اپنے ساتھ مِلا لیا - اور ایک بھاری فوج مرتب کرکے مکے سے نِکل بلدہ نامی مقام میں آ ٹھیرے +

یہ سُن کر آپ نے اپنے صحابہ کے مشورے سے معمولی راہ چھوڑ کر ایک دشوار راستہ اختیار کیا اور بہت محنت و تکلیف اُٹھا کر دشمنوں پر جا لوٹے - وہ تابِ مقابلہ نہ لاکر بھاگ نِکلے - آپ اُن کا تعاقب کئے چلے گئے - یہاں تک کہ حُدَیبیّہ سے آگے نِکل آئے - اور ثنیۃ المرار میں پہنچے - تو آپ کی اونٹنی قصوا جو بڑی تیز رفتار - قوی اور تھکنا جانتی ہی نہ تھی - یکایک بیٹھ گئی - باوجودیکہ لوگوں نے اُس کے اُٹھانے کی بہت کوشِش کی - نہ اُٹھی - اِس سے آپ نے یہ نتیجہ نِکالا کہ ہمارا اس حال میں آگے جانا حرم کعبہ کی بے حُرمتی کا باعث ہے - جو خدا کو منظور نہیں پس آپ وہاں سے ہٹ کر حُدَیبیّہ میں چلے آئے اور یہیں مقام کیا - اِسی دِن محمّد بن مسلمہ رَضیَ

اللہُ عَنہُ نے جو مسلمانوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ اہلِ مکہ کے پچاس جاسوس پکڑ کر آپ کی خِدمت میں حاضر کئے۔ جن کو آپ نے نظر بند کر رکھا۔

یہاں ایک ہی کوآں تھا۔ جو بکثرت پانی نکالنے کے باعث سوکھ گیا تھا۔ لوگ پانی نہ ملنے سے تنگ ہوئے۔ آپ نے اپنے دستِ مُبارک سے اُس میں ایک تیر مارا۔ جس کے لگتے ہی کُوآں پانی سے بھر گیا۔ اور لوگوں کی شکایت رفع ہو گئی۔

آپ کا کعبہ کی تعظیم کے خیال سے دشمنوں کا تعاقب چھوڑ کر واپس چلا آنا اہلِ مکّہ کے غرُور اور تمرُّد کا باعث ہوُا۔ اور اُنھوں نے پہلے بُدَیل بن ورقا خزاعی کی معرفت کہلا بھیجا۔ کہ ہم نے سارے عرب کے قبیلوں کو اپنے ساتھ مِلا لیا ہے اَور وہ سب اس بات پر متفق ہَیں۔ کہ تمہیں مکّے میں آکر کعبے کی زیارت نہ کرنے دیں۔ اور اگر تم آنا ہی چاہو۔ تو تم سے لڑیں اور آگے نہ آنے دیں۔ آپ نے بُدیل کو جواب دیا۔ ہم لڑنے کو نہیں آئے۔ حج کرنے کو آئے ہَیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قریش جنگ کے بہُت شائق ہَیں۔ مگر یہ اُنہیں کے ضرر کا موجب ہے اگر وہ پسند کریں۔ تو ایک معین عرصے تک ہمارے اَور اُن

کے درمیان جنگ بند رہے۔ اس عرصے میں اگر عرب کی اور قوموں نے ہمیں مغلوب کر لیا۔ تو بلا مشقت ان کی مراد بر آئیگی۔ اور اگر ہم نے سب کو مغلوب کر لیا۔ تو پھر خواہ ہماری متابعت کریں۔ خواہ اس عرصے تک کہ جنگ بند کی جائے۔ چپ رہیں۔ اور اگر وہ اِن باتوں کو نہ مانیں۔ تو خدا کی قسم! جب تک جان میں جان ہے۔ لڑتا رہونگا۔ اِس کے بعد بُدَیل نے واپس جاکر قریش سے کہا۔ کہ وہ تو حج کے لئے آئے ہیں۔ لڑنا مناسب نہیں اُنہیں حج کرنے دو۔ ہمارا اس میں کوئی نقصان نہیں۔ قریش نے سمجھا۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ مِل گیا ہے۔ اس لئے اُس کی بات نہ مانی۔ پھر عُروہ بن مسعود ثقفی کو جو بہت معتبر آدمی تھا۔ آپ کے پاس بھیجا۔ اُس نے آکر بہت سی بے ادبی کی۔ اور نہایت ہی سختی کا برتاؤ کیا۔ مگر اُدھر سے ہر ایک بات کا جواب نرمی سے دیا گیا۔ جس پر اُس نے آکر قریش سے کہا۔ کہ میں نے فارس و روم اور حبشہ کے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر جو عزت و تعظیم محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ہوتی ہے۔ کہیں نہیں دیکھی۔ جب وہ تھوکتا ہے۔ لوگ اُسے ہاتھوں پر لے کر منہ پر ملتے ہیں۔ جب کسی کام کے کرنے کو کہتا ہے

تو وہ گو اولنے لوگوں کے کرنے کا ہی کیوں نہ ہو۔ بڑے بڑے آدمی نہایت ذوق وشوق سے اُسے خود کرتے ہیں۔ بولتا ہے۔ تو نہایت ادب سے چپ چاپ اُس کی بات سُنتے ہیں اور اُن کی یہ مجال نہیں کہ اُس کے منہ کی طرف دیکھ بھی سکیں۔ جب اُنہیں کوئی بات کہنی ہوتی ہے۔ تو بڑی نرمی اور ادب کے ساتھ بولتے ہیں۔ وہ وضو کرتا ہے۔ تو اُس کے مستعمل پانی کو تبرک کے طور پر لینے کے لئے بڑی جدّ و جہد کرتے ہیں۔ جب اُس کی ڈاڑھی یا سر میں سے کوئی بال گرتا ہے۔ تو بڑی احتیاط کے ساتھ اُسے اُٹھا لیتے ہیں۔ اور برکت کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ پس جن لوگوں کا یہ حال ہے۔ یاد رکھو۔ وہ اُس وقت تک مُنہ نہ پھیرینگے۔ کہ یا تو سب کے سب مارے جائیں۔ یا تم پر غالب آئیں۔ قریش پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہُوا۔ اور اُنھوں نے جواب میں کہا۔ کہ اس سال تو ہم اُنہیں کعبے میں نہیں آنے دینگے۔ اب چلے جائیں۔ اگلے سال آئیں۔ اور حج کر جائیں۔ اِس کے بعد حلیس نامی ایک شخص آپ کی طرف آیا۔ اور مسلمانوں کو قربانی کے جانور ہانکتے اور لبیک کہتے دیکھ کر واپس چلا گیا۔ اور قریش

سے کہا کہ وہ تو حج کرنے کو آئے ہیں۔ اُنہیں کیوں منع کرتے ہو؟ قریش نے کہا۔ تم سیدھے سادے آدمی ہو۔ اِن باتوں کو نہیں جانتے۔ اس پر حلیس کو غصّہ آگیا اور کہنے لگا۔ ہم اِس بات میں تمہارے ساتھ متفق نہیں۔ کہ جو لوگ کعبے کی زیارت کرنے کے واسطے آئیں۔ اُن کو زیارت سے روکیں۔ اگر تم ایسا کروگے۔ تو مَیں اپنی قوم سمیت تم سے جدا ہو جاؤنگا۔ اس پر قریش ڈھیلے پڑ گئے۔ اور لگے معذرت کرنے۔ کہ آپ ذرا تحمّل کریں۔ ہم اُن کے ساتھ اپنی منشا کے مطابق صلح کر لینگے۔

جب اِن تدبیروں سے کچھ اچھا نتیجہ نہ نکلا۔ تو آپ نے مناسب خیال کیا۔ کہ اپنے سفیر بھیج کر اس معاملے کا جلد تصفیہ کر لیا جائے۔ چنانچہ پہلے خراش بن اُمیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ جب یہ مکّے میں پہنچے۔ تو قریش نے اُنہیں گرفتار کر لیا۔ اور چاہا کہ مار ڈالیں۔ لیکن مکّے میں اُن کے کچھ ہم قوم بھی موجود تھے۔ اِس لئے اُن کو اپنے اس ارادے میں کامیابی نہ ہُوئی۔ اور وہ رہا ہو کر بغیر کسی فیصلے کے واپس چلے آئے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفّان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو روانہ کیا۔ قریش نے اُن کی بہت مدارات کی

اور اجازت دے دی۔ کہ تم کعبے کی زیارت کر لو۔ مگر اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ جب تک رسُولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نہ آئیں۔ میں زیارت نہیں کرسکتا۔ یہ جواب سُن کر مکّے والے بہت خفا ہُوئے۔ اور اُنہیں اُن کے دس ہمراہیوں سمیت قید کر لیا۔

عثمان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے واپس آنے میں بہت دیر ہوئی۔ تو مسلمانوں میں مشہور ہو گیا۔ کہ وہ شہید کر دلے گئے۔ یہ سُن کر آپ کو بہت ملال ہُوا۔ اور آپ ایک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے فرمایا۔ سارے مسلمان اس امر میں میرے ساتھ بیعت کریں۔ کہ اگر عثمان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا بدلہ لینے کے واسطے مکّے والوں کے ساتھ جنگ کی ضرورت پڑے۔ تو کوئی اِس جنگ سے مُنہ نہ پھیرے۔ تمام حاضرین نے آپ سے اس بات پر بیعت کی اور کوئی ایسا باقی نہ رہا جو اس میں شریک نہ ہُوا۔ اسی بیعت کو خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں بَیعَۃُ الرِّضوَان کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ اور جن خوش نصیب مسلمانوں نے آپ کے ساتھ اس موقع پہ بیعت کی۔ اُن کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ یعنی اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب اُنہوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی۔

جب قریش کو اس معاملے کی اطلاع پہنچی اور مسلمانوں کا جوش و خروش سُنا۔ تو اُنہیں یقین ہوگیا کہ اَب لڑائی ضرور ہوگی اور پہلے کی طرح اب بھی مسلمانوں کا مقابلہ ہم نہیں کر سکینگے ۔ بلکہ جلد مغلوب ہو جائینگے ۔ اس لئے اُنہوں نے اپنی اِس بیقراری اور گھبراہٹ کی حالت میں تین معزز آدمیوں کو صلح کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ۔ اُن میں سے ایک سہیل بن عمر بھی تھا۔ جس کو اس معاملے کے طے کرنے کے سارے اختیار حاصل تھے ۔ اور باقی دو اس کے معاون اور مشیر تھے۔

سہیل نے آتے ہی کہا ۔ آپ ہمارے اُن آدمیوں کو جنہیں محمّد بن مسلمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جنگ حُدَیبیّہ کے دِن گرفتار کر لائے ہیں ۔ رہا کردیں آپ نے فرمایا ۔ تم عثمانؓ اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دو ہم اُنہیں چھوڑ دینگے ۔ اس پر دونو طرف کے قیدی رہا ہو گئے ۔ پھر سہیل نے کہا ۔ ہم آپ کے ساتھ اِن شرطوں پر صلح

کرتے ہیں :-

۱- اس سال آپ حج اور عمرے کو نہ آئیں- اور یہیں سے واپس چلے جائیں +

۲- چاہیں - تو اگلے سال آکر قضا کریں - مگر تین دِن سے زیادہ مکے میں نہ ٹھیریں اور مسلمانوں کے پاس ایک ایک تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ ہو +

۳- دس سال تک ہمارے اور آپ کے درمیان امن رہے - کوئی ایک دوسرے کو ایذا نہ پہنچائے اور نہ ایک دوسرے کے معاہدہ والوں سے لڑے +

۴- اگر کوئی ہمارا آدمی ہماری بے اجازت آپ کے پاس جائے - تو آپ اُسے واپس کر دیں لیکن اگر تمہارا کوئی آدمی ہمارے پاس آئیگا - تو ہم اُسے واپس نہیں دینگے +

یہ شرطیں سُن کر آپ نے فرمایا - اچھا یُونہی سہی- مگر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے خیال کیا - کہ یہ صلح اور صلح کی شرطیں عجیب قسم کی ہیں - انصاف تو چاہتا ہے - کہ صلح کی شرطیں ایسی ہوں - جن میں فریقین کے حقوق کی رعایت اور حفاظت ہو - لیکن چاروں شرطیں انصاف کے خلاف اور ایک ہی جانب کے فائدے کی ہیں - چنانچہ پہلی

شرط مخالفوں نے صرف اپنی ضد اور ہٹ کو پورا کرنے کے واسطے تجویز کی ہے۔ اور اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کیا۔ کہ ہم کس قدر دور دراز سفر کی تکلیفیں اُٹھا کر یہاں آئے ہیں۔ اور جس غرض کے واسطے آئے ہیں۔ اُس پر کچھ توجہ نہیں کی۔ حالانکہ اُس غرض کے پورا کرنے کے واسطے جو لوگ یہاں آئیں۔ اُن کا روکنا نہ انصاف کی رُو سے درست ہے اور نہ خود غرض قریش کے اپنے ہی بنائے ہوئے مذہب کی رو سے۔ اور چوتھی شرط میں ہمارے حق کو بڑی بُری طرح سے پامال کیا گیا ہے۔ اور محض اپنا ہی فائدہ مدِ نظر رکھا ہے۔ دوسری اور تیسری شرطیں اگرچہ اس درجے کی ناقص نہیں ہیں۔ لیکن فریقین کے حالات کے لحاظ سے مکمل بھی نہیں۔ اِس واسطے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے شرطوں کے اُن نقصوں پر آپ کو توجہ دلانے کی غرض سے عرض کی۔ یا رسول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)! کیا آپ اِن شرطوں پر راضی ہیں؟ آپ نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے سوال کی طرز سے دریافت کرکے فرمایا۔ کہ کچھ مضایقہ نہیں۔ کیونکہ اگر اُن کا کوئی آدمی ہمارے پاس آئیگا۔ تو وہ مسلمان ہو کر آئیگا۔ ہم اُسے

واپس کرینگے - تو خدا اُس کا حافظ و مددگار ہوگا اور ہمارا کوئی آدمی اُن کے پاس تو جائیگا ہی نہیں- اور جو جائیگا - وہ ہمارے دین سے نکلا ہوا ہوگا جو ہمارے کسی کام کا نہیں +

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں - کہ قریش کے با اختیار وکیل سہیل کے بیٹے ابوجندل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جو چند روز سے مسلمان ہو چکے تھے- اور اُس وقت تک باپ کی قید میں تھے - کلمہ پڑھتے ہوئے مسلمانوں میں آملے -سہیل نے کہا- یہ پہلی بات ہے جو صلح کے بعد ہوئی-چوتھی شرط کے مطابق آپ اسے واپس کردیں -آپ نے فرمایا یہ تصفئے سے پہلے کا معاملہ ہے - اُس نے کہا - اگر آپ اسے واپس نہ دینگے - تو صلح نہیں ہوگی - آپ نے اس پر بھی اصرار نہ کیا - اور فرمایا - اچھا واپس لے لو - مگر اس کو رنج و ایذا نہ پہنچانا - سہیل نے اس بات کو منظور کرلیا - پھر صلح نامے لکھے جانے کی نسبت تذکرہ شروع ہوا - سہیل نے کہا -کہ علی ابن ابی طالب کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کے ہاتھ سے صلحنامہ لکھوایا جائے - آپ نے منظور کیا - چنانچہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ آئے آپ نے فرمایا - لکھ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سہیل نے

کہا - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کو ہم نہیں جانتے - جیسا کہ ہم لکھا کرتے ہیں - بِاسْمِكَ ویسا ہی لکھ! آپ نے فرمایا - اچھا - اے علی! لکھ! بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ - اِس پر سہیل نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور یہی لکھا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا - لکھ ھٰذَا مَا قَاضٰی بِہٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ - حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ نے یہ فقرہ لکھ لیا - مگر سہیل نے کہا - کہ "رسول اللہ" مت لکھو - کیونکہ ہم اُنہیں "رسول اللہ" نہیں سمجھتے اگر ایسا سمجھتے - تو کعبے کی زیارت سے نہ روکتے۔ لکھو - مُحَمَّدُ بن عَبْدِ اللّٰہ - آپ نے فرمایا - میں رسول اللہ بھی ہوں اور ابن عبد اللہ بھی - "رسول اللہ" کو کاٹ کر ابن عبد اللہ ہی لکھ دو - حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ نے بے ادبی کے خیال سے "رسول اللہ" کا لفظ کاٹنے سے انکار کیا - آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے مٹا ڈالا - اور اُس کی جگہ ابن عبد اللہ لکھوایا - پھر کل شرطیں لکھی گئیں - اور کسی اور امر پر کوئی ردّ و کد نہیں ہوئی اِس کے بعد اس صلح نامے پر طرفین کے معزز آدمیوں کے دستخط ہو گئے - اور سہیل کے حوالے کر دیا - اس طرح آپ نے نہایت نرمی اور عالی حوصلگی سے اس جھگڑے کا تصفیہ کردیا۔

گو اِس صلح کو گرم جوش مسلمانوں نے اپنی ہیٹی سمجھا اور اُن کے دِلوں کو بہت سخت صدمہ پہنچا۔ مگر رسولِ اللہ کی اطاعت بغیر چارہ نہ تھا۔ اِس لئے مجبوراً چپ ہو رہے۔ اس کے بعد اُنہیں ثابت ہوگیا۔ کہ یہ صلح مسلمانوں کے لئے ابرِ رحمت اور ایک بڑی بھاری فتح تھی۔ جس کا بیان آگے آتا ہے +

صلح کی قرار داد کے مطابق آپ نے وہیں حج کی معمولی رسمیں ادا کیں اور قربانیاں کرائیں پھر مدینے کی طرف مراجعت کی۔ راہ میں سُورۂ اِنَّا فَتَحْنَا نازل ہُوئی۔ اس میں خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی فلاح وبرکت اور مخالفوں پر فتح ونصرت ہونے کا بڑی تاکید سے وعدہ فرمایا۔ مسلمان اپنے مہربان مولےٰ کے اِس شفقت اور رحمت بھرے وعدے سے نہایت خوش ہُوئے۔ اور جو رنج و الم اُن کو صُلحِ حُدَیبیّہ سے ہُوا تھا۔ وہ سارا خوشی و مسرّت سے بدل گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰے ذَالِکَ

اِس غزوے کے متعلق اب صرف ایک بات بیان کرنی باقی ہے۔ جس کی وجہ سے آخر کار قریش نے صلح نامے کی آخری شرط کو منسوخ کرنے کی

خود درخواست کی ۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے ۔ کہ آپ کے واپس تشریف لانے کے بعد ابو بصیر عتبہ بن اُسید ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُسلمان ہو گئے۔ اور مکّے سے بھاگ کر مدینے میں چلے آئے۔ اُس کے ساتھ قریش کے دو آدمی بھی اُنہیں واپس لینے کو آن پہنچے ۔ اور اُن کے واپس کر دینے کے واسطے آپ کی خدمت میں عرض کی ۔ آپ نے ابو بصیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اُن کے حوالے کر دیا ۔ اور جاتی دفعہ اُس کی تسلّی کے لئے فرمایا ۔ ابُو بصیر ! تم جانتے ہو کہ ہمارا اَور مکّے والوں کا چار شرطوں پر صلح نامہ لکھا جا چُکا ہے ۔ اُن میں سے ایک شرط یہ ہے ۔ کہ اگر کوئی مکّے والا مسلمان ہو کر مکّے والوں کی بے اجازت ہمارے پاس آئے اور مکّے والے اُس کو واپس طلب کریں ۔ تو ہمیں اُس کو واپس کرنا ہو گا ۔ اِس واسطے شرط کے خلاف ہم نہیں کر سکتے ۔ جاؤ ۔ خدا تمہاری مدد کریگا اَور اُن سے نجات دیگا ۔ ابُو بصیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُن دونو شخصوں کے ساتھ مکّے کو واپس ہوُلئے ۔ مگر مدینے سے کچھ دُور نکل گئے ۔ تو اُنہوں نے راستے میں کسی تدبیر سے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک کی تلوار لیکر ایک کو قتل

کر ڈالا۔ دوسرے نے جب یہ حال دیکھا۔ تو وہ
بھاگ نِکلا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر
راستے کی کیفیت بیان کرنی شروع کی اُس کے پیچھے
پیچھے ابو بصیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بھی آن پہنچے اور اُس
شخص کی اور آپ کی گفتگو سے اُنہیں یقین ہو گیا۔کہ
آپ اُنہیں ضرور مکّے میں بھیج دینگے۔اِس لِئے اُنہوں
نے مسجد سے نکل کر سیدھا سمندر کے ساحل کا
راستہ لِیا۔ اور عیص نام ایک مقام میں جا ٹھیرے۔
قریش کا آدمی یہ حال دیکھ کر ناچار واپس چلا گیا۔
قریش نے صلح نامے کی چوتھی شرط اس غرض سے
کی تھی۔کہ مکّے کے غریب مسلمان مدینے میں نہ
جا سکینگے۔ تو ہمارے قابو میں رہینگے۔ اور جس طرح
بنیگا۔ ہم اُن کو ظلم و سختی سے اپنے دین میں واپس
کر لینگے۔ اور آئندہ ڈر کے مارے کوئی شخص
بھی مسلمان نہ ہو سکیگا۔ لیکن سچے دین کی روشنی
جور و ستم کی خس و خاشاک سے کب دب سکتی
تھی؟ قریش کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور مکّے
کے لوگ مسلمان ہونے لگے۔قریش نے بھی شرط
مذکور کی وجہ سے بے خوف ہو کر اپنی ظلم و تعدّی
کی عادت کو اور بھی رونق دی۔جب بیکس مسلمانوں
نے اُن کی حد سے زیادہ سختیاں اور ظلم وستم دیکھے۔

تو یہ سُن کر کہ ابو بصیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مقام عیص میں بے خطر امن سے خدا کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں - ناچار ہو کر مکّے سے ہجرت کر کے اُن کے پاس جانا شروع کیا - چنانچہ وہی ابو جندل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بھی جو صلح کے دِن مکّے والوں کو واپس کر دئیے گئے تھے - بھاگ کر وہاں چلے گئے - اور اس طرح ہوتے ہوتے کوئی تین سو مسلمانوں کی جماعت ابو بصیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس جمع ہو گئی - اِن مظلوم مسلمانوں کو وطن سے بے وطن ہونے اور اُس پر بھی رسُول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت سے محروم رہنے کا رنج ایسا نہ پہنچا تھا - کہ اُسے بھول جاتے - اِس کے سوا جو جور و ظلم اور جبر و تشدّد اُن پر قریش نے کئے تھے - جب اُنہیں یاد کرتے - تو اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے - غرض یہ ساری مُصیبتیں جو اُنہوں نے اُٹھائی تھیں - ایسی نہ تھیں کہ کوئی متحمّل شخص بھی ان مصیبت کے پہاڑ گرانے والوں سے موقع اور قدرت حاصل ہونے پر بدلہ نہ لیتا - چُنانچہ یہ جماعت قریش سے اُن ظلموں کا بدلہ لینے کے واسطے تیار اور موقع کی منتظر تھی ۔

سچ پوچھو - تو قریش نے اپنی شیخی کے گھمنڈ میں

آکر یہ شرط منظور کرا کے اپنی راہ میں آپ کانٹے بوئے۔ اور اپنے مخالفوں کی زبردست جماعت بنائی۔ کیونکہ اتفاق سے وہ مقام جہاں یہ بزرگوار جا ٹھیرے تھے۔ ایسے موقع پر تھا۔ کہ قریش کو شام میں تجارت کرنے کے واسطے اسی مقام سے ہو کر جانا پڑتا تھا۔ اِسی واسطے اُن کو اپنے دلوں کے بخار نکالنے اور بدلہ لینے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ جب کبھی قریش کا قافلہ شام کو جاتا۔ اُن کے ہاتھوں سے تباہ و برباد بھی ہوتا اور لوٹا بھی جاتا۔

یہ حال دیکھ کر مکّے والے صلح نامے کی آخری شرط سے بہت پچھتائے اور ناچار رسُول خدا صَلَّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم صلح نامے کی آخری شرط کو منسوخ کرتے ہیں آپ ابو بصیرؓ اور اس کی جماعت کو اپنے پاس مدینے میں بلا لیں۔ آپ نے اُن کی اِس درخواست کو منظور کیا۔ اور ابو بصیرؓ کے نام حکم بھیجا۔ کہ وہ اپنی جماعت سمیت مدینے میں چلے آئیں۔ جس وقت یہ حکم پہنچا ہے۔ ابو بصیر رَضِیَ اللہُ عَنہُ اُس وقت نزع کی حالت میں تھے۔ پروانے کو لیکر سر اور آنکھوں پر رکھا اور واصل بخدا ہو گئے۔ گویا اُن کی روح کو اس راحت افزا پروانے کا انتظار تھا۔ ابو جندل رَضِیَ اللہُ عَنہُ

نے اُن کی تجہیز و تکفین کی اور اُن کی قبر کے پاس اُن کی یادگار میں ایک مسجد بنوائی۔ اور آپ ساری جماعت سمیت مدینے میں چلے آئے +

---

(۱۵) بادشاہوں کے نام نامے

اسی سال کے آخیر پہ آپ نے روم۔ فارس۔ حبشہ۔ سکندریہ۔ شام اور یمامہ کے بادشاہوں کے نام نامے لکھے اور اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جن کے حالات ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں :-

۱۔ نجاشی کے نام نامہ۔ اُردو کی تیسری کتاب میں تم پڑھ چکے ہو۔ کہ حبشہ کا بادشاہ ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ اس سال آپ نے اُس کے نام عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک نامہ بھیجا۔ جس میں ارشاد تھا۔ کہ جو لوگ مکے سے ہجرت کر کے حبشے میں چلے گئے ہیں۔ اُن کو مدینے میں بھیج دو۔ اور اُمّ حبیبہ بنت ابُوسفیان رضی اللہ عنہا سے درخواست کرو کہ آپ سے نکاح کر لے۔ نجاشی نے آپ کے دونو حکموں کی تعمیل کی۔ جس کا مفصّل حال

ساتویں سال کے واقعات میں لکھا ہے۔

۲۔ ہرقل قیصر روم کے نام نامہ اِس نامے کا مضمون یہ تھا۔ کہ اے ہرقل روم! اسلام قبول کر۔ تاکہ سلامت رہے اور خدا تجھے اِس کا اجر دے۔ اور اگر تو مُنہ پھیر لیگا اور دین اسلام قبول نہیں کریگا۔ تو تیرے اپنے انکار کا وبال تجھ پر پڑیگا۔ دوسرے تیری رعایا کے اسلام کو نہ قبول کرنے کا عذاب تجھ کو ہوگا۔ یہ نامہ آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہُ کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس وقت ہرقل ایران پر فتح حاصل کرنے کی خوشی میں بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ اِس واسطے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہُ حاکم بُصرےٰ کی وساطت سے بیت المقدس میں اس کے پاس جا پہنچے۔ اُس نے نامہ پڑھ کر حکم دیا۔ کہ اگر اس نبوت کے دعوے کرنے والے کی قوم کا کوئی شخص ہمارے ملک میں موجود ہو۔ تو اُسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ اتفاقاً ان دنوں ابوسفیان اپنے چند اور ہموطنوں سمیت شام میں تجارت کے لئے گیا ہُوا تھا۔ ہرقل کے آدمیوں نے اُن لوگوں کو دربار میں لا حاضر کیا۔ جس وقت یہ لوگ اُس کے سامنے پیش

ہُوئے۔ تو اُس نے پوچھا۔ تم میں محمد صَلَّے اللہُ عَلَیۂِ وَسَلَّم کا سب سے زیادہ قریبی کَون ہے؟ ابوسفیان بولا۔ مَیں اُن کا چچیرا بھائی ہوں۔ ہرقل نے اُسے توسب سے آگے اپنے پاس کھڑا کیا۔ اَور اُس کے باقی ساتھیوں کو اس کے پیچھے کھڑا کرکے کہا۔ کہ مَیں اس سے جو کچھ پُوچھوں اسمیں سے کوئی بات اگر یہ غلط بیان کرے۔ تو تم فوراً اُس کو روک دینا۔ اس کے بعد یہ سوال وجواب شروع ہُوئے +

ہرقل۔ نبوّت کے دعوے کرنے والے کا اصل اور نسب کیا ہے؟

ابُوسفیان۔ وہ ہم سب میں شریف النسب ہے +

ہرقل۔ ٹھیک۔ رسُول اور نبی نسب کے شریف ہی ہُوا کرتے ہیں۔ تاکہ اُن کی متابعت کرنے سے کِسی کو ننگ و عار نہ ہو + اچھا۔ اُس سے پہلے بھی تم میں سے کِسی نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے

ابُوسفیان۔ نہیں +

ہرقل۔ اگر کِسی نے دعوے کیا ہوتا۔ تو سمجھا جاتا۔ کہ یہ بھی اُسی کی تقلید کر رہا ہے۔ بتاؤ۔ تو تمہارے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہُوا ہے؟

ابُوسفیان۔ نہیں +

ہرقل - اگر ہوا ہوتا - تو سمجھا جاتا - یہ نبوت کی آڑ میں بڑوں کی سی سلطنت حاصل کیا چاہتا ہے - اس کی پیروی بڑے بڑے آدمی کرتے ہیں یا غریب و فقیر لوگ ؟

ابوسفیان - غریب و فقیر *

ہرقل - نبیوں کی پیروی پہلے ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں - اُس کے پیرو روز بروز بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں ؟

ابوسفیان - بڑھتے ہی جاتے ہیں *

ہرقل - ایمان کا یہی قاعدہ ہے کہ وہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے - یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے - کیا کوئی اُس کے دین سے اُسے بُرا سمجھ کر پھر بھی جاتا ہے ؟

ابوسفیان - نہیں *

ہرقل - ایسا ہی ہے - جب ایمان کی حلاوت دل میں جگہ پکڑ جاتی ہے - تو پھر جان کے ساتھ مل جاتی ہے اور کبھی نہیں نکلتی - کیا نبوت کا دعوے کرنے سے پہلے لوگ اُسے جھوٹا سمجھتے تھے

ابوسفیان - نہیں *

ہرقل - تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے - کہ جو شخص دُنیا کے کاروبار میں کبھی جھوٹ نہ بولے - وہ خدا

پر ایسا بہتان باندھے - اچھا بتاؤ - وہ کبھی عہد کے خلاف بھی کرتا ہے ؟

ابُوسفیان - نہیں - آج کل اس کے اور ہمارے درمیان صلح ہے اور عہد و پیمان ہو چکا ہے +

ہرقل - پیغمبروں کا یہی دستور ہے - عہد شکنی تو دنیا کے طالب کیا کرتے ہیں اور نبی دُنیا کے طالب نہیں ہوتے - یہ تو بتاؤ - تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی لڑائی بھی ہوئی ہے ؟

ابُوسفیان - ہاں

ہرقل - اُس کا نتیجہ کیا ہُوا !

ابُوسفیان - کبھی اُس نے ہم پر فتح پائی - اور کبھی ہم نے اُس پر +

ہرقل - نبیوں کا یہی حال ہُوا کرتا ہے - کہ ابتدائی حالت میں کبھی مغلوب ہو جاتے ہیں - مگر آخر کامیاب وہی ہوتے ہیں - تمہیں وہ کیا حکم دیتا ہے ؟

ابوسفیان یہ کہتا ہے - کہ بے ہمتا و یکتا خدا کی پرستش کرو - اُس کا شریک کسی کو نہ بناؤ جو کچھ تمہارے بڑے کہتے تھے یا کرتے تھے - اُسے چھوڑ دو - اس کے علاوہ نماز - روزہ صدقہ اور راستی - صلۂ رحم اور پاک دامنی

کی ہدایت کرتا ہے +
ہرقل۔ یہ باتیں جو تم نے بیان کیں۔ بہت اچھی ہیں - اور پیغمبروں کے اوصاف میں سے ہیں۔ اگر اس شخص میں یہ سب صفتیں در حقیقت ہیں - تو وہ اِس ملک پر قبضہ کرلیگا اور یہاں کا بادشاہ ہو گا - مجھے یہ تو معلوم ہے۔ کہ ایک پیغمبر ہو گا - لیکن مجھے یہ یقین نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا - اس کے بعد ہرقل نے دُحیہ کلبی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو خلوت میں بُلا کر کہا - کہ مجھے یقین ہو گیا ہے - کہ یہ وہی پیغمبر ہیں - جن کے ہم منتظر تھے - اور جن کی تعریف و توصیف آسمانی کتابوں میں ہم نے پڑھی ہے مگر افسوس کہ مَیں اُن کی متابعت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا کروں - تو لوگ مجھے مار ڈالینگے۔ بعد ازاں اُس نے دُحیہ کلبی رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ کو ایک پادری کے پاس بھیجا - جس نے حالات سنکر آپ کی نبوت کی تصدیق کی - اور گرجا میں آکر لوگوں کو اِسلام لانے کی ترغیب دی - مگر اُنھوں نے اُسے وہیں شہید کر دیا۔ دُحیہ کلبی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے یہ حال ہرقل کو سُنایا۔ تو اُس نے کہا - عیسائیوں میں یہ شخص مجھ

سے زیادہ ہر دلعزیز اور ذی وقار صاحب فضل وکمال تھا۔ جب اُس کا یہ حال ہُوا۔ تو میرے ساتھ (اگر ایمان لاؤں) اُس سے بھی بُرا سلوک کرینگے۔ پھر ہرقل بیت المقدس سے حمص میں چلا گیا۔ اور وہاں ایک بڑا بھاری دربار کرکے لوگوں کو کہا۔ اے لوگو! اگر تم نجات چاہتے ہو۔ تو صراط مستقیم پر چلو۔ اور سلطنت کا قیام ہمیشہ کے لئے چاہتے ہو۔ تو اُس پیغمبر کی پیروی کرو۔ جو عرب میں ظاہر ہُوا ہے۔ لوگوں نے اس بات پر سخت نفرت ظاہر کی اور نہایت بیجا حرکت کرنے لگے۔ تب ہرقل نے اپنے بچاؤ کے لئے تقریر کا پیرایہ بدل کر یوں کہنا شروع کیا۔ میں نے جو کچھ تمہیں کہا ہے۔ وہ محض اس خیال سے تھا۔ کہ دیکھوں۔ تم اپنے دین میں کیسے پکّے ہو۔ سو مجھے ثابت ہو گیا۔ کہ تم اعتقاد میں پکّے ہو۔

۳۔ شاہ ایران کے نام نامہ۔ اِن دِنوں خسرو پرویز ایران کا بادشاہ تھا۔ آپ نے عبد اللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ہاتھ حاکم بحرین کی معرفت اُسے نامہ بھیجا۔ جس میں تحریر فرمایا۔ کہ اے فارس کے بزرگ

کسرے! مَیں خدا کا رسول ہوں - اور میری رسالت کا مقصود یہ ہے کہ تمام لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈراؤں - سو اگر تو بھی عذابِ آخرت سے امن میں رہنا چاہتا ہے تو جو خدا کا حکم میں تجھے سُناؤں - اس کو مان اور میری پیروی اختیار کر - ورنہ تیرے اپنے انکار اور تیری تمام رعایا کے نہ ماننے کا عذاب تیری گردن پر ہوگا +

خسرو نے نامہ پڑھ کر نہایت ہی پیچ وتاب کھایا اور مارے غصّے کے اُس نامے کو پھاڑ ڈالا - خسرو کی شقاوت نے یہی نہیں کیا - بلکہ اُسی وقت یمن کے حاکم کے نام حکم بھیجا - کہ حجاز کے اُس شخص کو جس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے - پکڑ کر میرے پاس بھیج دے - حاکم مذکور نے اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی غرض سے دو آدمی آپ کے پکڑ لانے کے واسطے مدینے روانہ کئے - یہ شخص جب مجلسِ نبویؐ میں آئے - تو اُن پر ایسی ہیبت چھائی - کہ اگر آپ اُن کو اپنے سامنے سے نہ اُٹھا دیتے - تو اُن کا بند بند جُدا ہو جاتا - دوسرے دن آپ نے ان کو پھر بُلایا اور فرمایا کہ جاؤ اور اپنے حاکم کو خبر

دو۔ کہ کل رات تمہارے بادشاہ کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر ڈالا۔ اور قریب ہے کہ میرا دین اُس ملک میں پھیل جائے۔ اگر تو اسلام قبول کر لیگا۔ تو جتنا ملک تیرے ماتحت ہے۔ وہ تیرے ہی پاس رہیگا۔ جب یمن کے حاکم کو یہ پیغام پہنچا۔ اور ساتھ ہی فارس سے خسرو کے مرنے کی خبر کی تصدیق بھی ہو گئی۔ تو وہ اپنی رعایا سمیت مسلمان ہو گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ ٭

۴۔ مقوقس والیئے مصر کے نام نامہ۔ اُس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تقریباً اسی مضمون کا نامہ لے کر گئے تھے۔ جو ہرقل کے نام بھیجا گیا تھا۔ اُس نے سفیر اور نامہ دونو کی بہت تعظیم کی۔ اور حاطب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے خلوت میں بہت سی باتیں کیں اور یہ بھی کہا۔ کہ جو اوصاف تو نے بیان کئے ہیں۔ وہ سب اُس پیغمبر کے ہیں۔ جس کے آنے کی خبر حضرت عیسےٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے دی ہے۔ وہ بے شک سب پہ غالب آئیگا۔ اور اس کے اصحاب اُس ملک کو فتح کر لینگے۔ پھر حاطب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو چند تحفے اور نامے کا جواب

دے کر واپس کر دیا +

اِس نامے کا مضمون یہ تھا۔ کہ میں نے آپ کا خط پڑھا۔ اور اُسے سمجھا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ایک پیغمبر خاتمُ النبیین ہوگا۔ جو آنے والا ہے میرا خیال ہے کہ وُہ شام میں ہوگا۔ میں آپ کے سفیر کے ہاتھ آپ کے لئے اپنے ہاں کی عمدہ چیزیں بطور تحفہ بھیجتا ہوں۔ قبول ہوں +

تحفوں کی تفصیل یہ ہے۔

ماریہ قبطی اور اس کی بہن سرین۔ چار ترکی لونڈیاں۔ ایک خواجہ سرا ایک سفید خچر جس کا نام دُلدل تھا۔ ایک گدھا جس کا نام غفیر یا یعفور تھا۔ کچھ کپڑے۔ کچھ شہد۔ ہزار مثقال سونا۔ اِس کے علاوہ حاطب رضی اللہُ عنہُ کو بھی پانچ جامے اور سَو مثقال سونا عطا کیا +

۵۔ والئے شام کے نام نامہ۔ اُس کا نام حارث بن ابی سمر غسانی تھا۔ اُس کے پاس شجاع رضی اللہُ عنہُ فرمان لے کر گئے تھے یہ قیصرِ رُوم کے ماتحت تھا۔ اور اُن دنوں میں وُہ اِس کے علاقے میں آیا ہُوا تھا۔ اِس لئے کچھ عرصے تک اُس کی ملاقات نہ ہُوئی۔ اِسی اثنا میں اُس کے دربانوں میں سے ایک شخص مسلمان ہوگیا

اس نے شجاع رضی اللہ عنہ کی بہت خاطر تواضع کی اور موقع پاکر حاکم سے بھی ملاقات کرا دی جب شجاع رضی اللہ عنہ حاکم کے سامنے ہوئے تو انہوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کیا۔ مگر اس نے اس کو پڑھتے ہی پھینک دیا۔ اور بہت سی نامناسب باتیں کہیں بلکہ جوش میں آکر فوج کو بھی تیاری کا حکم دیدیا لیکن جنگ کے واسطے قیصر کی منظوری لینی ضروری تھی۔ اس لئے فوراً اس کی خدمت میں ایک درخواست لڑائی کی منظوری کے واسطے بھیج دی۔ اور اس میں سب حالات مفصل درج کر دئے۔ جب یہ تحریر قیصر کے پاس پہنچی تو اس نے جواب دیا۔ کہ ابھی ارادے کو ملتوی رکھو۔ اور میرے پاس چلے آؤ۔ مشورے کے بعد جیسی مصلحت ہوگی۔ اس پر عمل کیا جائیگا اس کا جواب آنے پر حاکم مذکور نے شجاع رضی اللہ عنہ کو سو مثقال سونا دے کر رخصت کر دیا +

۶۔ والئے یمامہ کے نام نامہ۔ اس کا نام ہوذہ تھا۔ اس کے پاس سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ نامہ لے کر گئے تھے۔ اس فرمان کا مضمون یہ

تھا۔ کہ مَیں خدا کا رسُول ہُوں۔ میرا دین عنقریب اُن سب مقامات میں پھیل جائیگا۔ جہاں تک چار پاؤں کے پاؤں پہنچتے ہیں۔ پس تم کو بھی چاہیے۔ کہ مسلمان ہو جاؤ۔ تاکہ دنیا اور آخرت کی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہو ہوذہ نے سفیر کی بہت تعظیم کی اور معقول انعام دیا۔ اور اِس فرمان کا یہ جواب تحریر کیا کہ جس طریق کی طرف آپ خلقت کو بُلا رہے ہیں۔ بہت اچھا ہے۔ مَیں شاعر و خطیب ہُوں اِس واسطے عرب میں میرا بہت بڑا رعب ہے اور لوگ میری عزّت کرتے ہیں۔ آپ اپنے ملک سے کچھ دیدیں تو مَیں متابعت کرونگا لیکن آپ نے اُس کے اِس دُنیا پرستی کی شرط کے ساتھ ایمان لانے کو پسند نہیں فرمایا اور کچھ جواب نہیں دیا +

۱۶ - ظہارِ خولہ

خولہ رضی اللہ عنہا ایک شریف و صالح عورت تھیں۔ جن کے خاوند اوس انصاری رضی اللہ عنہ بوڑھے۔ تنگ دستہ حال اور طبیعت کے بہت سخت تھے

ایک دن میاں بیوی میں کسی خانگی معاملے پر تکرار ہوئی اور احزام رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ نے غصّے میں آکر اُسے کہ دیا۔ کہ تو میرے لئے ایسی ہے۔ جیسے میری ماں اور گھر سے نکل گئے۔ اسلام سے پہلے اِن لوگوں میں ایسی بات کے کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی۔ اِس لئے جب اُنہوں نے پچتا کر بیوی سے مصالحت کرنی چاہی۔ تو اُس نے جواب دیا۔ رسول خدا صلے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اجازت بغیر مصالحت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وُہ مسئلے کی تحقیق کے واسطے آپ کی خدمت میں آئی۔ اور سارا حال بیان کر کے کہا۔ کہ سختی تو مجھ پر ایسی کرتا ہے۔ کہ ایک دم میں اُس کے ساتھ گزارہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن بچوں کا خیال اُس کے ساتھ نہ رہنے کو روکتا ہے۔ کیونکہ اگر اُس کے پاس چھوڑ کر چلی جاؤں۔ تو اُن کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر اپنے ساتھ لے جاؤں تو فاقہ کشی کی مصیبت کا فکر ہے۔ غرض میرے لئے یہ سخت مشکل پیش آئی ہے۔ خدا اپنے رحم سے اِس مشکل کو آسان کرے۔ اِس وقت تک اِس قسم کی طلاق کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہُوا تھا۔ اِس لئے آپ نے سجدے میں سر رکھ کر خدا کی درگاہ میں دُعا کی۔ کہ اِس امر کا کس

طرح فیصلہ کیا جائے۔ آپ نے ابھی سجدے سے سر نہیں اُٹھایا تھا۔ کہ سُورہٗ مجادلہ نازِل ہُوئی۔ جس میں ایسی حالت کے وقت کفّارہ دے کر صُلح کر لینے کی اِجازت ہے۔ چنانچہ اُس پر عمل کیا گیا۔ اور اِس کے بعد خَولہ رَضِیَ اللہُ عَنْھا کی صحابہ میں بہت عزّت و تعظیم ہونے لگی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عُمرؓ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اپنی خلافت کے زمانے میں بہت سے شرفا کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ خَولہ رَضِیَ اللہُ عَنْھا نے جو اُس وقت بہت بڑھیا ہو گئیں تھیں۔ اِن سے کچھ کہنا چاہا۔ وُہ اِن شرفا کو چھوڑ کر اُنکی باتیں سننے لگے۔ لوگوں نے پُوچھا۔ کہ آپ نے ان شرفا کی پروا نہ کی۔ اور ضعیف بڑھیا عورت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فرمایا۔ یہ وہ ہے۔ جسکی شِکایت خدا نے سات آسمانوں سے سُنی۔ پھر میں اُس کی طرف کیونکر توجّہ نہ کروں +

اِس واقعہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ بہ اخلاق پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو اپنے سے درجے میں کم ہوں۔ پس ہر ایک آدمی کو چاہیئے کہ وہ اِس تعلیم سے فائدہ اُٹھائے۔ اور اُس کے مُطابق عمل کرے

۱۷- گھڑ دوڑ

اِس سال آپ نے گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑیں کرائیں۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ کس کا گھوڑا یا اُونٹ بہت تیز رفتار ہے۔ جس سے لوگ اچھے گھوڑوں اور اونٹوں کی قدر کریں۔ اور اُن کی پرورش کی طرف متوجہ ہوں ٭

۱۸- اُمِّ رُومان (رضی اللہ عنہا) کی وفات

یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ اِسی سال اُن کی وفات ہوئی۔ اور آپ نے اُن کی تجہیز و تکفین خود کی ٭

ساتواں سال

(۱) غزوہ خیبر

مدینے سے شمال مشرق کی طرف تین چار دن کی راہ پر چند نہایت مستحکم و مضبوط قلعے تھے اگرچہ اُن میں سے ہر ایک کا نام جُدا جُدا بھی تھا۔ مگر سب کو مِلا کر خیبر کہتے تھے۔ یہ خیبر یہودیوں کا مسکن تھا۔ اور یہودیوں کا جو قبیلہ مدینے سے نکالا گیا تھا۔ وہ بھی یہیں آبسا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ خندق کی لڑائی میں قریش کو چڑھائی کرنے کے واسطے انہیں لوگوں نے اُبھارا تھا۔ اور وہ خود بھی اِن کے ساتھ اِس جنگ میں شریک تھے۔ اِسکے علاوہ مسلمانوں کے سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی اسد کے ساتھ بھی اُن کا سازو باز تھا۔ غرض کہ وہ اپنے مستحکم قلعوں کے گھمنڈ اور مذکورہ اسباب کے لحاظ سے نہایت مغرورانہ طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اِس سال اُنہوں نے خود لڑائی کا سامان تیار کر کے مدینے پر چڑھائی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اُن کے اِس ارادے کی خبر

آپ کو بھی پہنچ گئی۔ آپ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اُن کے سردار اُسید سے ملاقات کی۔ اِس مُلاقات کی گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُسید مسلمانوں کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے مدینے کو چل پڑا۔ جب کچھ مسافت طے کر چکے۔ تو کسی بات پر اُس کی تکرار ہوگئی اور لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔ اِس لڑائی میں اگرچہ یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مگر مسلمانوں نے فتح پائی اور اسید کے ہمراہی ایک کے سوا سب مارے گئے۔ یہ حال سُن کر یہودیوں کے غصے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور وہ اور بھی مستعدی سے مسلمانوں کی بیخ کنی کی تیاریوں میں مصروف ہوئے آپ کو بھی اِن سب امور کی اطلاع ہوئی۔ اِس لئے آپ نے اِس سے پہلے کہ وہ حملے کو آئیں۔ چودہ سَو آدمیوں کے ساتھ خیبر کی طرف کُوچ کیا +

یہ سفر رات کے وقت ہوتا تھا۔ ایک دِن کا ذکر ہے۔ کہ کسی شخص نے عامر بن سنان بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کوئی حُدی ہی سنائیے۔ کہ دِل بہلے اور سفر کی تکان رفع ہو۔ اُنھوں نے نہایت خوش الحانی سے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے وہ چند اشعار پڑھے۔ جن میں پہلے شاعر نے

خدا کا اسلام کی برکت عطا فرمانے پر شکریہ ادا کیا ہے۔ پھر نیک عملوں کی توفیق اور دُشمنوں پر غلبے کے لئے دُعا کی ہے۔ اِس نظم کے مضمون اور عامر بن سنان کی خوش الحانی نے تمام قافلے کو ایسا محو کر دیا۔ کہ سفر کی تمام کلفت دُور ہوگئی۔ اور سارے نہایت سُرعت کے ساتھ چلنے لگے۔ اِس حال کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ کہ کون شخص ہے جو حُدی پڑھ کر اونٹوں اور آدمیوں کو تیز چلا رہا ہے۔ لوگوں نے عرض کی۔ عامر بن اکوع رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ۔ آپ نے فرمایا۔ خُدا اس پر رحم کرے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے اُسے کیوں نہ اِسی حال میں رہنے دیا۔ کہ وہ ہمارے ساتھ عرصے تک زندگی گزارتا اور ہمیں اپنی صحبت سے فائدہ پہنچاتا۔

حضرت عمرُ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ کے اِس قول پر تمُ حیران ہوگے۔ کہ اُنھوں نے یہ کیا کہا؟ سو اس کی وجہ بھی سُن لو۔ کہ صحابہ رَضِیَ اللّٰہ عنھُم کو یہ تجربہ ہو چُکا تھا۔ کہ جب آپ کی زبان مُبارک سے کِسی شخص کی نسبت خصُوصاً لڑائی کے وقت ایسے الفاظ نکلتے تو سمجھا جاتا۔ کہ یہ اُس شخص کے واسطے شہادت کی پیشینگوئی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت

عمر رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے بڑی حسرت کے ساتھ الفاظ مذکورہ آپ کی خدمت میں عرض کئے +

خیبر میں پہنچنے سے آپ نے بنی اسد اور بنی غطفان کو جو خیبریوں کے معاون و مددگار تھے۔ کہلا بھیجا۔ کہ تم اِس موقع پر الگ رہو مگر اُنہوں نے اِس بات کو نہ مانا۔ بلکہ ایک مہینے تک برابر اُن کی ایک قِسم کی اِمداد کرتے رہے۔ اور اُن کی طرف سے ہو کر لڑتے بھی رہے۔ آخیر میں جب دیکھا۔ کہ مسلمان فتح پر فتح پاتے اور غالب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ تو اُن سے الگ ہو کر آپ سے آملے۔ آپ نے اُن کی بدکرداریوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی +

جب آپ خیبر میں پہنچے ہیں۔ تو صبح کا وقت تھا۔ اور وہاں کے لوگ آپ کے آنے سے بیخبر تھے اِتنی بڑی بھاری جمعیت دیکھ کر وہ ڈر گئے۔ اور قلعوں میں محصور ہو بیٹھے۔ آپ نے سب سے پہلے قلعہ نطاۃ کا محاصرہ کیا۔ جو چند روز کے بعد سر ہوگیا۔ اِس موقع پر پچاس مسلمان زخمی اور محمد بن اسلمہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے بھائی محمود رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اور قلعہ والوں میں سے ایک حبشی غلام اور ایک یہودی مع عیال و اطفال مسلمان ہوگئے +

حبشی غلام کی نسبت روایت ہے - کہ وُہ اِسلام قبول کرتے ہی ہتھیار اُٹھا کر دُشمنوں پر پل پڑا اور دلیرانہ جنگ کے بعد شہید ہوگیا۔ آپ نے اُس کی نسبت فرمایا عَمِلَ قَلِیلاً وَّ اُجِرَ کَثِیراً۔ تھوڑا کام کیا اور بہت اجر پایا +

اِس کے بعد چند اور قلعے فتح ہوئے۔ پھر قلعہ صعب کا محاصرہ شروع ہوا۔ اِس لڑائی میں عامر بن سنان رضی اللہ عنہُ نے یہودیوں کے نامی پہلوان مرحب کو جو اِن کے مقابلے میں آیا تھا۔ تلوار ماری۔ مگر وار خالی گیا۔ اور خود اُن کے زانو پر ایسا کاری زخم لگا۔ کہ اُس سے جانبر نہ ہوسکے۔ اور چند روز بعد وفات پائی۔ اِن کے بھائی سلمہ رضی اللہ عنہُ کو شک ہوا۔ کہ اُن کا یہ عمل ضائع گیا۔ کیونکہ وُہ اپنے ہی ہتھیار سے مرے ہیں۔ اِس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں اُس کا عمل ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ اُس کو دو ثواب ہیں۔ خود جہاد کیا اور دُوسروں کو ترغیب دی +

اِنہیں محاصرے کے دِنوں میں مسلمان بھُوک کی شدّت سے نہایت لاچار ہوگئے تھے۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر خدا کی درگاہ میں دُعا کی کہ الٰہی!

اِن کی تنگی کو فراخی سے ان کی محنت کو راحت سے بدل دے۔ اور ایسا قلعہ ہاتھ آئے جس میں کھانے کی چیزیں بہت ہوں۔ اِس کے بعد آپ نے منذر بن حباب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر حملے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ سب مِل کر دروازے پر جا پڑے۔ اور تھوڑی سی دیر میں اُسے کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس قلعے میں کھانے پینے پہننے وغیرہ کی چیزوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ وہ سب اِن کے ہاتھ آیا +

اِس قلعے کے بعد چند اور قلعے فتح ہوئے۔ اور سب سے اخیر میں قلعہ قموص کے محاصرے کی باری آئی یہ اوروں کی نسبت نہایت مستحکم اور مضبوط تھا اِس کے گِرد بڑی گہری خندق تھی۔ اُس کے بچاؤ کے لئے یہودیوں نے بڑا زور لگایا۔ اور اس ہمت و جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ کہ کئی دِن تک اُس کی فتح کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ مسلمانوں میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنہما اور بڑے بڑے صحابہ نے جانثار کوششوں کے ساتھ حملے کئے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اِسی اثنا میں آپ نے ایک دِن رات کے وقت فرمایا۔ کہ کل صبح اُس شخص کو جہاد پر

بھیجونگا۔ جو خدا اور رسُول کا بہت عزیز ہے۔ اور جس کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ اُسے فتح کریگا۔ یہ مژدہ سُن کر سب اِس بات کے منتظر ہُوئے۔ کہ دیکھیں یہ فضیلت خدا کس کو نصیب کرتا ہے؟

حضرت علی کرّمَ اللہُ وَجہَہٗ کی آنکھیں دُکھنے آئی تھیں۔ اس لئے وُہ اِس غزوے میں تشریف نہیں لائے تھے۔ لیکن بعدہٗ اِن کے دِل میں کچھُ ایسا ولولہ پیدا ہوا۔ کہ اِس بیماری کی حالت میں سوار ہوکر خیبر میں آ پہنچے۔ اور آنکھوں پر پٹی باندھے خیمے میں پڑے رہے۔ صبح کو سب فرمان کے منتظر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ علیؓ کرّمَ اللہُ وَجہَہٗ، کہاں ہیں؟ اصحاب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! (صلّے اللہُ علیہِ وَسلّمَ) وُہ آج بہت سویرے آ تو گئے ہیں۔ مگر اُن کی آنکھوں میں سخت درد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اُنہیں سامنے لاؤ۔ جب وُہ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ تو آپ نے بیماری کا حال دریافت کرکے اُن کی آنکھوں میں لب مبارک لگا دیا۔ جس سے وُہ فی الفور اچھے ہوگئے۔ اور اِس کے بعد پھر کبھی اُن کو یہ بیماری ہُوئی ہی نہیں۔ یہ آپ کا ایک معجزہ تھا۔

بعد ازاں آپ نے اپنی زرہ حضرت علی کرّمَ اللہُ

وَجْہَہٗ کو پہنائی اور اپنی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا اُن کی کمر میں باندھی۔ اور فرمایا۔ کہ جاؤ جہاد کرو اور فتح کئے بغیر واپس نہ آؤ۔ حضرت علی کرّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اِس حکم کو جو فتح کی پیشینگوئی تھی۔ سُن کر عَلَم اُٹھا۔ کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر قلعے پر چڑھ گئے اور حریف کو میدان میں جا للکارا۔ یہودیوں کی طرف سے حارث نامی ایک شجاع مقابلے میں آیا۔ یہ شخص مرحب کا بھائی تھا۔ جس نے پہلے عامر رضی اللہُ عنہُ سے مقابلہ کیا تھا۔ اُس نے اُس جرأت سے حملہ کیا۔ کہ تھوڑی سی دیر میں کئی مسلمان اُس کے ساتھ سے شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر خود حضرت علی کرّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اُس پر جھپٹے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ مرحب بھائی کو یوں قتل ہوتا دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور جھٹ خود یمانی سر پر رکھے یہود کی ایک جماعت کو ساتھ لئے نہایت غضبناک صورت سے میدان میں آ موجود ہوا۔ لڑائی سے پہلے حضرت علی کرّمَ اللہُ وجْہَہٗ اور اُس کے درمیان جو باتیں ہُوئیں۔ وہ سننے کے قابل ہیں :-

مرحب۔ اے جوان! تیرا نام کیا ہے؟

علی رضؓ۔ میرا نام علی ابن ابی طالب اور حیدر ہے۔

مرحب۔ سُن! میرا نام مرحب ہے۔ تم کو بہت لوگوں سے لڑنے کا اتفاق ہُوا ہے۔ مگر آج ذرا ہوشیار رہنا۔ اس کے بعد جیسا کہ عرب کا دستور تھا۔ وُہ فخریہ اشعار پڑھنے لگا۔ جن کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے۔ خیبر خوب جانتا ہے۔ کہ مَیں مرحب ہُوں۔ اور اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ مَیں ہتھیار باندھنے والا آزمودہ کار پہلوان ہُوں۔ کبھی نیزہ و تیر لگاتا ہوں اور کبھی تلوار مارتا ہوں ۔

علیؓ۔ آج تک تجھے کوئی برابر کے جوڑ کا حریف نہیں ملا۔ آج تیرا بچنا دشوار ہے۔ پھر اپنی شجاعت و بہادری جتانے کو چند اشعار پڑھے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مَیں وُہ ہوں۔ جس کا نام ماں نے حیدر رکھا ہے۔ میری شکل شیر کی طرح مہیب ہے۔ اب مَیں ایک سرے سے تلوار کے ساتھ اِسی طرح ناپنا شروع کرتا ہُوں۔ جس طرح کسی بڑے پیمانے سے کسی چیز کو ناپتے ہیں ٭

اس گفتگو کے بعد مرحب نے پیشدستی کر کے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ پر تلوار کا وار کیا اُنھوں نے اُس کو ڈھال پر لے کر ایک جست کی۔ اور اِس زور کے ساتھ اِس کے ایک تلوار

ماری۔ کہ وُہ دو ٹکڑے ہوگیا۔ جب مرحب اور اُس کے ساتھیوں میں سے سات شخص اور بھی مارے گئے۔ تو یہود کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وُہ بھاگ کر قلعہ میں بند ہوگئے۔ ابُو رافع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وجہَہ' یہود کے تعاقب میں خندق کو پھلانگ کر قلعے کے دروازے پر پہنچے۔ تو دروازہ بند پایا۔ اُس وقت میں اُن کے ساتھ تھا۔ اُن میں اس وقت عنایتِ الٰہی سے اس قدر طاقت ہوگئی۔ کہ اُنھوں نے دروازہ کا قلابہ پکڑ کر زور سے جو جھٹکا دیا۔ تو دروازہ اُکھڑ کر اُن کے ہاتھ میں آگیا۔ اُس کو آپ نے خندق پر پھینک دیا۔ اور خود قلعے میں داخل ہو کر مخالفوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ تھوڑی سی دیر میں اُسے فتح کر لیا +

بیان کیا گیا ہے۔ کہ دروازہ بہت بھاری تھا۔ یہاں تک کہ سات بلکہ اُس سے بھی زیادہ جوانمردوں نے ملکر اُسے اُٹھانا چاہا۔ تو اُٹھ نہ سکا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے۔ کہ پھر خود علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہ' سے بھی نہ اُٹھایا گیا جس سے سب کو یقین ہوگیا۔ کہ یہ اُن کی

اپنی شجاعت نہ تھی - بلکہ یہ آپ کی دُعا کا اثر تھا - کہ اُن کے ساتھ وُہ قوی طاقت کام کر رہی تھی - جس سے لسعلے اور کوئی قوت نہیں ⁂

یہود کو اِس قلعے پر بہت بڑا ناز تھا - جب وُہ بھی فتح ہو گیا - تو اُن کی کمریں ٹوٹ گئیں - ہمت چھُوٹ گئی - اور الامان کا نعرہ بلند کیا - اب لڑائی کا خاتمہ ہو گیا - اور اِن شرائط پر فتح پائی ⁂

۱ - تمام خیبریوں اور اُن کے اہل و عیال کو جان سے امان دی جائے ⁂

۲ - خیبری اپنا تمام اسباب جنگ کے تاوان میں دے دیں - لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اُس کے ساتھ جان اور اہل و عیال کے امن کا معاہدہ قائم نہ رہیگا ⁂

۳ - خیبر کی زمین یہود کی ملکیت نہیں رہیگی - مگر وُہ وہیں اپنے گھروں میں آباد رہینگے اور زمین پر قابض - اور اُس کی پیداوار کا نصف حِصّہ بطور خراج دیا کرینگے اور آنحضرت صلے اللہُ علیہِ وَسلّم کو اختیار ہوگا - کہ جب کبھی اُن سے بدعہدی دیکھیں - تو اُنہیں جلا وطن کر دیں

اِس عہد نامے کے مُطابق اور سب لوگوں نے تو اپنا سارا مال و اسباب حاضِر کر دیا - مگر قبیلہ

بنی نضیر کے سردار کنانہ نے دغا بازی کی اور نہایت بیش قیمت مال چھپا رکھا۔ اُس کی تلاش کی گئی۔ تو وُہ مال نکلا۔ اِس واسطے وہ مارا گیا۔ اور اُس کے اہل و عیال قید کرئے گئے۔ اِن قیدیوں میں سے اس کی بیوی صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور بعد میں جناب سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے نِکاح میں آئیں +

جب مسلمان خیبر کی فتح کی خوشیاں منا رہے تھے اللہ تعالےٰ نے ایک اور مسرّت اُن کو عطا کی یعنی ابھی آپ خیبر ہی میں تشریف فرما تھے کہ مہاجرین حبشہ عمر بن اُمیہ ضمری رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوے۔ آپ کو اور آپ کے مبارک ساتھیوں کو اِس با نصیب جماعت خصوصاً جعفر ابن ابی طالب اور اُن کی بیوی اسما بنت عمیس اور ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عَنہُم کی ملاقات سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ گویا اِس جماعت کا فتح حاصل ہونیکے عین موقع پر آنا مسلمانوں کے لئے دوبالا خوشی کا باعث ہوگیا۔ اُمّ المومنین اُمِ حبیبہ بنت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ عنہا بھی اس جماعت میں تھیں +

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے نجاشی کی معرفت امّ المؤمنین اُمِّ حبیبہ بنتِ ابوسُفیان رَضِیَ اللّٰہُ عنہا

کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کی تھی۔ اُن کا خاوند آپ کا پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ حبشے میں مر گیا تھا۔ اور یہ وہیں رہتی تھیں۔ نجاشی نے آپ کی نکاح کی درخواست کا اُمّ المؤمنین اُمّ حبیبہ کے ساتھ فیصلہ کر کے اُنکو اس مہاجر جماعت کے ساتھ دو کشتیوں میں مدینے روانہ کر دیا۔ چونکہ اس نکاح کا معاملہ نجاشی کی معرفت طے ہُوا تھا۔ اس لئے روانگی کے وقت اُس نے آپ کو ہدیے اور تحفے بھی بہت سے دِئے +

اِن واقعات کے بعد خیبر سے جو مال و دولت ہاتھ لگی تھی وہ حکمِ الٰہی کے بموجب مسلمانوں میں تقسیم کی گئی۔ اور اُس میں سے مہاجرین حبشہ کو بھی حِصّہ دیا گیا +

اس غزوے کے متعلق گو اور بہت سے واقعات بھی ہیں۔ مگر اُن میں سے صِرف چار باتیں ایسی ہیں جن کا جاننا طالب علموں کے لئے ضروری ہے اس لئے وہ مختصر طور پر ذیل میں بیان کی جاتی ہیں +

۱۔ ایک یہودیہ عورت کا آپ کو زہر دینا۔

اِس کا قِصّہ یوں ہے۔ کہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودیہ عورت نے آپ کی دعوت کی اور بکری کا گوشت پکایا۔ جس میں زہر قاتل ڈال

دیا۔ جب آپ کھانے لگے۔ تو ابھی دندان مُبارک سے بھی لقمہ نہیں لگا تھا۔ کہ آپ کو خدا تعلےٰ نے الہام کے ذریعے خبر دی۔ کہ اِس میں زہر ہے۔ اِس لئے آپ نے وُہ کھانا نہیں کھایا۔ ہاں آپ کے ایک صحابی نے پہلا لقمہ کھالیا تھا۔ چنانچہ اُن پر فی الفور زہر کا اثر ہوگیا۔ اور وُہ وہیں فوت ہوگئے۔ اگرچہ اس عورت کا یہ فعل اِس قابل تھا۔ کہ اُسے اُس کے بدلے قتل کیا جاتا مگر آپ نے اُسے بالکل چھوڑ دیا۔ روایت ہے کہ اِن واقعات کو دیکھ کر اُس عورت نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور مسلمان ہوگئی +

۲۔ نماز صبح کا قضا ہو جانا ۔ خیبر سے واپسی کے ایّام میں ایک رات آپ کو نیند آگئی۔ اِس لئے ساتھیوں کو ٹھیر جانے کا حکم دیا۔ تاکہ سب آرام کرلیں مگر بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو حکم دیا کہ وُہ جاگتے رہیں۔ اور جب صبح ہو۔ سب کو جگا دیں۔ صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے اِتّفاق ایسا ہوا۔ کہ بلالؓ تہجُّد کی نماز پڑھکر آرام لینے کی غرض سے ایک جگہ ذرا تکیہ لگا کر بلیٹھ گئے۔ سفر کا موقع اور تمام رات جاگتے رہنا اِنہیں فوراً نیند آگئی۔ یہاں تک کہ دِن

نکل آیا۔ اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اتنے میں جناب سرور کائنات صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جاگ اُٹھے۔ اور دیکھا کہ سورج نکلا ہوا ہے۔ آپ نے سب کو جگایا اور بلالؓ سے اُن کی غفلت کا جواب طلب کیا۔ اُنہوں نے صیح صیح حال بیان کر دیا آپ نے اُن کا عذر قبول فرمایا۔ اور نمازِ صبح قضا کی نیت سے جماعت کے ساتھ پڑھی +

۳۔ چند ممنوعات۔ اِسی سال میں اہلی گدھوں دانت سے شکار کرنے والے درندوں کی نسبت ارشاد فرمایا کہ یہ حرام ہیں۔ مسلمان اِن کا گوشت نہ کھائیں۔ اور نیز ارشاد فرمایا کہ لہسن اور پیاز کھا کر مسلمانوں کو مسجد یا کسی متبرک مجلس میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے +

۴۔ اہلِ فدک وتیما کی متابعت۔ خیبریوں کے حالات سے متنبہ ہو کر اہلِ تیما نے تو جزیہ دینا قبول کر کے متابعت اختیار کی اور اہل فدک نے یہ منظور کر لیا۔ کہ اُن کی نصف زمین مسلمانوں کی ہوگی اور باقی نصف اُن کی اپنی رہیگی +

اِس غزوے کے بعد سات سریتے اور ایک غزوہ اور ہوا۔ جن میں چند چھوٹی چھوٹی سرکشیوں کا مناسب تدارک کیا گیا۔ اِن میں کوئی خاص واقعہ

بیان کے قابل نہیں ٭

۲- عُمرۃ القضا

صُلح حُدیبیہ کی قرار داد کے موافق آپ نے اس سال حج کا ارادہ کیا اور اُن سب لوگوں کو جو پچھلے سال صُلح حُدیبیہ کے وقت موجُود تھے۔ حکم دیا۔ کہ سب چلیں۔ اور اُن کے سوا اور بھی جس کا جی چاہے۔ بے شک چلے۔ چنانچہ دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ مکے میں پہنچے۔ اور پورے اطمینان کے ساتھ حج کے مراسم ادا کیے۔ اہل مکہ ان دِنوں گھروں سے نِکل کر پہاڑ پر چلے گئے حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہُ کے ذریعے اُن کی سالی میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اور ارادہ فرمایا۔ کہ ولیمہ کی دعوت مکے ہی میں کریں اور اس میں مسلمانوں کے علاوہ اہل مکہ کو بھی بُلایا جائے اس معاملے میں مکہ والوں کی رائے دریافت کرنے کی غرض سے آپ نے اُنکو اپنے ارادے سے مطلع کیا مگر اُنہوں نے کہلا بھیجا۔ کہ ہمیں تمہاری دعوت کھلانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ تم جلد ہماری زمین سے نِکل جاؤ۔ آپ نے فی الفور کوچ کا حکم دیا٭

آپ روانہ ہونے ہی کو تھے۔ کہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہُ عنہُ کی بیٹی عمارہ رضی اللہُ عنہا آئیں اور ایسی طرز سے آپ کو یا عم یا عم! کہ کر پکارنے لگیں جس سے اُن کا مطلب یہ تھا۔ کہ مجھے بھی آپ ساتھ لیچلیں۔ چنانچہ حضرت علی کرّم اللہُ وجہہٗ کے کہنے سے آپ نے اُنکو ہمراہ لے چلنے کی اجازت دی حضرت علی کرّم اللہُ وجہہٗ نے اُنکو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہودج میں سوار کر لیا۔ جب مدینے میں واپس تشریف لائے۔ تو عمارہ رضی اللہُ عنہا کی پرورش کرنے کے تین صحابہ رضہ دعوے دار ہوئے۔ اور اُنمیں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ اِس یتیم لڑکی کی پرورش میں ہی اپنے ذمے لوں۔ اپنے دعوے کی تائید میں ہر ایک نے اپنی قرابت کا حق بھی ظاہر کیا۔ مگر اپنے آپ سے کچھ تصفیہ نہ ہو سکا۔ وہ سب اس ثواب کے کام میں حصّہ لینے کے اِتنے شائق تھے کہ اُن میں سے کوئی ایک بزرگ بھی اِس سے باز نہیں رہتے تھے۔ آخر کار اُن میں اِس بات پر بہت اختلاف ہُوا۔ اور اُنہوں نے تصفیہ کے لئے اِس معاملے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا ؞

حضرت علی کرّم اللہُ وجہہٗ نے عرض کی عمارہ رضہ میری چچیری بہن ہیں۔ میں ہی اُسے اپنے ساتھ لایا

ہُوں۔ اور آپ کی بیٹی فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہا جو اس کی چچیری بہن ہیں۔ اُس کی تربیت کریگی۔ پس اُسے میرے گھر پرورش کرنے کے لئے دیا جائے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ کے بھائی حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے کہا یہ میری بھی چچیری بہن ہے اور اِسکی خالہ میرے گھر ہے۔ جو اُس کی پرورش کرنیکی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ پس یہ میرے حوالہ کیجائے۔ زید بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے کہا۔ عقدِ مواخات کے وقت حمزہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ میرے بھائی بنے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ وُہ میرے رضاعی بھائی تھے۔ پس یہ میری بھتیجی ہے۔ اور میں اِس کی تربیت کرنے کے لئے سب سے زیادہ استحقاق رکھتا ہُوں ٭

آپ نے سب کے دعوے سُن کر یہ کہا۔ کہ خالہ ماں کی بجا ہے۔ پس عمارہ رَضِیَ اللہُ عَنہا جعفر رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے گھر اپنی خالہ کے پاس رہیں اور وہیں پرورش پائیں۔ اِس کے بعد پہلے تو حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وجہَہ کو اِس دِلربا کلام اور معزز خطاب سے خوش کیا۔ کہ اے علی! تُو مجھ سے اور میں تجھ سے۔ پھر زید رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے یہ دل لبھانے والا ارشاد فرمایا۔ کہ اے زید! تُو دین

میں ہمارا بھائی اور ہمارا محبّ اور محبوب ہے۔ گو آپ کے صحابہ رضی اللہُ عنہم آپ کے ایسے سچے اور مخلص تابعدار تھے۔ کہ آپ کے کسی فیصلے یا حکم سے اُن کو ذرا بھی اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آپ باوجود اِس کے پھر بھی ایسے موقعوں پر اِس طرح سے اُن کی دِلجوئی کرتے۔ کہ اگر اُن کی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ ہو تو بشری تقاضا کے لحاظ سے اُن کے دِل پر کسی قِسم کا بُرا اثر نہ پڑے۔ چنانچہ حضرت علی اور زید رضی اللہُ عنہما کو آپ کے مشفقانہ الفاظ سُن کر اِس فیصلے پر ذرا ملال نہیں ہوا۔ بلکہ خوشی خوشی اُسے مان لیا

یہ واقعہ آپ کی سچی اور عُمدہ پُرتاثیر تعلیم کا نمونہ ہے۔ ایک زمانہ وُہ بھی تھا۔ کہ اوروں کی اولاد کی پرورش کا خیال تو درکنار خود اپنی ہی معصُوم لڑکیوں کو اہلِ عرب زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور اگر کبھی کوئی مالدار لڑکی یتیم ہو جاتی تھی۔ تو اُس کو اپنے نکاح میں لا کر اُس کا مال خود ہضم کر جاتے تھے۔ اور اُس کا کوئی حق بھی پورا نہیں کیا کرتے تھے۔ یا اب آپ کی تعلیم سے یہ حالت ہُوئی۔ کہ ایک چھوڑ تین آدمی بڑے شوق سے ثواب کے حصُول اور حق ادا کرنے کی غرض سے

اُس یتیم لڑکی کی پرورش کے واسطے تیار ہو گئے جس سے اُن کو کوئی دُنیاوی فائدہ ہرگز ملحوظ نہیں تھا۔ اِس موقع پر اِن تینوں بزرگوں میں جو اختلاف واقع ہُوا تھا۔ اُسے جس خوبی اور حسن ادا سے آپ نے دُور کیا۔ وہ آپ کے حسن اخلاق و عادل و منصف ہونے کی پوری شہادت ہے۔

لوگوں نے عمارہ رضؓ کے لانے پر بہت گفتگو کی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ یہ امر صلح کی شرائط کے خلاف تھا۔ جس کے جواب میں بعض علما نے تو یہ کہا ہے۔ کہ صلحنامے کی آخری شرط مردوں کے متعلق تھی نہ عورتوں سے۔ مگر صحیح بات یہ ہے۔ کہ یہ شرط خود اہل مکہ کی درخواست پر جیسا کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے واقعات میں لکھا گیا تھا۔ منسوخ ہو چکی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ مکے والوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ورنہ وہ چپ رہنے والے جن نہ تھے۔ جن لوگوں نے تیسرے سے چوتھا دِن مکے میں مسلمانوں کو باوجود اجازت مانگنے کے رہنے نہیں دیا۔ بھلا وہ معاہدے کے خلاف اِس شریف لڑکی کو کیوں جانے دینے لگے تھے۔

نظارۂ قدرت

اول۔ حیوانات

اُردو کی تیسری کتاب میں حیوانات کی تقسیم اور اُن کی پانچوں جماعتوں کا تھوڑا تھوڑا سا حال لکھا گیا ہے۔ اِس کتاب میں ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ اُن میں سے پہلی دو جماعتوں کے حالات لکھے جاتے ہیں۔ جن سے تم کو اُن کے خالق و رازق جلّ شانہٗ کی قدرت و صنعت معلوم ہوگی۔ باقی حالات اگلی کتاب میں لکھینگے انشاء اللہ تعالےٰ *

۱۔ دودھ پلانے والے جانور

عِلم حیوانات کے عالموں نے اِس کے چودہ فریق کئے ہیں۔ جن میں سے تین تو بہت ہی غیر معروف جانور ہیں۔ اِس لئے اُن کا ذکر

نہیں کیا جاتا۔ باقی گیارہ فریقوں کے نام یہ ہیں دو ہتے۔ چوہتے۔ پنکھ ہتے۔ کرم خور۔ کترنے والے درندے۔ سونڈدار۔ سم دار۔ ویل کی قسم کے۔پوپلے اور تھیلی دار جانور +

۱۔ دو ہتے جانور

جانتے ہو۔ دُوہتے جانور کون ہیں؟ تم تو اس کا کیا جواب دے سکوگے۔ ہم ہی سے سنو۔ وُہ تو خود تم ُہی ہو۔ یعنی انسان۔ جناب! آپ نے یہ کیا فرمایا؟ ہم کو جانور بنا دیا۔ اوہو! تم تو خفا ہی ہوگئے۔ بھئی! یہ کوئی خفا ہونے اور بُرا ماننے کی بات نہیں۔ ہم تم سب جانور ہی ہیں بات یہ ہے کہ جانور ایسی مخلوق کا نام ہے جس میں جان ہے۔ سو انسان جانور ہونے سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اِس میں بھی تو اور جانوروں کی طرح جان موجود ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح اور جانوروں کا جسم۔ گوشت۔ پوست خون اور ہڈیوں سے مِل کر بنا ہے۔ اُسی طرح انسان کا بھی بنا ہے۔ جس طرح اُن کی رگوں میں خون دورہ کرتا ہے۔ اُسی طرح اُس کی رگوں میں بھی کرتا ہے۔ جس طرح وُہ سانس لیتے۔ کھاتے۔ پیتے۔ سوتے۔ جاگتے

بیمار ہوتے اور آخرکار مرجاتے ہیں۔ اِسی طرح اس کا بھی حال ہے۔ البتہ فرق ہے۔ تو اِتنا۔ کہ انسان سوچ سکتا ہے۔ بات چیت کر سکتا ہے۔ اور جانوروں میں سوچنے اور بات چیت کرنے کی قدرت نہیں۔ یہی سبب ہے۔ کہ وہ سب سے افضل و اشرف ہے۔ اور ایسے ایسے کام کرتا ہے جو کسی اور جانور سے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

دیکھو وُہ آگ جلا سکتا ہے۔ کھانا پکا سکتا ہے رہنے کو ایسے عالیشان مکان بناتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر خود آدمی کی ہی عقل دنگ رہ جاتی ہے گرمی اور سردی سے بچنے کو ایسے ایسے نفیس اور بیش بہا کپڑے بناتا ہے۔ جنہیں پہن کر جی خوش ہو جاتا ہے۔ پل۔ قلعے۔ مسجدیں۔ مندر۔ مقبرے اِسی کے ہاتھوں کے کرتب ہیں۔ سڑکیں۔ نہریں گاڑیاں۔ کشتیاں۔ ریل۔ جہاز۔ غبارے اور تار برقی اِسی کے فکر رسا کے نتیجے ہیں۔ بڑے بڑے قد آور اور شہ زور جانوروں کو قابو میں لاتا ہے۔ اور اُن سے اپنی خدمت لیتا ہے۔ ظہوراتِ طبعی یعنی آگ۔ پانی اور ہوا کو مسخر کرتا ہے اور اُن سے کلوں کے چلانے کا کام لیتا ہے جن کے ذریعے سے ہزاروں کام کی چیزیں بہت ارزاں

بنتی اور نکلتی ہیں - زمین جوتتا ہے - جس سے کتنے ہی قسم کے غلّے پیدا ہوتے ہیں - انہیں کھاتا ہے - اور اپنے پروردگار کی یاد کرتا ہے - سچ پوچھو تو انسان وہی ہے جو دُنیا کے خواہ کسی کام میں لگا ہو - اپنے خالق کو نہ بھُولے - اُس کا خوف دلمیں لئے رہے - اور اُس کے حکموں پر چلنے کی کوشش کرے - نہیں تو جیسے اور حیوان ویسے ہی یہ انسان - بچّو! تم ہر وقت اِسی کوشش میں رہو - کہ انسان کہلانے کے مستحق بنو - نرے جانور نہ رہو ✣

۲ - چوپتے جانور

انسان کے ہاتھ میں خدا تعالےٰ کی عطا کی ہُوئی یہ طاقت ہے - کہ اُنگلیوں اور انگوٹھے کو سیدھا کر سکتا ہے - ہتھیلی کی طرف اُن کے مساوی فاصلے تک جس طرح چاہے اُنہیں پھیلا اور حرکت دے سکتا ہے - کسی چیز کو جو پکڑنے کے قابل ہو - اُن کے ذریعے پکڑ سکتا ہے - البتہ پاؤں میں یہ طاقت نہیں - مگر بعض جانور ایسے بھی ہیں - جن کے ہاتھ پاؤں یکساں چلتے ہیں اور چار ہاتھوں کا کام دیتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ اُنہیں چوپتے جانور کہتے ہیں ✣

یہ انسان کے بہت مشابہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس نے اُنہیں کبھی دیکھا سُنا نہ ہوگا۔ اگر اُن میں سے کسی ایک کو کہیں دیکھ پائے۔ تو یہی سمجھیگا۔ کہ جنگلی آدمی ہے۔ یہ گرم ملکوں میں رہتے ہیں۔ اکثر تو پھل کھاتے ہیں۔ بعض کیڑے اور بعض چھوٹے بڑے جانور۔ ٹولیاں باندھکر جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اور وہاں بڑی پھُرتی سے درختوں پر کودتے پھاندتے پھرا کرتے ہیں۔ ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر زیادہ تر مشہور یہ ہیں۔ بندر۔ بن مانس اور ببون +

بندر۔ قد و قامت اور شکل و صورت میں بہت مختلف ہوتے ہیں۔ بعض قد میں آدمی کے لگ بھگ ہیں۔ بعض بہت ہی چھوٹے۔ کسی کی دُم لمبی ہے۔ کسی کی چھوٹی۔ کسی کی ہوتی ہی نہیں بعض بہت موٹے اور بد وضع ہوتے ہیں۔ بعض نازک بدن اور خوبصورت +

اکثر بندروں کے گالوں میں اندر کی طرف تھیلیاں سی ہوتی ہیں۔ خوف کے موقع پر کھانے کی چیزیں جلدی جلدی اُن میں بھر لیتے ہیں۔ پھر فرصت پاتے ہیں۔ تو اُن میں سے نکال نکال کر کھاتے ہیں۔ بعض بندر ایسے

بھی ہیں - جن کے گالوں میں تھیلیاں نہیں ہوتیں اُن کی دُم پتلی اور لمبی ہوتی ہے - جس میں یہ عجیب طاقت ہے - کہ اُس سے ہر ایک شَے کو پکڑ سکتے ہیں - درختوں کی شاخوں میں اسے لپیٹ کر لٹک جاتے ہیں - اور جھُولتے جھُولتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں +

ہندوستان میں جو بندر پائے جاتے ہیں - اُن میں سے ایک قسم کا نام لنگور ہے - اُس کا مُنہ کالا اور دُم لمبی ہوتی ہے - گالوں میں تھیلیاں نہیں ہوتیں +

بن مانس کے دُم نہیں ہوتی - پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہوتی ہیں - اگرچہ کھڑے ہو کر صرف پاؤں کے بل چل سکتا ہے - مگر بھدّے پن سے اور وُہ بھی اپنے شوق سے شاذ و نادر ہی +

عرب کے مغرب میں سمندر کے پار جو ملک ہے - اُس کا نام افریقہ ہے - ببون اِس کے جنوب میں پایا جاتا ہے - قد میں انسان کے برابر بڑا چڑ چڑا اور خونخوار ہوتا ہے - دُم چھوٹی سی - اُس پر بال کا نام نہیں ٹنڈ مُنڈ ہوتی ہے سر کچھُ کچھُ کتے سے ملتا جلتا - لمبا اور چوڑا سا +

یہ پکے چور ہوتے ہیں۔ اتنا بڑا اور بھدا سا ڈیل ڈول ہے۔ مگر اِس ہوشیاری سے دبے پاؤں آتے ہیں۔ کہ نہ گھاس کا تنکا ہلتا ہے۔ نہ سوکھی شاخ کھڑکتی ہے۔ نہ ہوشیار سے ہوشیار چوکیدار کو آنے جانے کی خبر ہوتی ہے؎

۲۔ پنکھ ہتے جانور

اِن کے ہاتھوں میں اُنگلیاں بھی ہوتی ہیں۔ مگر اُن کے درمیان جھلی منڈھی ہوئی جو ٹانگوں تک پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی اِن پرندوں کے پنکھ یا بازو کا کام دیتی ہے۔ اسی کی بدولت یہ نام پایا ہے؎

اِس قسم میں صرف چمگادڑیں ہی ہیں۔ جن کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض چھوٹی بعض بڑی۔ مگر صورت شکل میں سب باہم ملتی جلتی ہیں۔ غذا کے لحاظ سے اِن کی دو قسمیں ہیں کیڑے کھانے والی اور پھل کھانے والی؎

عام چمگادڑ جو ہندوستان میں ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ رات ہی کو باہر نکلتی ہے۔ مچھر بھنگے اور اَور طرح کے کیڑوں سے اپنا پیٹ پالتی ہے۔ دن کو اندھیرے سوراخوں میں۔ چھتوں کے کونوں میں گہری

چھاؤں کے درخت میں۔ کسی چٹان یا عمارت کی دراڑ میں چمٹی رہتی ہے۔ اِس کا سونا دُنیا سے نرالا ہے سر نیچے کرتی ہے۔ ایک پنجے سے کسی چیز کو پکڑ کر لٹک رہتی ہے ؂

اِسی جھلّی سے جس کی بدولت یہ ہوا میں ہزاروں چکر لگاتی اور پلٹیاں کھاتی ہے۔ ہر چیز کا حال معلوم کر لیتی ہے۔ تم کہوگے۔ کہ بازوؤں سے تو چیز کو جب ہی معلوم کرینگے۔ کہ اُن سے لگے مگر جب ٹکر لگ گئی تو پھر معلوم ہونے کا کیا فائدہ اِس میں یہی تو تماشے کی بات ہے۔ کہ جب وہ ہوا میں اُڑتی پھرتی ہو اور کوئی چھوٹی چیز بھی اِس کے پاس آجائے۔ تو بغیر ٹکر کھائے اُسے معلوم کر لیتی ہے۔ اور جھٹ بچ کر نِکل جاتی ہے ؂

اِن کو سردی بہت ستاتی ہے۔ شمالی ملکوں میں جاڑے بھر اِس طرح سویا کرتی ہیں۔ گویا مر گئیں نہ کھاتی ہیں نہ پیتی ہیں۔ نہ ہلتی جلتی ہیں۔ نہ سانس لیتی ہیں۔ جب موسم بہار آتا ہے۔ تو اُس کی حرارت اُنہیں خوابِ مرگ سے جگا دیتی ہے ؂

۴۔ کرم خور جانور

یہ جانور تلووں کے بل چلتے ہیں۔ عمُوماً سارا

دِن زمین کے نیچے بلوں میں بسر کرتے ہیں۔ رات کو باہر نکلتے ہیں۔ کیڑوں کا ناشتہ کرتے ہیں سرد ملکوں میں تمام جاڑے سوئے ہی رہتے ہیں۔ موسم بہار میں جاگتے ہیں۔ اِن کے دانت تیز اور نکیلے ہوتے ہیں۔ ڈاڑھوں پر تیز اور سخت نوکیں جن سے کیڑوں کی سخت جلد کو بھی آسانی سے چبا لیتے ہیں۔ جنگلی چوہا۔ چھچھوندر اور کورموش اسی قِسم کے جانور ہیں +

جنگلی چوہا۔ ایک چھوٹا سا عجیب جانور ہے۔ جس کی پیٹھ پر کانٹوں کی زرہ ہوتی ہے۔ اِسی لئے اُس کو جھاڑ چوہا بھی کہتے ہیں۔ دُشمن حملہ کرتا ہے۔ تو سمٹ کر گیند ہو جاتا ہے۔ سر دم سے مِلا دیتا ہے۔ ٹانگیں اور نرم نرم بدن چھپا لیتا ہے اب چاروں طرف کانٹے ہی کانٹے نظر آتے ہیں۔ اور ایسا معلوم دیتا ہے۔ جیسے ارنڈ کا بڑا پھل +

چھچھوندر کی تھوتھنی گاؤ دُم لمبوتری ہے۔ پاؤں چھوٹے چھوٹے پتلے پتلے۔ رنگ مٹیالا۔ مگر بالوں کی نوکیں ذرا سُرخی لئے۔ قد مختلف ہوتا ہے۔ عام چھچھوندر دُم سمیت طول میں دس انچ کی ہوتی ہے۔ دونو پہلوؤں میں کھال کے نیچے

غدود ہوتے ہیں۔ جن میں سے سڑی اور ناگوار بدبُو نکلتی ہے۔ اِس میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ آٹا۔ پانی یا کسی اور کھانے پینے کی چیز کے برتن پر سے چھچھُوندر گزر جائے۔ تو جھٹ اُس چیز میں بدبو بس جاتی ہے۔ اور وُہ چیز کام میں لانے کے قابل نہیں رہتی ۔

گورموش۔ ایک عجیب و غریب جانور ہے۔ زمین کھود کر تاریک بلوں میں رہتا ہے۔ وہیں اپنی غذا تلاش کرتا ہے۔ باہر شاذ و نادر ہی دکھائی دیتا ہے۔ اِس قسم کی زندگی بسر کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے اُسے عجیب جسم عطا کیا ہے۔ اگلے پنجے بڑے بڑے چوڑے چوڑے طاقتور۔ موٹی کھال سے ڈھکے ہُوئے اور اُن میں چوڑے چوڑے مڑے ہُوئے ناخن۔ تاکہ زمین کے کھودنے میں اُسے کچھُ تکلیف نہ ہو۔ جسم گول سَر اور شانوں کا دَور جسم کے پچھلے حِصّے سے بڑا۔ طاقتور تاکہ جہاں سر سما سکے۔ وہاں کل جسم جا سکے۔ اور کھودنے کی مشقت بخوبی اُٹھا سکے۔ سوراخ کرنے کے لئے کھوپری لمبی اور چپٹی ہے ناک سخت اور ہڈّی دار بدن پر گھن کا نرم سمور ہے۔ جو ہر طرف مڑ کر صاف رہ سکتا ہے۔

اِس سے یہ فائدہ ہے۔ کہ تنگ بلوں میں ہر طرف دوڑ سکتا ہے۔ اور پیٹھ کے رگڑے جانے سے اُس کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ تاریکی میں زیادہ بینائی کی ضرورت نہیں۔ اِسی لئے اِس کی بہت چھوٹی آنکھیں جلد و سمور میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو مشکل سے نظر آتی ہیں۔ یوں سمجھو کہ آنکھیں تو ہیں۔ مگر اندھا سا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کور موش نام پایا ہے۔ اِس میں چھونے اور سونگھنے کی قوت بہت تیز ہے۔ جس سے بینائی نہ ہونے کا معاوضہ ہو جاتا ہے +

کور موش کی محنت اور استقلال دیکھنے کے قابل ہے۔ ایک رات میں کتنی ہی دُور تک سرنگ کھود لیتا ہے۔ جس سے زمین پر خاک سے چھوٹے چھوٹے بہت سے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ جب تھک جاتا ہے۔ اپنے آرام گاہ میں جہاں پتوں اور گھاس کا فرش ہوتا ہے۔ ذرا دم لیتا ہے پھر کام شروع کر دیتا ہے۔ جو لڑکے کسی کام کو جم کر نہیں کرتے۔ اُدھورا چھوڑ دیتے ہیں۔ اُنہیں اِس چھوٹے سے محنتی اور مستقل مزاج جانور کی تقلید کرنی چاہیئے +

۵- کترنے والے جانور

خدائے تعالےٰ نے اِن کے دانت عجیب حِکمت سے بنائے ہیں۔ اُن کے باہر کا رُخ بہت سخت ہے۔ اِس لیئے کم گھِستا ہے۔ اندر کی طرف نرم ہے۔ وُہ جوں جوں گھِستی ہے۔ دانت سلامی پر ہوتے جاتے ہیں۔ اور سامنے کی طرف دھار تیز رہتی ہے۔ اِن میں ایک اور خوبی ہے کہ تا دمِ حیات دانت بڑھتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو گھِس گھِس کر چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ خرگوش۔ گلہری۔ چوہے چوہیاں۔ سیہہ اور ہزاروں جانور اِسی قِسم میں داخل ہیں۔ یہ سب چھوٹے چھوٹے اور بیکس ہوتے ہیں۔ کتّے۔ بلّی۔ نیولے اور گوشت کھانے والے جانور اِن کا آسانی سے شکار کر لیتے ہیں۔ شکاری پرندے۔ مثلاً اُلّو۔ چیل۔ باز وغیرہ بھی اِن کی جان کے دُشمن ہیں۔ اور ہر سال اِن میں ہزاروں ہی کو مار ڈالتے ہیں۔

اِن کی مادہ سال بھر میں دو دو تین تین بلکہ چار چار بار بچّے دیتی ہے۔ اور ہر جھول میں چھ چھ سات سات بچّے پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے مارے جاتے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں اِس سے بھی زیادہ اور پیدا ہو جاتے ہیں۔

تحقیقات سے معلوم ہُوا ہے۔ کہ دُنیا میں جتنے دُودھ پلانے والے جانور ہیں۔ اُن میں سے تہائی کے قریب اِس قِسم میں داخل ہیں۔ اِس سے تمُ سمجھ سکتے ہو۔ کہ اِن کی کتنی مختلف قسمیں ہونگی۔ بھلا پھر سب کا بیان ہم تمہیں کیوں کر سنا سکتے ہیں۔ البتہ دو ایک کا ذکر کرتے ہیں جو خاص کر دلچسپ ہے۔

سیہہ۔ عجیب وغریب جانور ہے۔ جنگلی چوہے کی طرح اِس کے بدن پر بھی کانٹے ہوتے ہیں مگر اُس سے چوگنے لمبے۔ جن کی نوکیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ اِنہیں سے دُشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اُس کی بُری طرح خبر لیتا ہے۔ اِن کا زخم بہت گہرا ہوتا ہے۔ یہ جانور ہندوستان۔ فارس۔ افریقہ اور شمالی امریکہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اِس کا گوشت ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ مگر شمالی امریکہ کے لوگ اِسے کھاتے ہیں اور کانٹوں سے کتنے ہی کام لیتے ہیں۔ زیور پہننے کے لئے ناک اور کان اِنہیں سے بیندھتے ہیں اور پوستینوں میں جھالر کی طرح لگاتے ہیں۔

گلہری۔ عجیب چلبلی اور چنچل ہے۔ اِس کی کئی قسمیں ہیں۔ جن کے قد و قامت۔ رنگ و رُوپ

میں فرق ہوتا ہے۔ مگر سب کی عادتیں اور شکلیں یکساں ہیں۔ دُم گچھے دار۔ آنکھیں کالی اور چمکیلی کلیاں۔ گریاں اور میوے کھاتی ہیں۔ جنہیں پنجوں میں پکڑ کر مُنہ کے سامنے رکھتی ہیں اور مزے سے کُتر کُتر کھاتی رہتی ہیں +

یہ علے العموم درختوں پر رہتی ہیں۔ گھاس۔ اُون رُوئی۔ گودڑ وغیرہ سے شاخوں میں بیڈھنگے سے گھونسلے بناتی ہیں اور وہیں اِدھر اُدھر پھلانگتی پھرتی ہیں۔ بڑی شوخ و چالاک۔ نہایت نڈر اور بے پروا ہوتی ہیں۔ جب کسی درخت کے تنے پر جڑ کے پاس اگر وُ بیٹھی ہو۔ اور اُس پر کتا حملہ کرے۔ تو عجب لطف کا تماشا ہوتا ہے۔ پہلے تو انجان بیٹھی رہتی ہے۔ جب سر ہی پر آ پہنچتا ہے۔ تو چلچلاتی بھاگتی ہے۔ جھٹ درخت پر چڑھ جاتی ہے اور زد سے نِکل کر بے بس اور ناکام دُشمن کی طرف مُڑ مُڑ کر دیکھتی جاتی ہے۔ گویا رِجھانے کو مُنہ چڑاتی ہے +

۶۔ درندے جانور

یہ جانور شکاری ہوتے ہیں۔ یعنی شکار کو پکڑ کر مارتے ہیں۔ اور اُس کا گوشت کھا جاتے ہیں اسی لیئے خداے تعالے نے اِن کو دانت اور پنجے

دونو اس طرح عطا کئے ہیں۔ جن سے شکار پکڑ بھی لیں اور چیر پھاڑ بھی سکیں +

ان کے دانت تین طرح کے ہوتے ہیں آگے چھ کاٹنے کے تیز دانت۔ اُن کے پیچھے ذرا آگے کو نکلی ہوئی۔ لمبی لمبی دو دو مضبوط کچلیاں اُن کے پیچھے ڈاڑھیں۔ پنجوں کی اُنگلیوں پر انسان کی طرح ناخن ہوتے ہیں۔ مگر مڑے ہوئے اور بہت طاقتور۔ تاکہ شکار کو اُن سے بخوبی چیر پھاڑ ڈالیں +

ان میں سے بعض اُنگلیوں کے بل چلتے ہیں بعض تلوے ٹکا کر۔ بعض پروں کے ذریعے۔ اِسی واسطے انہیں تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے +

(۱) اُنگلیوں کے بل چلنے والے جانور۔ یہ جب چلتے ہیں۔ اِن کی اُنگلیاں زمین پر ٹکی رہتی ہیں اور ایڑی اُٹھی رہتی ہے۔ اس قسم میں بہت سے جانور داخل ہیں۔ جو ان پانچ فریقوں میں منقسم ہیں۔ بلی کی قسم کے جانور کُتے کی قسم کے جانور لگڑ بگڑ مشک بلاؤ کی قسم کے جانور ویزل کی قسم کے جانور +

(۱)۔ بلی کی قسم کے جانور۔ پورے گوشت خور ہیں۔ اُن کے قینچی سے دانت کاٹنے کے

ڈھب کے ہوتے ہیں ۔ کچلیاں بڑی بڑی شکار پکڑنے کے مطلب کی ۔ مضبوط تیز ناخن چیرنے پھاڑنے کے کام کے ۔ جو ہر وقت نکلے نہیں رہتے ۔ ضرورت ہوتی ہے ۔ تو نکال لیتے ہیں نہیں تو پنجوں میں چھپائے رکھتے ہیں پنجوں میں نرم نرم گدیاں لگی ہیں ۔ تاکہ چلنے میں آہٹ نہ ہو ۔ اور بے خبر شکار کو آ دبوچیں ۔ زبان کھُردری ہڈیوں پر سے گوشت کھُرچنے کے ڈھب کی ۔ سُونگھنے ۔ سننے اور دیکھنے کی قوت بہت تیز ۔ اگرچہ اعضا موٹے موٹے نہیں ہوتے ۔ مگر مضبوط ۔ جسم خوب مڑتا تڑتا ۔ شکل سے ہی چستی وطراری ٹپکتی ہے ۔ پالنے سے ہل جلتے ہیں ۔ مگر اِن کی دوستی قابلِ اعتماد نہیں دغا بھی دے جاتے ہیں ۔ اِن میں سب سے بڑا اور شہ زور شیر ہے ۔ جس کا حال تم اُردو کی تیسری کتاب میں پڑھ چکے ہو ۔ اِسی کی ایک قسم شیر ببر ہے ۔ جو عرب و افریقہ میں ہوتا ہے ۔ رنگ زردی مائل ۔ اِس پر ہلکے ہلکے داغ جو پہلی نظر میں تو معلوم ہی نہیں دیتے ۔ ناک سے دُم تک آٹھ فٹ لمبا دُم گچھے دار ۔ طول میں چار فٹ ۔ گردن

پر بڑے بڑے بالوں کی ایال ۔ بدن نہایت مضبوط ہوتا ہے ۔ صورت سے جلال ٹپکتا ہے اور بے انتہا طاقت رکھتا ہے +

بلّی سب سے چھوٹی ہے ۔ درختوں پر چڑھ جاتی ہے ۔ یہ بات اِس قِسم کے کسی اور درندہ میں نہیں ۔ پالتو کچھ بڑی نہیں ہوتی ۔ وہ اکثر دُودھ اور روٹی پر قناعت کرتی ہے ۔ گر گوشت اِس کا من بھاتا کھاجا ہے ۔ اُس کے رنگ و روغن میں بہت اختلاف ہے ۔ کوئی کالی ۔ کوئی سفید یا صندلی ہے ۔ کوئی بھوری یا چتکبری بعض میں سیاہی مائل دھاریاں ۔ پاک صاف اور ستھری رہتی ہے ۔ گھروں میں بڑی مسکینی سے گزارہ کرتی ہے ۔ جنگلی بلیوں کی کتنی ہی قسمیں ہیں ۔ جن میں سے بعض بہت بڑی بڑی ہوتی ہیں +

تیندوا ۔ قد و قامت ۔ زور و قوت میں شاہِ حیوانات سے بہت کم ہے ۔ مگر شکل و صُورت میں ملتا جُلتا ۔ رنگ زرد ۔ اِس پر چھوٹے چھوٹے داغوں کے گُچھے پاس پاس ہوتے ہیں ۔ بڑا خونخوار جانور ہے ۔ ایک کو کھاتا ہے ۔ تو تین کو مار جاتا ہے ۔ شکار کی گردن پکڑتا ہے

اور مار ڈالتا ہے۔ چیتا بھی اِسی قسم کا ایک بانکا جانور ہے۔ مگر اُس سے ذرا چھوٹا۔ کمر پتلی دوڑنے میں آندھی ہے۔ بہت ستھرا رہتا ہے +

(۲) کُتّے کے قِسم کے جانور۔ اِن کی تعداد گو بہت ہے۔ اور سب گوشت کھاتے ہیں۔ مگر اتنا نقصان نہیں کرتے۔ جتنا بلّی کی قِسم کے جانور۔ یہ ٹولیاں کی ٹولیاں اکٹھے ہو کر شِکار کرتے ہیں اور اِس میں کمال محنت اور استقلال دِکھلاتے ہیں۔ اِن میں سے اکثروں کی سُونگھنے کی قوت نظر کی نسبت بہت تیز ہوتی ہے۔ اِسی واسطے بُو پر شکار کا کھوج لگاتے ہیں۔ اپنی تیز رفتاری سے اُس پر قابو پاتے ہیں۔ مُردار کھانے سے پرہیز نہیں کرتے۔ گوشت تو اِن کی من بھاتی غذا ہے۔ پھل وغیرہ بھی کھا جاتے ہیں +

اِن میں بھیڑیا سب سے زیادہ خونخوار ہے۔ اکثر رات کو شِکار کرتا ہے۔ سب طرح کے جانور کھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مینڈک اور چھپکلی بھی نہیں چھوڑتا۔ جن گاؤں کے آس پاس کچھ دُور تک آبادی نہیں ہوتی۔ اُن کے آگے پیچھے اندھیری اور سنسان رات میں آ لگتے ہیں۔ بھیڑ بکری کا بچہ یا بچھڑا مل جاتا ہے

تو گلا پکڑ کر اُٹھا لے جاتے ہیں۔ داؤ لگ جائے تو آدمی کے بچے کو بھی نہیں چھوڑتے۔ جن ملکوں میں برف پڑتی ہے۔ ہفتوں تک زمین دکھائی نہیں دیتی۔ وہاں انہیں خوراک کی بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ بھوک سے بے قرار ہو کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ٹولیاں باندھ باندھ کر پھرتے ہیں۔ اور جو سامنے آجائے اُسی پر جھپٹ پڑتے ہیں۔ آدمی۔ ریچھ اور درندوں پر بھی حملہ کرنے سے نہیں جھکتے +

بھیڑیے کی قسم کا ایک اور جانور ہے۔ جس کا نام گیدڑ ہے۔ یہ کچھ ایسا خونخوار نہیں۔ اکثر مُردار کھاتا ہے۔ یا پھل اور اناج پر گزارہ کر لیتا ہے۔ باغبان اور کسان اِن کے ہاتھوں سے بہت دِق ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب یہ کھیتوں میں پھل یا اناج کھانے آتے ہیں تو روند روند کر اُن کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ یہ رات کو مل کر ایسی بُری طرح چلاتے اور غل مچاتے ہیں۔ کہ نیند حرام کر دیتے ہیں۔ فارس کے لوگ مثل کے طور پر اِس کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اوّل ایک گیدڑ باہر نکل کر کہتا ہے۔ پدرم سلطان

بوُد۔ اِس پر باقی بھی نکل آتے ہیں۔ اور
اُس کا مُنہ چڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔
ٹُڑاچہ ٹڑاچہ۔ لیکن اُن کے شور کی اصل وجہ
یہ ہے۔ کہ اِن کی آواز سے چھوٹے چھوٹے
جانور ڈر کر بھاگ نکلتے ہیں یہ انہیں پکڑتے
ہیں۔ اور پکڑ کر کھا جاتے ہیں٭

لومڑی بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ اور
مکاری میں ضرب المثل ہے۔ کھلے میدانوں
میں بھٹ بنا کر رہتی ہے۔ جس کے کئی
دروازے ہوتے ہیں۔ یہ اِس لئے کہ اگر
دُشمن ایک راستہ روک لے۔ تو دُوسرے سے
نکلکر بھاگ جائے۔ اِس کی ٹانگیں چھوٹی چھوٹی
ہوتی ہیں۔ پشم لمبی لمبی۔ تھوتھنی نکیلی۔ دُم
گُپھے دار۔ بال سُرخ جن میں سفید و سیاہ بھی ملے
ہوتے ہیں۔ اِس کا کتوں سے شکار کرتے ہیں
مگر یہ علی العموم اِن کو دھوکا دیکر بچ ہی نکلتی ہے٭
کُتّا نہ بھیڑیے کی طرح خونخوار ہے۔ نہ لومڑی کی
طرح مکّار۔ اِنسان کی صحبت میں رہتا ہے اور
حقِ رفاقت ادا کرتا ہے۔ جانور تو درندہ ہے
مگر سوکھے ٹکڑے ملیں۔ تو اِنہیں پر
قناعت کرتا ہے۔ اور اپنے مالک سے جُدا

ہونا نہیں چاہتا۔ یہ اشرافوں کا دربان ہے گنڈیوں کا چوکیدار۔ اور شکاریوں کا مددگار اِس کی کتنی قسمیں ہیں۔ کوئی قدآور اور کوئی پستہ قد کوئی فربہ اندام۔ کوئی نازک بدن۔ رنگ بھی مختلف ہے۔ شکار کا طریق بھی جُدا جُدا کوئی بُو سونگھ کر شکار کا پتہ لگاتا ہے۔ کوئی تیز رفتاری ہی سے جا دباتا ہے۔

(۳) لکڑ بگڑ یا چرخ۔ اُنگلیوں کے بل چلنے والوں میں یہی ایسا ہے۔ جس کے پاؤں کے پنجہ میں چار چار اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ اوروں میں یہ بات نہیں۔ اِن کے اگلے پنجوں میں پانچ پانچ اور پچھلے پنجوں میں چار چار ہوتی ہیں۔ اگرچہ قد میں بڑے کتے سے کچھ ایسا اونچا نہیں ہوتا۔ مگر چھاتی اور گردن کے پٹھے بہت مضبوط ہیں۔ سخت ہڈیوں کو آسانی سے چبا جاتا ہے۔ گردن ہمیشہ اکڑی رہتی ہے۔ پچھلی ٹانگیں ٹیڑھی ہیں۔ سر اور کندھوں کی نسبت پچھلا دھڑ چھوٹا ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ لڑھکتا پڑکتا چلتا ہے۔ اور اِس کا بے ڈھنگا پن دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ زُبان کھردری ہے کان لمبے اور نکیلے۔ دُم چھوٹی سی

رنگ زردی مائل خاکستری۔ آواز کڑی اور ناگوار۔ نالوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے غاروں یا سُوراخوں میں رہتا ہے۔ گو بدن کا مضبوط ہے۔ مگر بزدلا۔ اکثر سڑی ہوئی لاشوں پر گزارہ کرتا ہے +

(۴) مشک بلاؤ کی قسم کے جانور۔ اِن کی قسمیں تو بہت سی ہیں۔ مگر صرف مشک بلاؤ درختی بلاؤ اور نیولا مشہور ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے جانور ہیں۔ اِن کی خوراک چوہے کیڑے مکوڑے اور پرندے ہیں۔ مگر درختوں کے پتّے اور جڑیں بھی کھا لیتے ہیں +

مشک بلاؤ کی دُم کے نیچے ایک تھیلی ہوتی ہے۔ اِس میں سے ایک خاص قسم کی خوشبو نکلتی ہے۔ جس کے واسطے لوگ اُسے پلتے ہیں۔ مگر یہ کاٹتا بُری طرح ہے۔ اسی لئے جب خوشبو نکالنی ہوتی ہے۔ تو اُسے تنگ لمبوترے پنجرے میں بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ مڑ کر کاٹنے نہ پائے۔ پھر ایک چمچہ لے کر تھیلی میں سے خوشبودار شے کو کھرچ لیتے ہیں۔ یہ جانور کوئی دو فٹ لمبا ہوتا ہے رنگ بھورا خاکستری اُس پر سیاہ دھاریاں +

درختی بلاؤ۔ علی العموم درختوں میں رہتا ہے اور خصوصاً ناریل یا تاڑ کے درخت میں اگرچہ یہ بھی مشک بلاؤ کی قسم میں سے ہے۔ مگر اس میں نہ اتنی خوشبو ہوتی ہے۔ اور نہ ویسی تیزی۔ یہ دو فٹ کے قریب لمبا ہوتا ہے۔ رنگ سیاہی مائل بھورا۔ جس پر مختلف طرح کے داغ اور دھاریاں ہوتی ہیں +

نیولا۔ بڑا سیانا اور دل چلا جانور ہے۔ اس کی تھوتھنی لمبوتری ہے۔ جسم تپلا اور لچکدار ٹانگیں چھوٹی۔ یہی سبب ہے۔ کہ شکار مارنے کو چھوٹے بلوں اور سوراخوں میں گھس جاتا ہے۔ رنگ خاکی ہے۔ اسی واسطے غریب جانوروں کو خبر نہیں ہوتی۔ یہ بے خبر اُن کو جا دباتا ہے۔ ہونٹ ایسے لال لال ہوتے ہیں۔ جیسے پان کھایا ہُوا۔ بدن پھرتیلا ہے۔ دوڑنے میں بہت چالاک ہے۔ پرندوں کے زمین پر کے انڈے۔ چوہے۔ چھیاں۔ چھوٹے چھوٹے سانپ اور چھپکلیاں کھاتا ہے۔ مگر کبوتروں اور مرغیوں کے حق میں بڑا ظالم ہے۔ گردن توڑتا ہے اور لہو پی جاتا ہے +

(۵) ویزل کی قسم کے جانور۔ یہ مشک بلاؤ

کی قسم کے جانوروں سے ملتے جلتے ہیں پرلے درجے کے پھرتیلے اور خونخوار اِن کا جسم لمبا پتلا ہے۔ سر بلّی کی طرح گول۔ ٹانگیں چھوٹی ✦

ویزل کوئی چھ سات اِنچ لمبا۔ اُوپر سے سُرخی مائل بھورا اور نیچے سے سفید ہوتا ہے۔ بلا کا خونخوار اور پھرتیلا ہے۔ جتنے جانور مارتا ہے۔ اُتنے کھاتا نہیں۔ کسانوں کے مرغ اور مُرغیاں مار کر اُن کا بڑا نقصان کرتا ہے۔ مگر اِس کے عوض فائدہ بھی بہت پہنچاتا ہے۔ کیونکہ چوہے چھیوں کو بلوں میں سے نِکال نِکال کر کھا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو وُہ بہت سا اناج ضائع کر ڈالتے ✦

اِس قِسم کے دو جانوروں سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ یہ شمالی سرد ملکوں میں ملتے ہیں اُن کا سمور بڑا خوبصورت اور قیمتی ہوتا ہے جو امیروں ہی کے پہننے میں آتا ہے۔ اِن میں سے ایک سنجاب ہے۔ جس کی پیٹھ سُرخی مائل بھوری۔ پیٹ سفید اور دُم کی نوک سیاہ ہوتی ہے۔ مگر جاڑے کے دِنوں میں یہ برف کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔ اِس کا سمور ریشم سا نرم اور چکنا ہوتا ہے ✦

دُوسرا سیبل ہے۔ اِس کا سمور بھی ریشم کی طرح نرم اور چکنا ہوتا ہے۔ جس کا رنگ سیاہ یا بھُورا بڑا چمک دار ہوتا ہے۔ اور جاڑے کے دِنوں میں نہایت عُمدگی پر آجاتا ہے۔ اِس واسطے جاڑے ہی کے دِنوں میں اِس کا شکار کرتے ہیں۔ مگر یہ بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ کیونکہ سبیل نہایت سرد جگہ میں رہتا ہے۔ وہاں کی سردی کی شدت اور خونی برف کی مصیبت سے شکاریوں کی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس کا سمور ڈیڑھ سو رُوپے قیمت پاتا ہے۔

اودھ بلاؤ۔ بھی اِسی قِسم کا جانور ہے۔ مگر وُہ خشکی میں نہیں رہتا ہے۔ دریاؤں۔ جھیلوں اور سمندروں میں رہتا ہے۔ ناک سے دم تک ساڑھے تین فٹ کے قریب لمبا ہوتا ہے۔ دُم اور سارا بدن چپٹا ہے ٹانگیں چھوٹی اور مضبُوط جو تیرنے میں ہر طرح مڑ سکتی ہیں۔ پاؤں چوڑے چوڑے۔ اُنگلیوں کے بیچ میں جھلی منڈھی ہُوئی بڑی پھُرتی سے تیرتا اور غوطہ لگاتا ہے۔ مچھلیاں کھاتا ہے اِس کی کھال بھی کام کی چیز ہے۔

۲۔ تلووں کے بل چلنے والے۔ ریچھ اور بجّو دو ہی جانور اِس قسم میں سے مشہور ہیں۔ ریچھ کو تم نے تماشاگروں کے پاس دیکھا ہوگا۔ اِن کی کشتی بھی دیکھی ہوگی۔ کیسا بھدّا جانور ہے۔ سر سے پاؤں تک سارے بدن پر لمبے لمبے بال۔ ننھے ننھے کان۔ لمبوتری تھوتھنی۔ کھودنے کے ڈھب کے لمبے اور مضبوط ناخن۔ اکثر چھوٹی سی دُم بھورا یا سیاہ رنگ۔ پاؤں کا تلوا چوڑا اور چپٹا اسی لئے آدمی کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن کو چھاتی سے لگا کر ایسا بھینچتا ہے۔ کہ وُہ دُم گھٹ کر مر جاتا ہے۔ یہ دِن کو پہاڑوں کی کھوُ۔ درختوں کی کھوکھ اور جھاڑیوں میں چھپے رہتے ہیں۔ رات کو خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ جڑیں۔ دانے۔ میوے۔ کیڑے اور شہد پر گزارہ کرتے ہیں۔ جن میں سے شہد کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ گوشتا خور تو ہے۔ مگر اُسے بہت کم کھاتا ہے۔ بچہ سا پکڑ لیں۔ تو آسانی سے ہل جاتا ہے۔ چنانچہ تماشاگر اسے سدھاتے ہیں۔ کتنے ہی کرتب سکھاتے ہیں۔ شہروں اور گاؤں میں لے جاتے ہیں۔ اور اِن کی بدولت روپیہ کماتے ہیں ✤

ربجُو بھی بیڈول سا جانور ہے۔ ڈھائی فٹ سے کچھُ زیادہ لمبا۔ آنکھیں اور ٹانگیں چھوٹی چھوٹی گردن بھی چھوٹی مگر موٹی۔ پیٹھ کا رنگ ہلکا خاکستری مگر پیٹ اور پہلوؤں کا سیاہ۔ کھال ڈھیلی ڈھالی اگلے پنجوں میں کھودنے کے کام کے لمبے لمبے مُڑے ہُوئے ناخن۔ شکل کی طرح رفتار بھی بیڈول سی ہے۔ زمین کھود کر بل بنا لیتا ہے دن کو وہیں پڑا سوتا ہے۔ چوُہے پرندے۔ مینڈک۔ کیڑے۔ مکوڑے کھاتا ہے۔ قبریں۔ کھود کر مُردے کو بھی کھا جاتا ہے۔ کبھی چھتے میں منہ ڈال کر شہد بھی چٹ کر جاتا ہے۔ مکھیاں بہتیرے ڈنک چلاتی ہیں۔ مگر اِس کی کھال پر کچھُ اثر نہیں ہوتا۔

۲۔ پروں کے بل چلنے والے۔ یہ عجیب جانور ہیں۔ مچھلی کی طرح پانی میں رہتے ہیں اور بڑی پھرتی سے اِدھر اُدھر مڑ جاتے۔ اور شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔ مگر ہوا میں سانس لئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ بدن لمبوترا ہے۔ اُس پر سمور اور کچھ سخت بال چھلے ہُوئے۔ چھوٹی سی دُم چار چھوٹی چھوٹی ٹانگیں۔ جن میں سے پچھلی پیچھے کو جھکی ہُوئی۔ ٹانگوں اور دُم کے درمیان جھلی سی

چھائی ہوئی۔ اُنگلیاں جھلی سے جڑی ہوئیں۔ جو تیرنے میں مضبوط چپوؤں کا کام دیتی ہیں۔ کان چھوٹے چھوٹے۔ جو ضرورت کے وقت بند ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پانی میں آسانی سے غوطہ لگا سکتے ہیں۔ ہونٹوں پر لمبی لمبی مونچھیں جن میں قوتِ لامسہ ہوتی ہے۔

اِن کی گزران مچھلیوں کے گوشت پر ہے۔ سوتے۔ بچوں کو دُودھ پلانے اور دُھوپ میں سِکنے کے لئے تو خشکی پر آ جاتے ہیں ورنہ اور حالتوں میں دریا کے اندر ہی تیرتے اور سَیر کرتے پھرا کرتے ہیں۔

اِس قسم میں سیل یا دریائی بچھڑا اور والرس داخل ہیں۔ سیل کا دھڑ مچھلی کی طرح ہے۔ سر کتے کا سا۔ چار پر ہیں۔ دو سینے پہ دو پیچھے دُم کے پاس۔ جو حقیقت میں جھلی سے منڈھے ہوئے ہاتھ پاؤں ہیں۔ سمور آبدار چکنا زردی مائل ہے۔ جس پر بھورے بھورے دھبے ہوتے ہیں اور جسم سے اِس طرح مِلا ہُوا ہوتا ہے کہ تیرنے میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ اِس کی اکثر قِسمیں تو پانچ فٹ تک لمبی اور ڈھائی من کے قریب وزن میں ہوتی ہیں۔ مگر بعض بہت بڑی۔ جو

اکثر برفانی مقامات میں ملتی ہیں۔ اِن کے چمڑے کے نیچے موٹی موٹی چربی ہوتی ہے۔ جو اُنہیں سردی کی تکلیف سے بچائے رکھتی ہے۔ ایسے سرد ملکوں کے باشندوں کے واسطے یہ جانور نعمت کا ذخیرہ ہے۔ کیونکہ گوشت اور چربی کھاتے ہیں چمڑے کے خیمے۔ کشتیاں اور کپڑے وغیرہ ضرورت کی چیزیں بناتے ہیں۔ پٹھوں سے سینے کے تاگے۔ کمان کے چلّے اور جالوں کی ڈوریاں بڑی بڑی ہڈیاں چمڑے کی کمزور کشتیوں کے مضبوط کرنے کے کام آتی ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی کیلوں اور سوؤں کی جگہ مستعمل ہوتی ہیں۔

یہ سمجھ دار جانور ہے۔ پالنے سے باآسانی ہل جاتا ہے۔ اور جو سکھائیں سیکھ لیتا ہے۔ گھنٹے اور باجے کی آواز اِسے بڑی پسند ہے۔ اپنا نام پہچانتا ہے۔ اور آقا کے ساتھ بہت محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنا گھر کبھی نہیں بھولتا۔

والرس سیل سے بہت بڑا ہوتا ہے۔ مگر ویسا ہوشیار نہیں۔ یہ سو سو دو دو سو جمع ہو کر سمندر میں تیرا کرتے یا برف پر چڑھ آتے ہیں۔ کچھ دیر تو کھیلتے ہیں۔ پھر سو جاتے ہیں مگر ایک چوکیداری کرتا ہے۔ ایک ایک دو دو منٹ

بعد گردن اُٹھا اُٹھا کر ہوا کو سُونگھتا ہے۔ جونہی کسی کی بُو پاتا ہے۔ چوکنا ہو کر بھاگتا ہے۔ چونکہ سب کُتیا کے پلّوں کی طرح ایک دُوسرے کے ساتھ مل کر سوتے ہیں۔ اِس لئے ایک کے بھاگنے سے سب کو خبر ہو جاتی ہے۔ گِرتے پڑتے لڑھکتے پھڑکتے سمندر میں جا پڑتے ہیں ؛

اِن کے دانت ہاتھی دانت سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ چربی سے عُمدہ تیل نکلتا ہے۔ آنتوں کے جال اور کھال کے کپڑے بنتے ہیں۔ اِسی واسطے اِن کا شِکار بڑے شوق سے کیا جاتا ہے۔ مگر یہ کچھ آسان کام نہیں۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ یہ مل کر شِکاریوں کی کشتیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اُنہیں اُلٹ دیتے ہیں۔ جس سے شِکاریوں کی جان ہی پر بن جاتی ہے۔ پھر بھی آدمی بڑی بلا ہے۔ سینکڑوں کو مار لیتا ہے۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہے ؛

۷۔ سُونڈ دار جانور

اِس قِسم میں اب صرف ہاتھی پایا جاتا ہے۔ جس کا بیان تم اُردُو کی دُوسری کتاب میں پڑھ چکے ہو۔ اگلے زمانے میں اِس قِسم کے جانور اور بھی تھے۔ جن میں سے بعض ہاتھی سے بھی

بڑے ہُوا کرتے تھے۔ مگر اب کہیں نہیں ملتے۔ ہاں برفانی ملکوں میں اُن کے پنجر اور لاشیں برف میں سے دبی ہُوئی مِلا کرتی ہیں +

۸- سم دار جانور

ان کی اُنگلیوں پر موٹے موٹے ناخن یا سُم چڑھے ہُوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وُہ گھسنے نہیں پاتیں۔ اِن کی چار قسمیں ہیں :-

جگالی کرنے والے۔ ہر چیز کھانے والے۔ ٹھوس سُم والے جانور اور گینڈا +

(۱) جُگالی کرنے والے جانور۔ سب سے زیادہ انسان کے کار آمد ہیں۔ سواری دیتے ہیں۔ بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ اِن کا گوشت کھاتے ہیں۔ دُودھ پیتے ہیں۔ کھال کا چمڑہ اُون کے کپڑے اور چربی کی شمعیں بناتے ہیں۔ سینگ اور ہڈیاں بھی ناکارہ نہیں۔ بہتیرے کاموں میں آتی ہیں+ اِس قسم کے جانوروں میں سے گائے۔ بیل بکری۔ ہرن اور بھینس کا حال تم پہلی کتابوں میں پڑھ چکے ہو۔ مگر ابھی تمہیں۔ یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ یہ کھاتے کیونکر ہیں۔ سنو اِن کے اُوپر کے دانت نہیں ہوتے۔ ڈاڑھیں ہوتی ہیں مگر جلدی جلدی نہیں چلتیں۔ چونکہ اِس قسم

کے جانور کھاتے بہت ہیں۔ اس لئے پہلے جو کچھ سامنے آتا ہے۔ اُسے اچھی طرح چبائے بغیر ہی نِگل جاتے ہیں۔ یہ اُن کے معدے کے چار خانوں میں سے پہلے خانے میں جمع ہوتا ہے۔ پھر دُوسرے میں۔ جب یکجنت ہو جاتے ہیں۔ تو خوراک کو معدے میں سے نکال کر مُنہ میں لاتے اور دوبارہ چباتے اور کھا جاتے ہیں ؛

مندرجہ بالا جانوروں کے سوا کتنے ہی اور جانور بھی اس قسم میں داخل ہیں۔ جن میں سے بھیڑ۔ نیل گائے۔ بارہ سنگا۔ کستورا۔ رین ڈیر اور زرافہ کا مختصر بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے ؛

بھیڑ۔ بیوقوفی میں ضرب المثل ہے۔ مگر وحشی بھیڑیں بڑی پھرتی سے پہاڑوں پر قلانچیں مارتی پھرتی ہیں۔ اور اُن کا پاؤں ذرا نہیں پھسلتا۔ پالتو بھیڑ بڑی بھولی بھالی ہوتی ہے۔ اِن کے ریوڑ کے ریوڑ پالتے ہیں۔ اور بعض ملکوں میں تو اِنسان کی زندگی کا مدار انہیں پر ہے۔ دود کا پنیر اور مکھن بناتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ کھال کی پوستینیں بنا کر پہنتے ہیں

اُن کے گرم گرم کپڑے تیار کرتے ہیں۔ بھیڑ علی العموم گرم و سرد سبھی ملکوں میں ہوتی ہے مگر اتنا تفاوت ضرور ہے۔ کہ گرم ملکوں کی بھیڑوں کی اُون موٹی اور خراب ہوتی ہے۔ سرد ملکوں کی۔ باریک اور عُمدہ +

نیل گائے کا رنگ نیلا سا ہوتا ہے۔ گردن اور پیٹھ پر سیاہ بال۔ ہرن اور گائے سے ملتی جُلتی ہے۔ مگر اتنا فرق ہے کہ اُس کے کندھے کے بیچ میں ایک کبھ (مدو) ہوتا ہے +

بارہ سنگا۔ صورت میں ہرن سے ملتا ہے۔ مگر حقیقت میں اِس سے جُدی قِسم کا جانور ہے ہرن۔ بیل۔ بکری وغیرہ کے سینگ ایک دفعہ نکل چکتے ہیں۔ اِس کے ہر سال نئے نکلتے ہیں جو بہت شاندار اور شاخ در شاخ ہوتے ہیں +

کستورا ایک عجیب جانور ہے۔ ہر سال نئے سینگوں کے نکلنے میں بارہ سنگے کی قِسم سے ہے۔ ہمالیہ پہاڑ اور اُس سے پرے ملکوں میں رہتا ہے۔ اِس کے پیٹ میں سے مشک نافہ نکلتا ہے۔ اسی واسطے اِس کا شکار کیا جاتا ہے۔ مشک بہت خوشبودار اور قیمتی شے ہے سونے کے مول بکتا ہے۔ اور دواؤں کے کام آتا ہے +

رین ڈیئر بھی بارہ سنگے کی قسم کا ایک جانور ہے۔ شمالی ملکوں میں ہوتا ہے۔ وہاں کے لوگ پال کر اِس سے بڑے بڑے کام لیتے ہیں۔ دُودھ پیتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ کھال کی پوستینیں بناتے ہیں۔ برف کے دنوں میں جب سڑک پر گاڑی بگھی چل نہیں سکتی۔ اِن کو ایک قسم کی بے پہیہ گاڑی میں جوتتے ہیں۔ یہ اُسے کھینچتے ہیں۔ اور خوب دوڑتے ہیں۔ قد میں گدھے کے لگ بھگ ہوتے ہیں +

زرافہ۔ اُونٹ اور بارہ سنگے سے ملتا ہوا نہایت خوبصُورت جانور ہے۔ قد میں دُنیا کے تمام جانوروں سے بڑا۔ چنانچہ سم سے سینگ تک سترہ اٹھارہ فٹ تک اُونچا ہوتا ہے۔ پچھلی ٹانگوں کی نسبت اگلی ٹانگیں ذرا لمبی ہیں۔ رنگ سُرخ جس پر چیتے کی طرح خوشنما داغ مگر ٹانگوں اور پیٹ کا رنگ سفید۔ گردن اُونٹ کی طرح لمبی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور رسیلی سر چھوٹا سا۔ اِس پر دو سینگ جو حقیقت میں سر میں سے تین تین اِنچ اُبھری ہُوئی ہڈیاں ہیں۔ اگرچہ بھدّے پن سے چلتا ہے۔ مگر وقت پر اِس تیزی سے دوڑتا ہے۔ کہ

گھوڑا بھی بمشکل اِس تک پہنچتا ہے +
ڈرپوک جانور ہے۔ دُشمن کو دیکھ کر اکثر بھاگ جاتا ہے۔ مگر مقابلے کی نوبت آجائے تو پچھلی ٹانگوں سے اِس زور کی دولتیاں چلاتا ہے کہ شیر کے بھی اوسان خطا ہو جاتے ہیں +

(۲) ہر چیز کھانے والے جانور۔ سُور اور دریائی گھوڑے اِس قسم میں داخل ہیں +

سُور۔ بڑا ہی ناپاک اور غلیظ جانور ہے۔ ہندوستان میں کسانوں کو بڑا دِق کرتا ہے۔ اِسی واسطے لوگ جہاں پاتے ہیں۔ مار کر دُنیا کو اس نامبارک وجود سے پاک کرتے ہیں اس کی ناک سخت اور لمبی ہوتی ہے۔ دُم چھوٹی۔ کچلیاں بڑی بڑی۔ اکثر مُنہ سے باہر نکلی اور اُوپر کو بڑھی ہُوئیں۔ بدن پر سخت بال ہوتے ہیں رنگ بھُورا۔ مگر بہت سیاہی لئے ہُوئے۔ ناک سے دُم تک پانچ فٹ لمبا اور قد میں کوئی ڈھائی فٹ بڑا شہ زور جانور ہے۔ اِس کا شکار کچھ آسان کام نہیں۔ شیر بھی اِس پر حملہ کرنے سے جھجکتا ہے +

دریائی گھوڑا۔ افریقہ میں ملتا ہے۔ پانچ فٹ کے قریب اُونچا ہوتا ہے۔ مگر طول میں

کوئی پندرہ فٹ - بڑا جسیم جانور ہے - ٹانگیں چھوٹی چھوٹی ہیں - پر نہایت مضبوط - اور موٹی - پاؤں میں چار اُنگلیاں ہوتی ہیں - جن پر سُم ہوتے ہیں - کھال کا رنگ بھُورا سا ہوتا ہے - مگر بال بالکل نہیں ہوتے - ہاں مسام بہت ہیں - جن میں سے تیلیا پسینہ نکلتا رہتا ہے - کان چھوٹے آنکھیں چھوٹی - تھوتھنی بیڈول سی - مُنہ بہت ڈراؤنا ہے - جس میں سے بڑے بڑے دانت نکلے ہوئے ہیں - جو ہاتھی دانت کی طرح بیش قیمت اور کار آمد ہوتے ہیں - گو بظاہر بڑا خونخوار جانور معلوم ہوتا ہے - مگر بغیر چھیڑے کسی کو نہیں ستاتا - اکثر نباتات کھا کر گزارہ کرتا ہے - البتہ یہ ضرور ہے - کہ بڑا کھاؤ ہے - ایک ایک دریائی گھوڑا ڈیڑھ ڈیڑھ من چارہ چرتا ہے - یہ پانی میں رہنا پسند کرتا ہے - اور دریاؤں میں تیرا کرتا ہے رات کو چارے کی تلاش میں بہت سے اکٹھے ہو کر نکلتے ہیں اور جس کھیت میں جا گرتے ہیں - اُس کا ستیاناس کر دیتے ہیں اوّل تو کھانے والے بڑے - دُوسرے کھانے

سے دُگنا پاؤں سے روند ڈالتے ہیں ✦

۳۔ ٹھوس سُم والے جانور۔ گائے بیل کے کھُر بیچ میں سے پھٹے ہوتے ہیں۔ مگر اِن کا یہ حال نہیں۔ اِن کے ہر پاؤں میں ایک ایک گول سُم ہوتا ہے۔ گھوڑا۔ گدھا اور زیبرا اسی قسم کے جانور ہیں ✦

گدھا۔ ہمارے ملک میں بڑا ذلیل و خوار جانور ہے۔ اور بیوقوفی میں ضرب المثل مگر درحقیقت کچھ ایسا بے سمجھ نہیں۔ مالک کو پہچانتا ہے۔ جس رستے ایک دفعہ جائے۔ اُسے نہیں بھُولتا خراب رستوں اور پہاڑوں کی اونچی گھاٹیوں میں جہاں ذرا بے موقع قدم پڑنے سے جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اِس ہوشیاری سے جاتا ہے کہ صحیح و سلامت بوجھ منزل پر پہنچا دیتا ہے البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ اِس کی کچھ قدر و خدمت نہیں کی جاتی۔ نہ اچھا چارہ دیتے ہیں۔ نہ اِس کے بدن کو صاف اور ستھرا رکھتے ہیں جو کام لیتے ہیں۔ نہایت سخت بھاری بھاری بوجھ اِس کی پیٹھ پر لادتے ہیں اور جب ذرا آرام لینے کو ٹھیرتا۔ یا آہستہ چلتا ہے تو ڈنڈے مار مار کر زخمی کر دیتے ہیں۔ ایسے موقع

پر یہ بھی بڑا ڈھیٹ بن جاتا ہے۔ مار کھاتا ہے سختیاں سہتا ہے۔ مگر قدم نہیں اُٹھاتا۔ یہی اِس کی بیوقوفی ہے۔ اور یہی احمق پن ہے۔

بعض ملکوں میں اِس کی بڑی قدر ہے۔ گھوڑوں کی طرح اِن سے بھی سواری کا کام لیتے ہیں بڑے لاڈ پیار اور چوچلوں سے پالتے ہیں اِن کی گردنیاں اور ساز بڑی بھڑک کے بنوتے ہیں۔ سونے چاندی کے طوق اِن کی گردن پر ڈالتے ہیں چنانچہ حافظ شیرازی رحمۃُ اللہِ عَلَیہِ ایک موقع پر زمانے کی شکایت اور نالائقوں کی ناواجب قدر پر تاسف کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:-

؎ طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خرمے بینم

خچر۔ کوئی علحدہ جانور نہیں۔ گھوڑی اور موٹے تازے گدھے کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔ پہاڑی توپ خانوں میں یہ بڑے کام آتے ہیں۔ کیونکہ چھوٹی چھوٹی توپیں اِن پر لاد کر پہاڑ پر جہاں چاہتے ہیں۔ لے جاتے ہیں۔ بعض بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔ اور بڑی قیمت پاتے ہیں۔

زیبرا۔ قد میں گھوڑے اور گدھے کے مابین دونوں

سے کچھ مِلتا جلتا ہے۔ صُورت شکل میں نہایت خُوبصورت اور بانکا ہے۔ ہرن کی طرح بہت تیز دوڑتا ہے۔ جِلد پر کی دھاریاں اور شوخ رنگ دیکھ کر مخمل یاد آتی ہے۔ ہر طرح دار ہے۔ آنکھوں سے فراست ٹپکتی ہے۔ ٹانگیں پتلی پتلی اور سمُ سخت۔ گھوڑے کی طرح ایال ہوتی ہے مگر چھوٹی چھوٹی۔ دُم گدھے کی سی ہے۔ مگر اِس کے سِرے پر بالوں کا گچھا ہوتا ہے +

یہ جنوبی افریقہ میں ریوڑ کے ریوڑ رہتے ہیں۔ اور اِتفاق کی بدولت دُشمن کے قابو میں نہیں آتے۔ خطرے کے وقت مِل کر مقابلہ کرتے اور ایسی دولتیاں مارتے اور دانت چلاتے ہیں۔ کہ قوی سے قوی دُشمن کا بھی مُنہ پھیر دیتے ہیں

۴ گینڈا۔ عجیب اینڈا بینڈا جانور ہے۔ بڑا ہی بدشکل مگر قوی ہیکل۔ پاؤں اور پچھلا دھڑ ہاتھی کا سا۔ گردن شیر کی طرح لمبی۔ گھٹی ہوئی آنکھیں۔ کان۔ مُنہ بیل کے سے۔ گو جسم بھدا ہے۔ ٹانگیں چھوٹی اور بدنما ہیں۔ مگر غصّے میں آتا ہے۔ تو گھوڑے سے کم نہیں دوڑتا۔ کوئی چیز اس کی سدِّ راہ نہیں ہو سکتی۔ جنگلوں میں

درختوں کو چیرتا پھاڑتا۔ جو چیز راہ میں پڑی ہو۔ اُسے پرے ہٹاتا۔ ایسا جاتا ہے۔کہ درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں سے پٹی ہوئی ایک بیٹا بنا دیتا ہے +

اِس کی دو چیزیں بہت عجیب ہیں۔ اوّل تو ملتے پر کا سینگ جو دو تین فٹ لمبا۔ بڑا ٹھوس اور سخت ہوتا ہے۔ اِس سے درختوں کی جڑیں کھود کر کھاتا ہے۔ یہ گوشت نہیں کھاتا۔ اِسی لئے کِسی کو نہیں ستاتا۔ ہاں جب کوئی دُشمن حملہ کرتا ہے۔ تو اپنے تیز نوکدار سینگ سے اُسے چیر پھاڑ ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔کہ بڑے بڑے شہ زور جانور بھی اِس پر حملہ کرتے ڈرتے ہیں ۵

جہاں ہو وہ ہاتھی کا کب ہو گزار کرے شیر سائے سے اُسکے فرار
غضب سے اگر مارے وُہ اپنا کھاگ[1] جو ہوں کوہ کے پاؤں تو جلے بھاگ

اس کے سینگ سے تلواروں کے قبضے۔ ڈبے ڈبیاں اور اور چیزیں بناتے ہیں +

دُوسرے اِس کی کھال جو سینگ سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ ڈیڑھ انچ کے قریب موٹی بے بال دانہ دار تہ پر تہ چڑھی ہوئی جس میں شیر کے تیز ناخن۔ شمشیر کی دھار۔ سیسے کی گولی۔ تیر کی

[1] سینگ

نوک - غرض کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہوتا - اِسی واسطے اِس کی ڈھالیں بناتے ہیں - جو نہایت ہی مضبُوط ہوتی ہیں +

۹ - وہیل کی قِسم کے جانور

یہ عجیب قِسم کے جانور ہیں - شکل و شباہت میں مچھلی سے ملتے اور اُسی کی طرح سمندر میں رہتے ہیں - یوں دیکھو - تو تمُ اُنہیں مچھلی ہی سمجھو - مگر درحقیقت اِن میں اور مچھلی میں بڑا فرق ہے - مچھلی کا خون سرد ہوتا ہے - وُہ انڈے دیتی ہے - گلپھڑوں سے دم لیتی ہے - اِن کا خون گرم ہوتا ہے - بچے دیتی - اور اُنہیں دودھ پلا کر پالتی ہیں اور ہماری تمہاری طرح پھیپھڑوں سے دم لیتی ہیں - اِن میں سے وہیل - ڈولفن - سونس کا کچھُ ذکر لکھا جاتا ہے +

وہیل - تم ہاتھی کو بہت بڑا جانور سمجھتے ہو گے مگر اِس کے سامنے اِس کی کیا حقیقت ہے جو ساٹھ فٹ سے سَو سَو فٹ تک لمبی اور تیس چالیس فٹ تک گھیر میں ہوتی ہیں - جب سانس لیتی ہیں - تو میلوں تک اُس کا شور سنائی دیتا ہے - اِس وقت ہوا کے ساتھ پانی بھی ناک میں چلا جاتا ہے - اسے نِکالتی ہیں - تو فوّارے کی طرح بیس فٹ اُونچی

اونچی دھاریں اُٹھتی ہیں۔ اِن کی دو قسمیں ہیں:-
گرین لینڈ ویل۔ سپرم ویل +

گرین لینڈ ویل - برفانی سمندروں میں رہتی ہے پُورے قد کی طُول میں ساٹھ فٹ اور گھیر میں چالیس فٹ ہوتی ہے۔ سر بہت بڑا۔ مُنہ اِتنا چوڑا کہ کھُلا ہو۔ تو اُس میں چھوٹی سی کشتی سمائے۔ مگر حلق بہت چھوٹا ہے۔ اِسی واسطے چھوٹی چھوٹی مچھلیوں اور بحری جانوروں پر بسر کرتی ہے +

اس کے کھانے کا طریق دُنیا کے اور جانوروں سے نرالا ہے۔ سمندر میں جہاں چھوٹے چھوٹے جانوروں کا مجمع دیکھتی ہے۔ وہاں مُنہ کھول کر دوڑتی ہے۔ اور پانی کے ساتھ ہزاروں ننھے ننھے جانوروں کا نوالا کر جاتی ہے +

تمُ خیال کرتے ہوگے۔ کہ اِن پہاڑ کے پہاڑ جانوروں کو کون اذیّت پہنچاتا ہوگا۔ یہ تو اپنی لا اِنتہا طاقت کے گھمنڈ پر تمام مخلُوق کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتے ہونگے۔ مگر ایسا نہیں۔ یہ دو پونے دو گز کے حضرتِ اِنسان بڑی بلا ہیں۔ نہ اِن کے ہاتھوں ہاتھی اور شیر کو مفر نہ ویل کو مفر +

ویل کی بلین اور چربی بڑی کام کی چیزیں ہیں جن کی خاطر جان پر کھیل کر لوگ اِس کا شِکار

کیا کرتے ہیں - اور ایک ہی جانور میں سے بارہ تیرہ ہزار رُوپے کا مال پیدا کر لیتے ہیں - اِس کی چربی سے تیل نکالتے ہیں - بلین کی تیلیاں بناتے ہیں جو سیاہ رنگت کی خوب لچکدار اور مضبوط ہوتی ہیں چھتریوں - میموں کے لباس اور بہتیری چیزوں میں لگائی جاتی ہیں +

جانتے ہو بلین کیا چیز ہے - یہ کالی کڑیاں سی ہیں - جو دو طرف اِس کے مسوڑوں میں لگی ہوتی ہیں طول میں بارہ بارہ فٹ جڑ کے پاس گیارہ گیارہ اِنچ مدوّر مگر اوپر جا کر ریشہ ریشہ - تاکہ جو جانور منہ میں آئیں اِس چھلنی سے رُک جائیں +

سپرم ویل میں نہ تو بلین ہوتی ہے - اور نہ کچھ بہت زیادہ چربی - البتہ ایک قسم کا روغن اور عنبر اُس میں نکلتا ہے - یہ گرین لینڈ ویل سے بھی بڑی ہوتی ہے - اور اِس کا سر بہت ہی بڑا ہوتا ہے - یوں سمجھو - کہ ایک تہائی حِصّہ سر میں داخل ہے - اِسی سے روغن نکلتا ہے - لوگ اسے مار کر سر میں سُوراخ کر لیتے ہیں - اور تین چار آدمی ڈول بھر بھر کر روغن نکالتے جاتے ہیں - وہ ہوا کھا کر جم جاتا ہے - اِسی سے شمعیں بناتے ہیں +

اگلے زمانے میں کِسی کو معلوم نہ تھا - کہ عنبر

کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ سمندر میں بہتا ہوا یا کنارے پر پڑا اُٹھا لایا کرتے تھے۔ مگر اب معلوم ہوگیا ہے کہ وہ اس کے پیٹ میں سے نکلتا ہے ÷

ڈولفن بھی مچھلی کے مشابہ ہوتی ہے۔ پیٹھ سیاہ پیٹ سفید چھ سے آٹھ فٹ تک لمبی۔ آنکھیں اور کان بہت چھوٹے چھوٹے۔ نیچے اوپر کے ملاکر کوئی ڈیڑھ سو تیز تیز دانت۔ جن میں دو دو کے درمیان جگہ خالی ہوتی ہے۔ تاکہ جبڑوں کو ملائے۔ تو اُوپر کے دانت نیچے کی خالی جگہ میں۔ اور نیچے کے دانت اُوپر کی خالی جگہ میں بیٹھ جائیں۔ اور مُنہ خوب بھنچ کر بند ہوجائے۔ یہ اِس واسطے کہ کھاتے وقت چھوٹی چکنی مچھلیاں مُنہ میں سے نکل نہ جائیں۔ یہ بڑی پھرتیلی ہیں۔ دس دس پانچ پانچ مل کر سمندر کی موجوں میں لوٹتی۔ آپس میں کھیلتی اور کلیلیں کرتی پھرا کرتی ہیں ÷

سونس۔ ڈولفن کی قسم سے ہے۔ اُسی طرح اوپر سے سیاہ نیچے سے سفید۔ دانت بھی بیشمار ہیں مُنہ خوب بھنچ کر بند ہو سکتا ہے۔ چار سے پانچ فٹ تک طول میں ہوتی ہے۔ مگر بہت پھرتیلی اور چنچل۔ کبھی اُچھلتی کودتی ہے۔ کبھی لوٹتی لڑھکتی ہے۔ یہ مل کر اکٹھی رہتی ہیں۔ اور آدمی کے کھانے کی

مچھلیاں بڑی چاہت اور شوق سے کھاتی ہیں۔ اِسی واسطے کبھی کبھی مچھیرے کے جال میں آ جاتی ہیں۔ سمندر تو اِن کا وطن ہے ہی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے دریاؤں میں بھی رہتی ہے۔

(۱۰) پوپلے جانور

نام پر جاؤ تو اُنہیں بے دانت جانور سمجھو۔ مگر نہیں۔ دو قسموں کے سوا باقی سب کے دانت ہوتے ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے۔ کہ نہ اُن پر آب ہے نہ کاٹنے کے مطلب کے ہیں۔ ڈاڑھیں ایک ہی دفعہ نکلتی ہیں۔ پنجے بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ایسے جانور بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔ افریقہ سے پرے ایک بڑا سمندر ہے۔ جس کے پار بہت سے ملک ہیں۔ اُن سب کو بلا کر امریکہ کہتے ہیں۔ اِس میں بکثرت ملتے ہیں۔ اُن کی دو قسمیں ہیں۔ سلاتھ اور مور خوار۔

سلاتھ درختوں پر رہتے ہیں۔ اپنے بڑے بڑے پنجوں کے سہارے شاخوں میں لٹک جاتے ہیں اور پتے کھا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

مور خوار۔ چیونٹیاں مزے سے کھاتا ہے۔ اور کیڑے مکوڑے بھی نہیں چھوڑتا۔ اِن کی زبان خاص کر قابل بیان ہے۔ بہت لمبی اور لچک دار ہوتی

ہے۔ خوراک کے جمع کرنے اور مُنہ میں لے جانے کے واسطے بالکل ہاتھوں کا کام دیتی ہے۔ باہر نکلی ہُوئی دیکھو۔ تو سُرخ پتلا سا کیڑا سمجھو +

بڑا مور خوار طول میں چار فٹ لمبا ہوتا ہے۔ مگر اس میں سے تین فٹ دُم جس کے سِرے پر بالوں کا گُپھا لٹکتا ہے۔ سر پتلا سا۔ لمبی تھوتھنی ننھا سا بے دانت مُنہ ریچھ کی طرح بدن پر لمبے لمبے بال۔ اگلے پاؤں میں بڑے بڑے خمیدہ ناخن جن سے مٹی کھود کر چیونٹیوں کے گھر میں اپنی زبان ڈالتا ہے۔ چُونکہ اِس پر لیسدار تھوک لپٹا ہوتا ہے۔ اِس لئے چیونٹیاں اس سے چھُو کر چھُوٹ نہیں سکتیں۔ یہ انہیں نِگل کر اپنا لقمہ بناتا ہے۔ لطفِ ایزدی دیکھو۔ دانت بغیر اِسے کھانے کا کیا اوزار دیا ہے! اگر یہ نہ ہوتا۔ تو مور خوار بھُوکا مر جاتا +

اس کا سونا بھی مزے کا سونا ہے۔ گول مول ہو کر پڑ جاتا ہے۔ اور گپھے دار دُم کو اوڑھ لیتا ہے اس وقت سُوکھی ہُوئی گھاس کا ڈھیر سا معلوم دیتا ہے۔ دشمنوں سے حفاظت میں رہنے کے لئے بھی یہی صوُرت اختیار کر لیتا ہے۔ اِس کی اگلی ٹانگوں میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ آدمی اور جانور کو پکڑ کر

اس طرح بھینچتا ہے۔ کہ نیم جان کر دیتا ہے اور بعض وقت تو جان لے کر ہی چھوڑتا ہے +

(۱۱) تھیلی دار جانور

اس قسم کے جانور ہمارے ملک میں بالکل نہیں ہوتے۔ مشرقی سمندروں کے ٹاپوؤں میں کثرت سے ملتے ہیں۔ اِن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مادہ کے پیٹ پر چمڑے کی بنی ہوئی تھیلی لگی ہوتی ہے۔ چونکہ اُن کے بچّے پیدا ہوتے وقت ذرا ذرا سے اور مریل ہوتے ہیں۔ اِس لئے مادہ انہیں تھیلی میں رکھ لیتی ہے۔ وہیں تھن ہوتے ہیں۔ بچّے دودھ پی پی کر اسی میں مزے سے رہتے ہیں۔ اور سر باہر نکال نکال کر دُنیا کا تماشا بھی دیکھا کرتے ہیں۔ بڑے ہو جاتے ہیں۔ تو چلنے پھرنے لگتے ہیں۔ مگر پھر بھی عرصے تک یہ حال رہتا ہے۔ کہ ذرا کچھُ خطرہ معلوم ہوا اور جھٹ تھیلی میں آگھسے۔ ماں بچاری مامتا کی ماری انہیں لے کر بھاگتی ہے۔ اور حتی الوسع گزند پہنچنے نہیں دیتی +

گو اِس قسم کے بہتیرے جانور ہیں۔ مگر یہاں صِرف کنگرو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس کا قد مختلف ہوتا ہے۔ جو قد آور ہیں۔ بکری سے قریب قریب ہوتے ہیں۔ سیدھے کھڑے ہوں۔ تو آدمی کے

ہم قد نظر آتے ہیں۔ اُن کی شکل گاؤ دُم ہوتی ہے۔ ہرن کا سا پیارا پیارا چہرہ۔ چھوٹے ہاتھ۔ ٹانگیں اور پاؤں اِس قدر مضبوط۔ کہ دیکھ کر تعجّب آتا ہے۔ چوڑی اور لمبی مضبوط دُم ہے۔ جو پاؤں کا کام دیتی ہے۔ چاروں پاؤں کے بل چلتا ہے۔ تو لٹکتا پٹکتا بے ڈھنگا معلوم ہوتا ہے۔ مگر دُشمن تعاقب میں ہو۔ تو عجیب طرح کی بڑی بڑی قلانچیں۔ پچھلے پاؤں اور دُم کی بدولت مارتا چلا جاتا ہے۔ ایک ایک قلانچ چھ چھ سات سات گز کی ہوتی ہے۔ اور اٹھارہ میل سے اِدھر دم نہیں لیتا۔

اِس کی مادہ بزدل ہوتی ہے۔ مگر نر بڑا بہادر ہے۔ جب اِس کا شِکار کرتے ہیں۔ تو یہ اوّل تو بھاگ جاتا ہے۔ لیکن تھک جائے۔ تو اکثر پانی میں جاکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کتّے اِس کے تعاقب میں پاس آتے ہیں۔ تو دونو ہاتھ اُٹھا کر اُن پر گرتا ہے۔ اور اور اتنی دیر پانی میں دبائے رکھتا ہے۔ کہ کتّا دم گھٹ کر مرجاتا ہے۔ اگر پانی میں نہ پہنچ سکے۔ تو کِسی درخت سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہو جاتا ہے کتا پاس آتا ہے۔ تو اُسے ہاتھوں سے پکڑ کر مضبوط پاؤں سے لتیاتا ہے۔ اور اکثر ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیتا ہے۔

۲- پرندے

دودھ پلانے والے جانوروں کی تقسیم تو اُن کے دانتوں اور پاؤں کے لحاظ سے کی گئی تھی - پرندوں کو ان کی چونچ اور پنجوں کے لحاظ سے سات بڑی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے - جن کے نام یہ ہیں شکاری - درخت نشین - چڑھنے والے - کریدنے والے پانی میں چلنے والے - تیرنے والے اور دوڑنے والے -

(۱) شکاری جانور

جس طرح دود پلانے والے جانوروں میں درندوں کے دانت اور ناخن شکار پکڑنے اور چیر پھاڑ کرنے کے ڈھب کے ہوتے ہیں - اسی طرح ان کی چونچ اور پنجے ہیں - چنانچہ چونچ بڑی مضبوط اور خمیدہ ہوتی ہے - جس کی دو طرفہ دھاریں اور نوک بڑی تیز ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ شکار کا گوشت اچھی طرح نوچ کر کھا جاتے ہیں - پاؤں میں چار اُنگلیاں ہیں - تین آگے ایک پیچھے - سب میں لمبے لمبے مڑے ہوئے نہایت تیز اور مضبوط ناخن ہیں - جو شکار کے گوشت میں بخوبی چبھ جاتے ہیں - انہیں پنجوں اور ناخنوں سے جس چیز کو مضبوط پکڑتے ہیں - چھٹنے نہیں پاتی -

یہ درندوں کی طرح قد آور شہ زور دلاور اور خونخوار بھی ہوتے ہیں۔ علی العموم پہاڑوں کی دُشوار گزار چوٹیوں یا آبادی سے دُور درختوں کی اونچی شاخوں پر تنہائی پسند کرتے ہیں۔ نظر بہت تیز ہے۔ پرواز میں بھی کچھ کم نہیں۔ بعض تو گھنٹوں اُڑ سکتے ہیں اور بعض نہایت تیزی سے شکار پر لپکتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عجیب اور یاد رکھنے کے قابل بات یہ ہے۔ کہ مادہ نر سے بڑی ہوتی ہے۔ اور طاقتور بھی۔ اِن کی تین جماعتیں ہیں۔ گِدھ۔ اُلّو اور شاہین کی قِسم کے پرند +

ا۔ گِدھ کی طرح کے پرند۔ بڑے مکروہ اور نفرت کے قابل ہیں۔ اِن کی گھناؤنی شکل اونچے اُمچے بیلے کچیلے قد۔ گنجے گنجے سر۔ پھٹے پھٹے دیدے دیکھ کر خواہ مخواہ بھی دِل بُرا ہوتا ہے۔ اور اُن کی غذا شکل سے بھی زیادہ ناپاک اور غلیظ ہے۔ گلی سڑی لاشوں پر لپک بک کر آتے ہیں۔ کوئی آنکھیں نِکال کر کھاتا ہے۔ کوئی بدن کی بوٹیاں نوچ نوچ کر نِگلتا ہے۔ بڑے کھاؤ ہیں بس ہی نہیں کرتے۔ ابھی کھا کر اُٹھے۔ ابھی پھر موجود۔ یہ سب کچھ تو ہے۔ مگر ذرا غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے انہیں

بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ بلکہ انسان کی بڑی عُمدہ خدمت بجا لاتے ہیں۔ کیونکہ ساری گلی سڑی لاشوں کو چٹ کر کے جنگلوں کو پاک صاف کر کے ہوا بگڑنے اور بیماری پھیلنے نہیں دیتے۔

۲ شاہین کی قِسم کے پرندے۔ گدھوں کی طرح نہ تو ان کے سر گنجے ہوتے ہیں۔ نہ دیدے پھٹے پھٹے۔ بلکہ اُن کے سر اور گردن پر بال ہوتے ہیں۔ آنکھیں جن سے شجاعت و فراست ٹپکتی ہے۔ اندر دھسی ہُوئی ہوتی ہیں۔ اور بھوں کی ہڈیاں باہر کو اُبھری ہُوئی۔ چونچ چھوٹی سرے پر سے ذرا لمبی مُڑی ہُوئی اور تیز ہے۔ جس کے اوپر کے حِصّے میں ایک دندانہ سا ہوتا ہے دُم لمبی۔ ٹانگیں اور پنجے طاقتور۔ ناخن لمبے۔ لمبے مُڑے ہُوئے اور تیز۔ صُورت و شکل ہی سے شاندار۔ بانکے اور بہادر معلُوم دیتے ہیں وضع سے خونخواری و جنگجوئی برستی ہے اُڑنے میں بڑے چالاک ہیں۔ شِکار کو کیسا ہی چالاک کیوں نہ ہو اُڑتے ہی مار لیتے ہیں۔ امرا اور بادشاہ انہیں بڑے شوق سے پال کر سدھاتے ہیں۔ ہاتھوں پر بٹھاتے ہیں۔ اِن کے سر اور آنکھوں پر بڑے تکلّف کی ٹوپیاں پہناتے

ہیں - پاؤں میں گھنگرو باندھتے ہیں جنگلوں میں گھوڑوں پر سوار ہو کر شکار کو جاتے ہیں تو یہ ساتھ ہوتے ہیں - سر کی ٹوپی اُتار کر انہیں شکار پر چھوڑتے ہیں - یہ جھٹ اُسے دبوچ کر زمین پر لے بیٹھتے ہیں - شکاری آتے ہیں - اور شکار اُن سے لے کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں - نمک مرچ لگا کر کھاتے ہیں - مگر یہ بیکاروں کا کام ہے - کاروباری آدمی کو اُس سے کیا مطلب ہے فارسی مثل ہے -

"شکار کارِ بیکاراں است"

اِن میں بڑی عجیب بات یہ ہے - کہ پروں کا رنگ جو بچپن میں ہوتا ہے - جوانی میں وہ نہیں رہتا - بدل جاتا ہے +

اِن کی بہت سی قسمیں ہیں - پر سب سے زیادہ مہیب اور غضبناک عقاب ہے - کوئی پرند اِس کا ہم پلّہ نہیں - جس طرح شیر درندوں کا بادشاہ ہے - اِسی طرح یہ شکاری پرندوں کا - اس کے پنجے بہت مضبوط ہیں - اور بازو اتنے بڑے کہ اپنے سے بھاری جانوروں کو لے اُڑتا ہے - خرگوش اور بھیڑ کے بچے کی کیا حیثیت قابو چل جائے - تو آدمی کے چھوٹے بچے کو جھپٹا

مار کر لے جاتا ہے۔ پانی پر مچھلی مِل جائے۔ تو اُسے بھی نہیں چھوڑتا۔ بعض اوقات ہرن اور اُس کے ہم قد جانور کا بھی اِس طرح شِکار کرتا ہے۔ کہ بہت بلند جگہ سے دفعتاً اُن پر گِرتا ہے۔ سر کو پکڑ لیتا ہے۔ پھڑ پھڑا کر بازو بدن پر مارتا ہے۔ جس سے شِکار گھبرا کر چھلانگیں مارتا اور آخرکار کِسی کھڈ میں گر کر جان دے دیتا ہے۔ اب عقاب مزے سے اُسے کھا لیتا ہے۔

چیل۔ نہ تو قد و قامت میں عقاب کے برابر ہے نہ ویسی بہادری کے ساتھ شِکار کرتی ہے۔ بلکہ ڈرپوک جانور ہے۔ کوّے بھی اِسے ٹھونگیں مارتے اور اِس کے مُنہ میں سے لقمہ چھین لے جاتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں بولتی۔ کان دبائے چلی جاتی ہے۔ اِس کی عام غذا تو گِری پڑی ہڈی بوٹی۔ چھوٹن کوٹن۔ مُردار اور غلیظ اشیا ہیں۔ مگر کبھی کبھی روٹی کا ٹکڑا ٹیرا بھی اُڑا لے جاتی ہے۔ چھپکلی۔ چوہے۔ چھپیاں۔ مُرغی کے بچے۔ چھوٹے چھوٹے زخمی اور بیمار پرندے بھی شکار کر لیتی ہے۔ چیل عموماً پچیس چھبیس انچ لمبی ہوتی ہے۔ جس میں سے کوئی بارہ

انچ تو دُم ہے۔ بڑے بڑے بازو ہیں۔ اِسی واسطے آسمان میں بہت اُونچی چڑھ جاتی ہے اور گھنٹوں ہوا میں اُڑتی اور صفائی سے تیرتی پھرتی ہے۔

باز کو مذکر بولتے ہیں۔ مگر حقیقت میں وُہ مادہ ہے۔ اِس کا نر "جرّہ" کہلاتا ہے۔ تم نے باز کی یہ پہیلی سنی ہوگی۔

بعضی بات کہی نہ جائے × ناری ہوکے نر کہلائے

باز کا طُول چوبیس انچ ہے۔ دُم دس انچ۔ بازو چودہ انچ۔ نیچے کے حصے کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ جس پر پیلے سے بھُورے رنگ کے داغ ہوتے ہیں۔ اُوپر کا حصہ ہلکا بھُورا کچھ خاکستری سا ہوتا ہے۔

اِسے لوگ بڑے اِشتیاق سے پالتے ہیں۔ اگرچہ چیل مُرغابی۔ تیتر وغیرہ کے شکار کے لئے بھی سدھاتے ہیں۔ مگر زیادہ تر خرگوش کے واسطے۔ یہ اِس پر جھپٹ کر آتا ہے۔ ایک پنجے سے تو اُسے زخمی کرتا ہے۔ دُوسرے سے گھاس۔ شاخ یا کسی اور چیز کو پکڑ لیتا ہے تاکہ خرگوش اِسے گھسیٹ نہ لے جائے۔ مگر پھر بھی تھوڑی دُور گھسِٹتا جاتا ہے۔ اِسی واسطے

شکاری اس کی ٹانگوں پر چمڑے کی پٹی چڑھا دیتے ہیں۔ تاکہ جھاڑیوں میں کانٹوں سے زخمی نہ ہونے پائے + جُرہ باز سے چھوٹا ہوتا ہے۔ بہت دیر تک اُڑ بھی نہیں سکتا۔ اسے فقط کبُوتر۔ تیتر۔ اور کوؤں کے شکار کے لئے سدھاتے ہیں +

شکرہ۔ باشہ بھی باز ہی جیسے جانور ہیں۔ مگر اُس سے بہت چھوٹے۔ انہیں چھوٹے پرندوں کے شکار کے لئے سدھاتے ہیں +

بھری۔ کی چونچ نیلی ہے۔ ٹانگیں اور پنجے زرد سینے۔ پیٹ اور حلق کے پر سفید ہوتے ہیں اور اوپر کے گہرے نیلے سے خاکستری۔ بازو اور بھی سیاہی لئے ہُوئے۔ مادہ طُول میں اُنیس انچ ہوتی ہے۔ بازو تیرہ انچ۔ اور دُم کوئی سات انچ۔ نر اس سے تین چار انچ چھوٹا ہوتا ہے۔ یہ اِس ملک کا باشندہ نہیں۔ اکتوبر میں شمال کی طرف سے آتا ہے۔ اپریل میں پھر اپنے وطن کو چلا جاتا ہے۔ سدھانے سے مُرغابی لق لق بگلے اور کلنگ کا شکار کرتا ہے +

لگڑ۔ بھری سے ایک آدھ انچ نکلتا ہوا پرندہ ہے اس کے نیچے کے حصے کے پر سفید ہیں۔ اُوپر

کے سلیٹ کے رنگ کے۔ بر پر ہلکے بھورے رنگ کی دھاریاں۔ ہندوستان میں بہت ملتا ہے چھوٹے چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ اسے بھی پالتے ہیں۔ اور تیتر کوّے وغیرہ کے شکار کے لئے سدھاتے ہیں +

شاہیں۔ لگڑ کا ہم شکل ہے۔ مگر اُس سے ایک آدھ انچ چھوٹا۔ تیتر۔ بٹیر۔ طوطوں وغیرہ کا شِکار کرتا ہے۔ شوقین لوگ اِسے بڑے شوق سے پالتے اور شِکار کے لئے سدھاتے ہیں +

۳۔ اُلو۔ اِس کا بڑا سا سر ہے۔ طباق سا چہرہ پروں کی دو عجیب تھالیاں اِن میں دو بڑی پتھرائی ہُوئی آنکھیں۔ چھوٹی سی مڑی ہُوئی چونچ آس پاس کے کھڑے کھڑے بالوں میں سے نکلی ہُوئی۔ نرم نرم پر۔ اِن میں طرح طرح کے مدھم رنگ خوبصورتی کے ساتھ ملے جلے۔ ٹانگیں چھوٹی اور مضبوط جن پر اکثر پنجوں تک پر ہوتے ہیں + اِس کی سننے کی قوت بہت تیز ہے۔۔ آنکھیں خدا تعالےٰ نے ایسی بنائی ہیں۔ کہ دُھندلکے میں اچھی طرح دیکھتا ہے۔ صبح یا شام کے وقت شِکار کرتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرند اُس وقت بیٹھے اونگھتے ہیں یہ چپ چاپ

آتا ہے۔ اور جھٹ مار لیتا ہے۔ چھوٹی موٹی چوہیوں کو بھی نہیں چھوڑتا ✦
اس کی چار باتیں اِسے شکار کے پکڑنے میں امداد دیتی ہیں۔ اوّل سننے کی تیز قوت۔ دوم۔ اندھیرے میں دیکھنے کی طاقت۔ سوم۔ بے آہٹ پرواز چہارم ڈراؤنی چیخ جس سے چوہیاں اور چھوٹے چھوٹے پرندے خوف کھا کر اُڑنے اور بھاگنے لگتے ہیں۔ اور اِس کا شکار بنتے ہیں ✦
یہ اپنے شکار کو دو تین جھٹکوں میں سارے کا سارا نگل جاتا ہے۔ اور مگن ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گوشت تو ہضم ہو جاتا ہے۔ ہڈیاں اور بال وغیرہ ہضم نہیں ہوتے۔ اِن کی گولیاں بن کر مُنہ سے نکل جاتی ہیں ✦

۲۔ درخت نشین پرندے

ان کے پاؤں میں چار چار لمبی لمبی پتلی اور خوب مُڑتی تُڑتی اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ جن کے مڑے ہُوئے ناخن کچھ تیز اور مضبوط نہیں ہوتے۔ ان میں سے تین آگے ہوتے ہیں۔ ایک پیچھے۔ اگلی دو اُنگلیاں چھوٹی سی جھلی کے ذریعے ذرا جُڑی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جانور درختوں کی ٹہنیوں کو مضبوطی سے پکڑ کر اچھی طرح بیٹھ سکتے

ہیں - اور درخت نشین کے نام سے موسوم ہیں +

ہندوستان میں اِن کی اِتنی کثرت ہے کہ باقی قِسموں کے سب پرند مِل کر بھی اِن کی تعداد کو نہیں پہنچتے - یہ کھیتوں - آبادیوں اور باغوں میں بکثرت ہوتے ہیں - بڑی کاریگری سے گھونسلے بناتے ہیں - اپنے شوخ رنگوں اور خوبصورت شکلوں سے ہماری نظر کو طراوت پہنچاتے ہیں - میٹھی میٹھی سُریلی آوازوں سے گاتے اور چہچہا کر ہمارا جی لبھاتے ہیں - بڑی پھرتی اور سبک وضعی کے ساتھ اُڑتے نظر آتے ہیں +

اِن میں نر عموماً مادہ سے بڑا اور شوخ رنگت کا ہوتا ہے - بچے انڈوں میں سے نکلتے ہیں - تو اندھے اور بالکل بے بال و پر گوشت کی بوٹی سے ہوتے ہیں - کچھ عرصے تک اِسی طرح بے بس و بے کس رہتے ہیں - ماں باپ کی حفاظت میں پلتے اور اُنہیں کی شفقت سے غذا پاتے ہیں +

چونچ کے لِحاظ سے اِس کی چار قِسمیں کی گئی ہیں - گاؤدُم چونچ والے دندانہ دار منقار والے - کشادہ دہن اور پتلی چونچ والے +

ا - گاؤدُم چونچ والے - اِن کی چونچ جڑ کے پاس سے گاجر کی طرح گول اور موٹی ہوتی ہے +

سرے پر جا کر نوکدار ۔ چڑیا ۔ مینا ۔ کوا ۔ چنڈول اگن ۔ بیا ۔ پدڑی ۔ لال ۔ پتی ۔ یعنی بینا ۔ بہشتی پرند بنگلہ ۔ ساز پرند وغیرہ سب اِسی قسم کے جانور ہیں ۔ جن میں سے بعض کا کچھ مختصر سا حال ہم تمہیں سُناتے ہیں ؛

مینا کا سر ۔ گردن اور سینہ سیاہ ۔ بازو کے نیچے کا حصّہ اور پیٹ سفید ۔ باقی جسم سُرخی مائل ۔ بھورے رنگ کا بازوؤں کے بڑے پر اور دُم کالی ۔ ان میں سفید سفید داغ ۔ چونچ ۔ ٹانگیں زرد یہ تقریباً دس انچ لمبی ہوتی ہے ۔ مکانوں یا آبادی کے پاس درختوں پر رہتی ہے ۔ صبح غول کے غول سوتے اُٹھتے ہیں ۔ آبادی میں آکر گرا پڑا ٹکڑا ٹیرا دانہ دُنکا کھاتی ہیں ۔ جنگل میں ہوں ۔ تو ٹڈوں ۔ کیڑے مکوڑوں اور پھلوں سے اپنی جان پالتی ہیں ؛ شوقین لوگ اسے بڑی چاہت سے پالتے ہیں ۔ یہ خوب ہل جاتی ہے ۔ مالک کے پیچھے پیچھے گردن ہلاتی چلا کرتی ہے ۔ طوطے کی طرح فقرے کے فقرے یاد کر لیتی ہے ۔ نہایت صفائی سے بولتی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ چھوٹا سا بچہ ناک میں بول رہا ہے ؛

بیا۔ چھوٹا سا سادہ وضع کا جانور ہے۔ اوپر کے پر خالی۔ جن کے کنارے زردی مائل ہوتے ہیں نر جوان ہو تو گرمی۔ اور برسات میں اس کا تمام سینہ اور اوپر کی طرف سے سر بھی زرد ہو جاتا ہے۔ پنجے ذرا بڑے ہوتے ہیں انگلیاں لمبی اور ناخن تیز۔ طول میں کُل چھ انچ کا + اگرچہ چھوٹا اور بے قدر تو ہے۔ مگر اِس کی محنت کشی۔ ہنر اور کاریگری نہ صرف اِس قابل ہے کہ اِسے دیکھ کر متعجب ہوں۔ بلکہ مناسب ہے۔ کہ اِس کی تقلید کر کے دُنیا میں سرخرُو ہوں۔ جس خوبی کے ساتھ یہ ننھا سا معمار اپنا گھونسلا بناتا ہے۔ کوئی اور پرندہ نہیں بنا سکتا۔ وہ بڑا مضبُوط اور خوشنما ہوتا ہے۔ نہ اِس میں مینہ کا اثر ہوتا ہے۔ نہ ہوا کا ڈر اکثر ناریل۔ کھجور یا تاڑ کے بلند درختوں پر پتوں میں لٹکا ہوا یا سرس۔ ببول کی ٹہنیوں میں ملتا ہے جسے یہ گھاس۔ کیلے۔ کھجور اور ناریل میں سے کسی کے پتوں کے ریشوں سے بناتا ہے۔ نر مادہ دونو مل کر کام کرتے ہیں۔ پہلے اوپر کی طرف پتوں کے ریشوں یا گھاس کی ٹوکری سی بُن لیتے ہیں۔ پھر اِس میں ایک اڈا بنلتے ہیں

جس پر بیٔ بیٹھ جاتی ہے۔ نر گھاس اور مصالح لاتا ہے۔ اور باہر کے رُخ کام کرتا ہے۔ مادہ اڈّے پر بیٹھی اندر کام کرتی ہے۔ کہ گھر درستی اور صفائی سے تیار ہو جائے۔ اڈّے کے ایک رُخ پر کوٹھڑی سی بناتے ہیں۔ جس میں مادہ دو تین سفید انڈے دیتی ہے۔ دروازہ دُوسری طرف نیچے کو ہوتا ہے۔ گیلی مٹی کی ڈلیاں لاکر گھونسلے میں رکھ لیتے ہیں۔ جس سے گھونسلے کا بوجھ تُلا رہتا ہے۔ اور رات کو روشنی کے لئے جگنو پکڑ کر لاتے ہیں۔ تو اُنہیں ڈلیوں پر رکھ لیتے ہیں +

لوگ اِسے پکڑ کر پالتے ہیں۔ کمر میں پیٹی باندھتے ہیں۔ اور عجیب عجیب کرتب سِکھاتے ہیں۔ بعض کرتب ایسے ہیں۔ کہ جن سے اِس کی بہادری اور دِلاوری کا اِظہار ہوتا ہے۔ چھوٹی سی توپ بھر کر چھوڑتا ہے۔ اور جانور ڈر کر اُڑ جاتے ہیں یہ چھوٹا سا گولنداز بلا خوف و خطر وہیں بیٹھا اپنا کام کرتا ہے۔ چھوٹی سی جلتی ہوئی بنیٹھی اپنی چونچ میں لے کر سر کے گرد اِس صفائی سے پھراتا ہے۔ کہ روشنی کا چکّر بندھ دیتا ہے +

بہشتی پرند۔ دُنیا میں ہر جگہ نہیں ملتا۔ مشرقی

سمندروں میں آسٹریلیا اور نیوگنی کے جزیروں میں ہوتا ہے۔ دُنیا کے تمام پرندوں سے خوبصُورت ہے۔ اِس کے پروں کی سی چمک اور شوخی کسی اور کو نصیب نہیں۔ وُہ سنہری زمرّدی گنگا جمنی ہوتے ہیں۔ اور جواہرات کی طرح چمکتے ہیں۔ انہیں آدمی دیکھتا ہے۔ اور عش عش کرتا رہ جاتا ہے۔ یہ اِسی حد سے بڑھی ہُوئی خوبصورتی کی وجہ سے بہشتی پرند کہلاتا ہے +

اِس کی کئی قِسمیں ہیں۔ زمرّدی نہایت شاندار اور خوبصورت ہے۔ قد و قامت میں کبُوتر کے برابر۔ ہری چونچ۔ سر زرد۔ گلا سنہری زمرّدی جھلک مارتا ہوا۔ پیشانی سِیاہی و سبزی لئے مخمل کی طرح درخشاں۔ بازو زرد۔ باقی تمام جِسم سِینہ اور نیچے کا حِصّہ گہرے بھوُرے رنگ کا۔ مگر سب سے عجیب بات یہ ہے کہ دُم کے لمبے لمبے خوشنما زرد پروں میں سے دو ایسے بھی ہیں۔ جیسے دھاگے۔ یہ دو فٹ لمبے اور کمان کی طرح مُڑے ہُوئے ہوتے ہیں +

یہ آپ بھی اپنی خوبصُورتی سے واقف ہے۔ اِسی واسطے پروں کی بڑی احتیاط رکھتا ہے۔ بار بار

گرد و غبار اور داغ دھبے دیکھتا اور صاف کرتا رہتا ہے۔ بیٹھتا ہے۔ تو ہوا کے رُخ۔ تاکہ پر کھڑے ہو کر شکن نہ کھا جائیں۔ بچّو! اِس سے صفائی اور پاکیزگی کا سبق لو۔ جانور کو اِن باتوں کا اتنا خیال ہو۔ اور انسان کا بچّہ اِس سے محرُوم رہے۔ بڑے حیف کی بات ہے +

بنگلہ ساز پرندہ۔ یہ بھی بہشتی پرندے کا ہم وطن ہے۔ نہایت گہرے قرمزی رنگ کا ہوتا ہے۔ جو اطلس کی طرح چمکتا ہے۔ یہ پھل اور دانے دُنکے کھاتے ہیں۔ کبُوتروں کی طرح اکٹھے ہو کر رہتے ہیں۔ اِن میں نئی اور عجب بات یہ ہے کہ رہنے کے گھونسلے کے سوا جنگلوں میں سیر و تفریح کے لئے بنگلے بناتے ہیں۔ جب سیر و تفریح کا شوق چرّاتا ہے۔ تو جنگل میں جا کر پہلے کسی سایہ دار درخت کے نیچے ٹہنیوں شاخوں وغیرہ کا زمین پر ایک چبُوترہ بناتے ہیں۔ اِسی کے بیچوں بیچ میں چھپٹیاں سینکیں اور پتلی پتلی ٹہنیاں کھڑی کرتے ہیں۔ اِن کے اُوپر کے سروں کو موڑ کر دو دیواروں پر محرابدار چھت بناتے ہیں۔ اندر کی جانب ٹہنیاں لگاتے ہیں۔ مگر اس طرح کہ آنے جانے میں چبھیں

نہیں۔ بنگلہ بَن چکتا ہے۔ تو پھر اِس کے سجانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ کوڑیاں۔ سنکھ۔ سفید ہڈیاں۔ خوش رنگ کپڑوں کی دھجیاں۔ یا اور چمکتی ہُوئی خوبصُورت خوش رنگ چیزیں جہاں پاتے ہیں۔ اُڑا لاتے ہیں۔ دیواروں میں لگاتے اور دروازوں پر رکھتے ہیں۔ جب اِن کا بنگلہ سب طرح سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ تو کئی کئی نر و مادہ اکٹھے ہو کر آتے ہیں۔ کبھی اندر جاتے ہیں۔ کبھی باہر چکّر لگاتے ہیں۔ دوڑتے ہیں۔ کھیلتے ہیں۔ اور مسرُور ہوتے ہیں +

۲ دندانہ دار منقار والے پرندے۔ اِن کی چونچ کے اُوپر کے حِصّے میں ایک دندانہ سا ہوتا ہے۔ اِسی واسطے یہ نام پایا ہے۔ اِن میں سے بعض خوبصُورت ہیں۔ اور بعض خوش گلُو اِن کی بیسیوں قسمیں ہیں۔ چنانچہ ہندُوستانی بلبل یعنی گگدم۔ ہزار داستان۔ کستورا۔ پودنہ۔ ممولا۔ شامہ۔ پِدّا۔ پھٹکی۔ جھاپل۔ یا کال کلچی۔ نقال پرندہ۔ سب ایسے ہی پرند ہیں۔ اِن میں پھٹکی اور نقال کا حال بہت دلچسپ ہے۔ اسیواسطے ہم صرف انہیں کا ذکر کرتے ہیں +

پھٹکی کے اوپر کا دھڑ سبزی لئے ہوتا ہے۔

نیچے کا سفید۔ نر کا قد چھ انچ ہے۔ مادہ کا پانچ انچ۔ چونچ تیز ہے۔ ننھے کیڑے اُٹھانے کے سوا اِس سے ایک اور کام بھی لیتی ہے جسے سُن کر تم حیران ہو گئے۔ وُہ کیا سنو! اس جانور کے پاس نہ سوئی دھاگا ہے۔ نہ انگشتانہ پھر بھی اپنی چونچ کی بدولت اِس کاریگری سے اپنے گھونسلے میں سِلائی کرتا ہے۔ کہ درزی پرندے کا خطاب اِسی پر جچتا ہے یہ عجیب کاریگر پرندہ ہے۔ علی العموم باغوں میں ہوتا ہے۔ گھونسلے کے لئے اکثر امرود کا درخت پسند کرتا ہے۔ کبھی ایک ہی چوڑے پتے کو موڑ کر اور کبھی دو پتوں کو مِلا کر گھونسلا بناتا ہے پتوں کے کناروں کو جوڑ کر بڑی صفائی سے اُن میں بخیہ کرتا ہے۔ سِلائی کے واسطے دھاگے گھاس کے ہوتے ہیں۔ مِلتا ہے تو سُوت یا ریشم کا دھاگا بھی اُڑا لاتا ہے۔ دھاگوں کے سِروں میں اِس طرح گرہیں دیتا ہے کہ کام اُدھڑ نہ جائے۔ اِس طرح ایک پیالے کی صورت کا گھونسلا بن جاتا ہے۔ اس میں روئی۔ پشم۔ یا جو ملایم چیز مل جائے موقع موقع پر لگاتا ہے۔ اور ایسے سجے سجائے

آرام سے گھر میں رہتا ہے۔ اِس سے گھر کے مُصفّا رکھنے اور کبھی نہ کبھی ہنر میں کمال حاصل کرنے کا سبق لینا چاہیئے +

نقّال پرندہ۔ دس گیارہ انچ لمبا ہوتا ہے۔ دیکھنے میں کچھ خوبصُورت نہیں۔ خاکستری رنگ۔ لال چونچ۔ بڑی بڑی روشن آنکھیں۔ کیڑے اور پھل کھاتا ہے۔ نیچے نیچے درختوں یا جھاڑیوں میں گھونسلا بناتا ہے۔ کالا سانپ اِن کے انڈوں بچّوں کا دُشمن ہے۔ یہ بھی اِس کی تاک میں رہتے ہیں۔ بعض مرتبہ ایسا ہُوا ہے۔ کہ جُونہی سانپ نے گھونسلے کی طرف مُنہ بڑھایا۔ اِس نے بازو سے طمانچہ چلایا۔ پھر نر و مادہ دونو مل کر حملہ کرتے ہیں۔ ٹھونگوں اور طمانچوں کے مارے اِس کے ہوش بھُلا دیتے ہیں۔ اور کبھی کبھی تو اس کو مار کر ہی چھوڑتے ہیں +

یہ تو اِتنی تعجب کی بات نہیں۔ اِس کے وُہ کرتب جن کی وجہ سے نقّال کے نام سے موسوم ہے۔ نہایت ہی حیرت انگیز ہیں۔ سنو! قادرِ مطلق نے اِسے عجیب گلا عطا کیا ہے۔ نہایت سُریلی آواز ہے۔ جسے سُن کر سامع حیران رہ جاتا ہے۔ مگر نقل کرنے میں غضب ہی کرتا

ہے۔ جنگل کا کوئی پرند نہیں۔ جس کی آواز کی نقل
اِس عمدگی و خوبی سے نہ کرتا ہو۔ کہ خُود وُہ
پرند بھی جس کی یہ نقل کرتا ہے۔ اس کی
آواز سُن کر شرما نہ جائے۔ کبھی بُلبُل کے
میٹھے میٹھے سُر الاپتا ہے۔ کبھی کویل کی طرح
چہکتا ہے۔ ابھی کوّے کی کائیں کائیں کی نقل
کر رہا تھا۔ کبھی چیل کی طرح چیخنے لگا۔ یہی
وجہ ہے۔ لوگ اِسے بڑے شوق سے پالتے
ہیں۔ یہ پنجرے میں بیٹھا بڑے لُطف اُڑاتا ہے
ذرا سیٹی دیتا ہے۔ تو کتّا سمجھتا ہے۔ آقا آگیا
دُم ہلاتا دوڑتا ہے۔ پھر مُرغی کے بچّے کی طرح
چُوں چُوں کرنے لگتا ہے۔ وُہ غریب سمجھتی ہے
بچّے پر کوئی آفت آئی۔ پنکھ پھیلا کر دوڑتی ہے
ابھی یہ تماشا ختم نہیں ہوتا۔ کہ بلّی کی طرح میاؤں
میاؤں کرنے لگ جاتا ہے۔ جس سے سارے
پرندے چوکنے ہو جاتے ہیں۔ غرض اِسی دِل
لگی میں سارا دِن گزارتا ہے۔ غرض وُہ کتّے
کے بھونکنے۔ گاڑی کی گڑگڑاہٹ۔ کسی چیز
کی سرسراہٹ۔ غرض ہر ایک آواز کی ہوبہو
نقل کر دیتا ہے۔ گانے کی اچھی لمبی تانیں
سیکھ جاتا۔ ایسے سُر حلق سے نکالتا ہے۔ کہ

باجوں کو بھی مات کر دیتا ہے +

۳۔ کشادہ دہن پرندے۔ اِن کی چونچ بہت پھیل سکتی ہے۔ جس سے مُنہ چوڑا چوڑا معلوم ہوتا ہے۔ ابابیل۔ نیل کنٹھ۔ ہریل اور ماہی گیر یا پن ڈوبی جو اکثر پانی کے اوپر ہوا میں اُڑتی رہتی ہے۔ اور غوطہ مار کر ننھی ننھی مچھلیاں پکڑ لے جاتی ہے۔ اِسی قِسم کے جانور ہیں +

ابابیل کا جسم تو چھوٹا ہے۔ بازو بہت بڑے۔ جبھی تو اس کی اُڑان میں قیامت کی جھپٹ ہے۔ دُم لمبی دو شاخی سی ہے۔ جس کے بل اُڑنے میں بسہولت ہیر پھیر کھا سکتی ہے۔ سُرمئی چمکتی ہُوئی پیٹھ ہے۔ گلا سُرخ۔ نیچے کا دھڑ سیاہ۔ سفید اور لال جو روشنی میں خوب چمکتا ہے۔ اور اِس کی خوبصُورت شکل کا لطف دکھاتا ہے۔ پاؤں بہت چھوٹے۔ قد کے مقابلے میں سر بہت ہی چھوٹا۔ اِسی واسطے کہیں کہیں اِسے بن سرا جانور کہتے ہیں +

یہ سارے برس ہندوستان میں نہیں رہتی اس کا مِزاج بہت نازک ہے۔ یہ کڑاکے کی گرمی سہار سکتی ہے۔ نہ شِدت کی سردی۔ یہاں گرمی کا زور ہوتا ہے۔ تو سرد ملکوں میں چلی

جاتی ہے۔ وہاں سردی کی شدت ہوتی ہے۔ تو یہاں چلی آتی ہے۔ جلتی گرمی۔ آتی برسات میں ان کے جھلڑ کے جھلڑ آسمان پر لہراتے اور غل مچاتے ہیں۔ عورتیں کہتی ہیں۔ دیکھو مینہ برسیگا۔ ابابیلیں جھومر ڈالتی ہیں +

نیل کنٹھ کا سر اور گردن اِس کے جسم کے مقابلہ میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ خصوصًا جب وُہ اپنی عادت کے موافق اِن مقاموں کے پروں کو پھیلا لیتا ہے۔ تو اِس کی صُورت دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ اِس کی بڑی اور کڑی آواز ہے۔ علی العموم شکار کی تلاش میں ایسی جگہ پر بیٹھتا ہے۔ جہاں سے چاروں طرف دیکھ سکے۔ کوئی چیز اِس کی نظر کو نہ روکے ٹڈے اور جھینگر بڑے شوق سے کھاتا ہے کیڑے مکوڑے۔ تیتری۔ بھنبیری۔ گبریلے وغیرہ بھی چٹ کر جاتا ہے۔ کبھی کبھی کھیتوں کے ننھے ننھے چوہوں کو جھپٹ کر پکڑ لیتا ہے۔ اور انہیں کھا کر اپنی اشتہا بجھاتا ہے۔ جب کبھی موٹے سے ٹڈے کا شکار کر کے کھانے لگتا ہے تو اُسے تر نوالا سمجھ کر کھانے کے ساتھ چچھاتا بھی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ شکار مار کر لایا ہے +

۴- پتلی چونچ والے پرندے۔ ان کی چونچ پتلی لمبی اور خم دار ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے پھولوں میں سے میٹھا میٹھا رس چُوسا کرتے ہیں۔ ہُدہُد اور شکر خورے ان میں بہت مشہُور ہیں +

ہُدہُد۔ خوبصُورت پرند ہے۔ سر پر شعلہ رنگ درخشاں تاج ہے۔ جس کے ہر ایک پر کی نوک صاف اور سیاہ ہے۔ ان کے جواب میں پیٹھ پر تین کالے گنڈے ہیں۔ چوڑے چوڑے خوبصُورت بازوں پر سیاہ و سفید دھاریاں بڑی بہار دیتی ہیں زمین اور گلے سڑے درختوں میں جو کیڑے ہوتے ہیں۔ انہیں چونچ کی بدولت اندر سے نکال کر کھاتا ہے۔ یہ اپنا کام سوچ بچار کر سہج سہج کرتا ہے۔ محنت کے اِنعام میں کئی موٹے موٹے کیڑوں کی ضیافت اُڑاتا ہے۔ جنہیں کھاتے وقت چونچ سے کچل کر گوندا سا کر لیتا ہے +

کھوکھلے درختوں اور دیواروں کے چھیدوں میں گھونسلا بناتا ہے۔ گھاس کے ریشوں۔ پتوں کی ڈنڈیوں اور پروں سے اُس کو سجاتا ہے۔ وہیں۔ نر و مادہ رہتے ہیں۔ چار سے سات تک انڈے دیتے ہیں۔ جن کا رنگ نیلاہٹ لئے

سفید ہوتا ہے۔ بچے نکلتے ہیں۔ تو اُن کی چونچ خمدار نہیں ہوتی۔ جُوں جوں بڑے ہوتے اور اپنے لئے آپ خوراک تلاش کرکے کھانے لگتے ہیں۔ چونچ بھی خم کھاتی جاتی ہے +

شکر خورہ ننھا سا خوبصورت پرندہ ہے۔ جو اپنے پروں کی بہار اور اچھلاہٹ سے باغوں کی رونق بڑھاتا ہے۔ میٹھی میٹھی آواز سے ریز کر کے سننے والوں کا جی لبھاتا ہے۔ اس کی نازنین صورت۔ کامنی مورت دیکھ کر خدا کی قدرت و صنعت یاد آتی ہے۔ دُم سے چونچ تک ساڑھے چار اِنچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ سر۔ گردن۔ گلے سینے اور پیٹ کا رنگ چمکدار سبز اور اودے رنگ کی دھوپ چھاؤں کی طرح ہوتا ہے۔ دُم اور بازو سیاہ بازوؤں) میں قرمزی اور زرد رنگ کے پروں کا بڑا خوشنما گچھا۔ ننھے ننھے پنجے پیٹ کے سُرمئی پروں میں چھپ جاتے ہیں +

۳۔ چڑھنے والے پرندے

اِن کی چار اُنگلیاں ہوتی ہیں دو آگے دو پیچھے پنجہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ جھومتی جھامتی ٹہنی یا لٹکتی رسی پر بیٹھ کر باآسانی اوپر چڑھ سکتے ہیں۔ یہی

وجہ ہے۔ کہ اِن کا نام چڑھنے والے پرندے پڑ گیا ہے۔ مگر اِن کے بازو چھوٹے چھوٹے اور گول ہوتے ہیں۔ اِسی واسطے نہ اُڑنے میں تیزی دکھا سکتے ہیں۔ نہ زیادہ دیر تک اُڑنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پھل اور کیڑے کھا کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور علی العموم مکانوں کی اولتیوں اور درختوں کے کھوکھ میں گھونسلے بناتے ہیں۔ طوطا۔ کٹھ پھوڑا کویل یا کوکلا اِس قسم کے مشہور جانور ہیں +

طوطا۔ ایک مشت پر اور بلی کا کھاجا مشہور ہے پر بڑا خوشنما اور خوبصورت جانور ہے۔ اِس کے پروں پر سبز رنگ کی خوبی ختم ہے۔ جو سبز خوش رنگ چیز ہوتی ہے۔ اُس کی نسبت کہا کرتے ہیں۔ کہ طوطے کے سے پر ہیں۔ نر کے گلے میں ایک قدرتی کنٹھ ہے۔ نیچے سے سیاہ اوپر سے گلابی چونچ رنگیلی چھوٹی سی خمدار اور نکیلی۔ قینچی سے زیادہ تیز۔ یہ کاٹنے اور کترنے کے لئے بہت اچھا اوزار ہے۔ اِس کی نوک سخت چھلکوں میں گھس جاتی ہے۔ اور اندر سے گری۔ گودے + گٹھلی کو کتر کر جھٹ پٹ نکال لاتی ہے۔ زبان کیا ہے؟ قدرتی چمچہ ہے۔ آم یا کوئی اور نرم چیز ہو۔ تو کتر کر گودا نکال کر کھاتا ہے۔

پہاڑ ہو یا جنگل - یہ ہمیشہ سدا بہار درختوں میں رہتے ہیں - جن کے پتے سبز اور پھول کھلے ہوتے ہیں - ایسی جگہ دِن کو شکر خورے اور چھوٹے چھوٹے پرندے اِن کے مصاحب بنتے ہیں - رات کو جگنو چھوٹے چھوٹے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں - وہیں دِن کو یہ درختوں پر ڈال پات پھرتے رہتے ہیں - رات کو پرانے درختوں کے سوراخوں یا کھوکھلے درختوں کے کھوکھ میں بسیرا لیتے ہیں - ایسی جگہ نہ ملے - تو درخت کی چھال کو چونچ اور پنجوں سے پکڑ کر چمٹ جاتے ہیں - اور اِسی حالت میں رات بسر کر لیتے ہیں +

یہ سوتے ہیں - تو بھی اکٹھے - اُڑتے ہیں تو بھی مِلکر - کھانے کو کہیں دھاوا کرتے ہیں - تو بھی جمع ہو کر - یہ اسی لئے باغوں اور کھیتوں کے پھلدار درختوں کے لئے ایک آفت ہیں - اچھے سے اچھا پھل کترتے ہیں - کچھ کھاتے ہیں - کچھ یونہی نیچے پھینک دیتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ باغوں میں باغبان غلّے اور کھیتوں میں رکھوانے گوپھیے ہاتھوں میں لئے اِن کے اُڑانے اور ڈرانے کو کھڑے رہتے ہیں پھلدار درختوں پر کھٹکا لگاتے ہیں - اور اُس کے ذریعے پھلوں کو اُن سے بچاتے ہیں +

طوطوں کو نہانے کا بڑا شوق ہے۔ اسی واسطے پانی کی تلاش میں کوسوں اُڑتے چلے جاتے ہیں جہاں پانی ملتا ہے۔ دِل بھر کے نہاتے ہیں۔ پروں پر چھینٹے دیتے ہیں۔ پھر باہر نکلتے ہیں۔ دھوپ میں پروں کو سنوارتے ہیں +

اِن کی زُبان اور حلق کی ساخت ایسی ہے کہ سب طرح کی آوازوں کی نقل اُتار سکتے ہیں۔ کتّے کی بھوں بھوں۔ بلّی کی میاؤں میاؤں اِن سے سُن لو۔ گیت اِن سے گوا لو۔ سوالوں کے جواب ان سے سُن لو۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ بڑے شوق سے طوطے پالتے ہیں۔ اِن کے پڑھانے میں مغز مارتے ہیں۔ یہ اُستاد کے کہنے پر بڑی توجہ کرتا ہے۔ اِس کی ویسی ہی نقل اُتارتا ہے اپنے سبق کو خوب یاد کر لیتا ہے۔ سِکھائی ہوئی باتیں بہت صفائی سے بولتا ہے۔ اِس کے مغز کا وزن اور پرندوں سے زیادہ ہے۔ اِسی واسطے یہ اِن میں عالم گِنا جاتا ہے۔ مگر جو بولتا ہے اِسے خود خاک بھی نہیں سمجھتا۔ جو لڑکے بے سمجھے سبق یاد کرتے ہیں۔ اُن کی نسبت کہا کرتے ہیں۔ کہ وہ طوطے کی طرح پڑھتے ہیں *

جب کوئی پڑھا پڑھایا سِکھا سِکھایا طوطا اُڑا

جاتا ہے۔ اور پھر ہاتھ نہیں آتا۔ تو پالنے والے کو اس قدر رنج ہوتا ہے۔ کہ ہوش حواس بجا نہیں رہتے۔ اسی لئے نہایت حیرانی کے موقع پر بولتے ہیں۔ کہ ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے۔ طوطے ویدے بھی خوب بدل لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بے وفا کی نسبت کہا کرتے ہیں۔ اس نے طوطے کے سے دیدے پھیر لئے ۔

پڑھے ہُوئے طوطوں کی قدر جنگلی طوطوں کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی تو سینکڑوں روپے تک قیمت پاتے ہیں۔ جب بے سمجھ حیوانوں کا یہ حال ہے۔ تو پھر پڑھے لکھے لڑکوں کی قدر و منزلت جاہل لڑکوں کی نسبت کیوں نہ زیادہ ہوگی ۔

طوطے اپنے مُنہ سے اپنی نسبت میاں مِٹھو کہا کرتے ہیں۔ اِس لئے جو شخص اپنی تعریف آپ کرتا ہے۔ اُسے اپنے مُنہ میاں مِٹھو کہتے ہیں ۔

دُنیا میں ہر جگہ طوطے سبز ہی نہیں ہُوا کرتے ان کے قد و قامت اور رنگ و شکل میں بھی بہت اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی بڑے ہیں۔ کوئی چھوٹے۔ کہیں سیاہ کہیں لال۔ کسی ملک کے لال اور نیلے ہیں۔ کسی کے نیلے اور پیلے۔ کسی کے

خاکستری - بعض ایسے بھی ہیں - جن کے سر پر پروں کی کلغی ہوتی ہے ؛

کٹھ پھوڑا - طوطے کے قد کا خوبصورت جانور ہے - اس کے پر اکثر کالے اور سفید ملے جلے ہوتے ہیں - بعض ایسے بھی ہیں - جن میں کچھ زردی اور کچھ اور رنگت نظر آتی ہے - نر کے سر پر اکثر تو قرمزی رنگ کا تاج ہوتا ہے - یا رُخساروں پر قرمزی دھاریاں - پنجوں میں بڑے مضبوط اور خمدار ناخن ہیں - جنہیں گڑ کر درخت سے چمٹا رہتا اور بے خطر ٹھونگیں مارے جاتا ہے - دُم کے پر سخت اور نکیلے ہوتے ہیں - جب درخت پر چمٹتا ہے - تو اُس پر دُم لگا کر سہارا لے لیتا ہے - اس کے سینے کی ہڈی اور پرندوں کی طرح اُبھری ہُوئی نہیں ہوتی - اسی واسطے درخت سے خوب چمٹ جاتا ہے - چونچ سیدھی - مضبوط اور سخت ہے - جس سے گلی ہوئی لکڑی کو کاٹتا - اور اُس میں سے کیڑے نکال کر کھاتا ہے - اور جب دیکھو درخت پر کہیں نہ کہیں بڑھئی کی طرح کھٹ کھٹ کرتا نظر آتا ہے - زبان لمبی اور مہین ہے - جس کے سرے پر چھوٹی چھوٹی ایسی نوکیں ہیں - جیسی مچھلی پکڑنے کے کانٹوں میں ہوا کرتی ہے اُسے نکال کر اتنی بڑھا سکتا ہے

کہ گہری گہری درزوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اندر کے کیڑے تیز نوکوں میں چبھو کر نکال لاتی ہے +

زمانۂ سابق میں بعض ملکوں کے لوگ اسے بہت ستایا کرتے تھے۔ اِن کا خیال تھا۔ کہ درختوں میں چھید کر کے اُنہیں سکھا دیتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ بڑے کام کا جانور ہے۔ گلی ہوئی لکڑی کو کاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔ کیڑے جو اس کے اندر ہوتے ہیں۔ مار کر کھا جاتا ہے۔ اگر یہ کیڑوں کو نہ کھائے تو سارا ہی درخت خراب ہو جائے +

کوئل طول میں ساڑھے سترہ انچ ہوتی ہے۔ بازو اور دُم آٹھ آٹھ انچ۔ نر کا رنگ سبزی لئے سیاہ ہے۔ مادہ کا کاہی سفید۔ داغ دار بازو۔ اور دُم پر سفید دھاریاں نیچے کا حصّہ سفید۔ جس پر سیاہ داغ ہوتے ہیں۔ یہ ہندوستان میں ہر جگہ مِلتی ہے۔ جنگلوں۔ باغوں اور درختوں کے جھنڈوں میں اکثر بیٹھی پھل کھایا کرتی ہیں۔ اُڑتے وقت زور سے اپنی بولی بولتی ہے۔ جب انڈے دینے کے دِن آتے ہیں۔ تو کچھ روز پہلے سے نر و مادہ چہچہایا کرتے ہیں۔ دِن کو تو ہر وقت رات کو اکثر مادہ کی آواز "کوئل کوئل" ہے۔ اور نر کی "ہوائی اد ہوائی اد" +

کوئل اور اس قسم کے اور جانوروں میں ۔جن کے نام اُن کی آواز پر رکھے گئے ہیں ۔ یہ بات عجیب ہے ۔ کہ آپ گھونسلا نہیں بناتے ہیں ۔ اپنے انڈے اور جانوروں کے نیچے رکھ آتے ہیں ۔ چنانچہ کوئل اپنے انڈے کوّے کے گھونسلے میں رکھ آتی ہے ۔ وہیں بچے نکلتے ہیں ۔ اور کوا کوئی انہیں اپنے ہی بچے سمجھ کر پرورش کرتے ہیں ؞

۴ - کریدنے والے پرندے

ان کی چونچ خمدار ہوتی ہے ۔ جس کے اوپر کے حصّے میں جڑ کے پاس نتھنوں کے دو سُوراخ ہوا کرتے ہیں ۔ ٹانگیں مضبوط اور قوی پنجے چوڑے چوڑے اُن میں چار چار اُنگلیاں ۔ تین آگے ۔ ایک پیچھے جو اگلی اُنگلیوں کی نسبت ذرا اُونچی لگی ہوئی ہے سب میں مضبوط مگر کند سے ناخن ۔ جن سے زمین کو کرید کر اپنی خوراک نکالتے ہیں ۔ ان میں سے بتیرے ایسے ہیں ۔ جو ہمیشہ سے انسان کے ساتھ رہتے چلے آتے ہیں ؞

یہ دو جماعتوں میں منقسم ہیں ۔ ایک میں مور چکور مرغ ۔ تیتر ۔ بٹیر ۔ پیرو وغیرہ شامل ہیں ۔ دوسری میں کبوتر فاختہ وغیرہ پہلی جماعت کے جسم بھاری

بجز ہوتے ہیں۔ اور اچھی طرح اُڑ نہیں سکتے۔ اُن کے بچّے انڈوں سے نکلتے ہی دوڑنے پھرنے لگتے ہیں۔ دُوسری جماعت کا یہ حال نہیں۔ اِن کے جسم ہلکے پھلکے ہیں۔ بہت دیر تک تیزی کے ساتھ اُڑ سکتے ہیں۔ اِن کے بچّے انڈوں سے نکلتے ہیں۔ تو گوشت کی بوٹی جیسے ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ اکثر ہوا میں اُڑتے ہیں۔ اِس لئے اِن کے پنجے درخت نشین پرندوں کی طرح ٹہنیوں کو مضبوط پکڑ سکتے ہیں +

مور۔ بڑا خوبصُورت اور بانکا جانور ہے۔ صراحی دار گردن ہے۔ سر پر سبزی مائل پروں کا شاہی تاج گردن اور سینے کے پر چمکدار نیلے اور شوخ سنہری بڑی لمبی دُم جس کے پروں کے انجام پر آنکھ کی شکل کے مشابہ کئی رنگوں کا خوبصُورت حلقہ ہوتا ہے جب یہ دُم کو چتوبر کرتا ہے۔ تو پھیل کر ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسے خوبصُورت گول پنکھا۔ مگر یہ سب باتیں نر کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مادہ کے پروں میں چمک دمک کچھ نہیں ہوتی +

یہ سرسبز زمین کو پسند کرتا ہے۔ پالیں تو اکثر باغ میں چلا جاتا ہے۔ شام کے وقت اپنی مورنی کو پکارتا ہے۔ بادلوں کی گرج یا توپ بندوق کی آواز سُن کر بھی اِسی طرح بولتا ہے +

بٹیر کی گول مول شکل ہے۔ چھوٹی سی دُم چوڑے چوڑے پنجے۔ کالی آنکھیں۔ تیز اور شوخ نگاہ ہلکی سفیدی اور سیاہی کی چتیاں اور دھاریاں +

بٹیریں لمبی لمبی گھاس۔ اناج کے کھیتوں۔ اور ایسی زمینوں میں رہتی ہیں۔ جہاں سے غلّہ کٹ کر ٹھنڈ اور جڑیں رہ گئی ہوں۔ ملک کے مختلف علاقوں میں جہاں غلّہ پکتا ہے۔ وہیں جا پہنچتی ہیں یہ سارے سال ہندوستان میں نہیں رہتیں۔ برسات میں کہیں اور جگہ جاکر انڈے بچے نکالتی ہیں۔ اور سفر کرنا ہوتا ہے۔ تو رات کو منزل طے کرتی ہیں +

ہندوستان کے لوگ انہیں پالتے ہیں۔ اور مرغوں کی طرح لڑاتے ہیں۔ مگر یہ کام بڑی بیرحمی کا ہے۔ اس سے بچے رہنا چاہیئے +

پیرو۔ شمالی امریکہ کا جانور ہے۔ کوئی ساڑھے تین فٹ لمبا۔ اکثروں کا رنگ گہرا خاکستری ہے۔ مگر پروں کے انجام سفید۔ بعض بالکل سفید بھی ہوتے ہیں۔ جوانی پر آتے ہیں۔ تو سینے پر پروں کا ایک گچھا پیدا ہو جاتا ہے۔ مستی یا خفگی کی حالت میں مور کی طرح دُم کو چنور کرکے ناچا کرتے ہیں۔ سُرخ رنگ سے بہت ڈرتے ہیں +

یہ مزاج کا جھگڑالو نہیں۔ بڑا بزدل ہے۔ جب

کوئی ادنے جانور بھی مقابلہ کرتا ہے۔ تو اکثر بھاگ ہی جاتا ہے۔ ہاں جو اس سے ڈریں۔ اگرچہ آدمی کے بچے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ اُن پر شیر ہو جاتا ہے۔ اور اُنہیں دُور تک بھگا آتا ہے۔ اِس وقت ماداؤں کے جھُرمٹ میں آکر خوب اکڑتا ہے۔ گبڑ گبڑ بولتا ہے۔ گویا ڈینگ مارتا ہے۔ کہ میں بڑا بہادری کا کام کر آیا ہوں +

کبوتر صاف ستھرا اور بے شر جانور ہے۔ یہ مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ بعض نیلگوں خاکی۔ بعض سفید۔ بعض سیاہ۔ بعض میں کئی کئی رنگ ہوتے ہیں۔ اِن کی چونچ چھوٹی اور سر نکیلا ہوتا ہے۔ بازو بہت مضبوط ہیں۔ اِسی واسطے دور اُڑ سکتے ہیں۔ کبوتر۔ کبوتری آپس میں بڑی الفت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس مقام پر رہتے ہیں۔ اُس سے بھی محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ کتنا ہی دُور کیوں نہ چلے جائیں۔ اُسے نہیں بھولتے یہی وجہ ہے۔ کہ اِن سے نامہ بری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ خط لکھ کر گلے میں باندھ دیتے ہیں۔ یہ جہاں پہنچانا ہو۔ وہیں چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں سے جواب ملے۔ تو اُسے بھی گردن میں بندھوا کر لے آتے ہیں +

۵۔ پانی میں چلنے والے پرندے

یہ اکثر دلدل یا جھیل یا دریا کے کناروں کے پاس رہتے ہیں۔ جہاں تھوڑا بہت پانی ہو۔ وہاں بھی آ نکلتے ہیں۔ پانی سے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور کیڑے پکڑ کر کھاتے ہیں۔ خداوند کریم کا لطف عمیم دیکھو۔ کہ اِس مطلب کے حصُول کے واسطے اُنہیں کیسے سامان عطا فرمائے ہیں۔ چونچیں لمبی بنائی ہیں۔ ٹانگیں طویل اور لمبی۔ تاکہ دلدل میں پھریں تو بھیگیں نہیں اور اپنی لمبی لمبی چونچوں سے کیچڑ گھنگول کر اپنی خوراک نکال کھائیں۔ اُنگلیاں چار ہیں۔ تین آگے جن میں کچھ کچھ جھلی منڈھی ہوئی ایک پیچھے۔ جو یا تو بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ یا بالکل ندارد۔ بازو بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اِس لئے خوب اُڑ سکتے ہیں۔ دُم چھوٹی سی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُڑتے وقت ٹانگیں پیچھے کو پھیلا دیتے ہیں تاکہ بوجھ تُلا رہے۔ پانی میں تیر نہیں سکتے۔ مگر لمبی لمبی ٹانگوں سے تھوڑے بہت پانی میں چل پھر سکتے ہیں۔ اِن کی چار جماعتیں ہیں۔ تین میں زیادہ تر غیر معروف پرندے ہیں۔ ایک میں لم ڈھیک کلنگ۔ سارس۔ بگلا وغیرہ ✦

لم ڈھیک دُنیا کے بڑے بڑے پرندوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کھڑا ہو۔ تو پورا پانچ فٹ اُونچا نظر آتا ہے۔ بازو پھیلاتا ہے۔ تو عرض میں چودہ فٹ ہو جاتا ہے۔ نیچے کا دھڑ سفید ہے۔ اُوپر کا خاکستری۔ چونچ کے نیچے ایک بڑی سی تھیلی لٹکتی ہے۔ یہی اِس کا پوٹا ہے +

قد آور تو اِتنا مگر بڑا ہی ڈرپوک ہے۔ مُرغی بھی مقابلہ کرے۔ تو سامنا نہیں کرتا۔ البتہ پیٹو اور کھاؤ بڑا ہے۔ پانی میں سے مینڈک۔ مچھلی۔ کچھوا جو پاتا ہے۔ چھک جاتا ہے۔ چوہا۔ گرگٹ۔ چھپکلی اور چھوٹے چھوٹے جانوروں کا بھی ناشتا کر لیتا ہے یوں بھی پیٹ نہ بھرے۔ تو گِدّوں کی ضیافت میں شریک ہو کر جان پالتا ہے +

چونکہ اِس کی اِن خدمتوں سے انسان کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اِس لئے لوگ اُسے غنیمت جانتے ہیں۔ اور اِس کی خبرگیری کرتے ہیں۔ یہ ہندوستان میں سال بھر نہیں رہتا۔ گرمیوں میں آتا ہے۔ اور برسات بعد چلا جاتا ہے +

کلنگ۔ بڑا پرندہ ہے۔ سر سے دُم تک تین ساڑھے تین فٹ۔ پر پھیلاتا ہے۔ تو عرض میں چھ فٹ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اِس کے پر زیادہ تر

خاکستری ہیں۔ جو لمبے لمبے نرم اور خوشنما ہیں۔ اُن کی نوکیں کالی ہیں۔ پر بازووں میں سے نکلتے ہیں۔ تو کلغی کی طرح اُونچے اُٹھ کر دونو طرف لٹک جاتے ہیں +

اُن کو اُڑتے ہُوئے دیکھ کر عجب لطف آتا ہے پتلی پتلی گردنیں آگے کو بڑھی ہُوئی ہیں لمبے لمبے پاؤں پیچھے کو لٹک رہے ہیں۔ پاؤں کیا ہیں۔ جھنڈوں کے پھریرے ہیں۔ کہ لہرا رہے ہیں۔ بہت سے اکٹھے ہوکر اُڑتے ہیں۔ سرگروہ آگے آگے جاتا ہے۔ اُس کے پیچھے دو قطاریں باندھتے ہیں۔ جیسے کھلی ہُوئی قینچی۔ مڑنا ہو۔ تو قطار کی قطار مڑتی ہے مگر اپنی جگہ سے ایک بھی نہیں سرکتا۔ کہ انتظام میں خلل واقع نہ ہو۔ اِس سے انتظام کے ساتھ کام کرنے کا سلیقہ حاصل کرنا چاہیئے +

اِس کی آواز بہت دُور سے سُنائی دیتی ہے۔ ہر وقت چوکنا رہتا ہے۔ ذرا اوپری چیز دیکھی یا غیر آواز سنی۔ اور جھٹ اُڑ گیا۔ سردی اُسے بھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جاڑے میں آتا ہے گرمیوں میں سرد ملکوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ حلال جانور ہے۔ اِس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے +

سارس کلنگ ہی کی وضع کا جانور ہے۔ کوئی

سوا چار فٹ لمبا۔ دُم پون فٹ۔ بازو پھیل کر آٹھ فٹ جگہ گھیرتے ہیں۔ رنگ نیلا سا ہے۔ آواز نرم مگر دو دو میل تک سنائی دیتی ہے۔ برسات میں دُور سے بہت پیاری معلوم ہوتی ہے +

بگلا۔ کوئی اٹھارہ اُنیس انچ لمبا ہوتا ہے۔ بازو اتنے بڑے کہ پھیل کر اٹھائیس انچ کی جگہ گھیرتے ہیں۔ دُم صرف تین انچ۔ سر پر پروں کی کلغی۔ جاڑے میں جو رنگ ہوتا ہے۔ وُہ گرمی میں نہیں رہتا۔ بڑا نڈر اور بیباک ہے۔ آدمی سے نہیں جھجکتا۔ شکاری کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ اِسی لئے تو اسے اندھا بگلا کہتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں مینڈک اور پانی کے کیڑے کھاتا ہے۔ کنارے پر کسی اونچی سی جگہ بیٹھا تاک لگایا کرتا ہے۔ یا پانی میں چپ چاپ مسکین سا کھڑا دیکھتا رہتا ہے۔ جونہی کسی مچھلی وغیرہ نے سر اُبھارا۔ لپک کر اُسے پکڑ لیا۔ اور پاس کے کسی درخت پر جہاں اُس کا بھدا سا گھونسلا ہے۔ جا بیٹھا۔ شکار کو کھاپی کر آموجود ہوتا ہے۔ جو آدمی ظاہر میں نیک معلوم ہو۔ اور دھوکا دے کر کسی کا مال مار لے۔ اُسے بگلا بھگت کہتے ہیں +

۶۔ تیرنے والے پرندے

ان میں اکثروں کے بازو بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بعض تو اُڑ سکتے ہیں۔ بعض بہت کم۔ اور بعض تو ایسے ہیں۔ کہ وضع کے لحاظ سے پرند سمجھو۔ مگر اُڑ ذرا بھی نہیں سکتے۔ البتہ پانی میں سب کے سب تیرنے خوب ہیں۔ گھنٹوں سطح آب پر تیرتے پھرتے ہیں۔ پانی میں سے مچھلیاں اور کیڑے پکڑ کر کھاتے ہیں۔ اِن کی چھوٹی چھوٹی ٹانگیں پیچھے کو لگی ہوتی ہیں۔ پاؤں کی انگلیاں جھلی سے جڑی ہوئی۔ جو تیرتے میں چپو کا کام دیتی ہیں۔ مگر اِس وجہ سے خشکی میں اُسے بڑی دقت ہوتی ہے۔ بڑے بے ڈھنگے طور پر چلتے ہیں۔ اِن کا جسم کشتی نما ہے۔ گردن لمبی۔ بدن میں سے اتنا تیل نکلتا ہے۔ کہ پر بہت ہی چکنے رہتے ہیں۔ پانی میں بھیگتے نہیں +

اِن کی بہت سی قسمیں ہیں۔ حواصل مرغابی بطخ۔ ہنس۔ چکور۔ اور پنگن انہیں میں داخل ہیں +

حواصل۔ پانچ فٹ سے زیادہ لمبا ہے۔ بازو پھیل کر آٹھ فٹ جگہ گھیرتے ہیں۔ اُڑنے میں

سبک پرواز ہے۔ دُور کے سفر کرتا ہے۔ چونچ لمبی اور سیدھی ہے۔ جس کی نوک مڑی ہُوئی ہوتی ہے چونچ کھولتا ہے۔ تو مُنہ پھیل جاتا ہے۔ تلے کے جبڑے میں ایک کھال کی تھیلی ہے۔ جس میں آٹھ سیر پانی سما سکتا ہے۔ یہ اس کے لئے قدرتی ٹوکری ہے۔ شکار کو مار کر اسی میں بھرتا ہے۔ اکثر مچھلیاں کھاتا ہے۔ اور بڑا ہی پیٹو ہے۔

بطخ اور مُرغابی میں یہ فرق ہے۔ کہ بطخ کا جسم بھاری اور بھدا ہوتا ہے۔ گردن زیادہ لمبی۔ ٹانگیں زیادہ پیچھے کو نہیں ہوتیں۔ ہاں لمبی اور مضبوط ہوتی ہیں۔ بازو چھوٹے۔ یہ نباتات کھاتی ہیں۔ مُرغابی کے بازو بڑے ٹانگیں چھوٹی اور کمزور چونچ کے اُوپر کا حصہ نیچے کے حصے سے بڑا اور چھجے کی طرح باہر کو نکلا ہوا۔ یہ پانی کے کیڑے وغیرہ کھاتی ہیں۔

اِن کے دیکھنے اور سننے کی قوتیں بلا کی تیز ہیں بہت کم کسی آفت کو اپنے اوپر آنے دیتی ہیں۔ اِن میں ایک اور بڑی خوبی ہے۔ کہ غول میں اکٹھی ہو کر سوتی ہیں۔ تو اُن میں سے ایک پاسبان بنتا ہے۔ جو معین وقت تک پہرا دیتا ہے۔ کوئی آفت آئے۔ تو اُس کی سب کو خبر کر دیتا ہے۔ یہ تھک

جاتا ہے۔ تو پہرا بدل جاتا ہے۔ دُوسرا پاسبان کھڑا ہو جاتا ہے +

ہنس۔ نہایت ہی شاندار جانور ہے۔ قد میں بہت بڑا۔ کوئی پانچ فٹ طویل۔ پھیلے ہُوئے بازو سات فٹ تک پہنچتے ہیں۔ یہ شمالی ملکوں میں دریاؤں اور جھیلوں پر اکٹھے ہو کر رہتے ہیں۔ شدت کی سردی پڑتی ہے۔ تو گرم ملکوں میں نقل مکان کرتے ہیں۔ رنگ برف کی طرح سفید ہے۔ چونچ کالی۔ مگر جڑ کے پاس زرد سی۔ ٹانگیں چھوٹی چھوٹی سیاہ رنگ کی +

پنگن۔ جنوبی سمندروں کا عجیب جانور ہے۔ بازو ذرا ذرا سے۔ پر چھوٹے چھوٹے۔ اسی واسطے بالکل اُڑ نہیں سکتے۔ ہاں تیرتے خوب ہیں۔ ٹانگیں بہت پیچھے لگی ہیں۔ اسی واسطے اور پرندوں کی طرح بیٹھ نہیں سکتے۔ کھڑے ہوتے ہیں تو آدمی کیطرح ٹانگوں کے بل۔ اس وقت دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بہت سارے قطار باندھے ایسے نظر آتے ہیں۔ جیسے بوتلیں رکھی ہیں +

۷۔ دوڑنے والے پرندے

اِن کے بازو ذرا ذرا سے ہوتے ہیں۔ پر بالوں

کی طرح - اسی واسطے اُڑ نہیں سکتے - ٹانگیں مضبوط اور قوی ہوتی ہیں - جن کے بل پر اتنا تیز دوڑتے ہیں - کہ گھوڑا بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا - پاؤں کی پچھلی اُنگلی اکثروں کے بالکل نہیں ہوتی - اگلی اُنگلیاں کسی کی تین ہوتی ہیں - اور کسی کی دو - زمانۂ سابق میں اس قسم کے پرندے بہت تھے - جو قد و قامت میں ہاتھی سے بڑے تھے - مگر اب ایسا کوئی پرندہ نہیں ملتا - جتنے دُنیا میں موجود ہیں - ان میں شتر مُرغ سب سے بڑا ہے - یہ نام سُن کر تمہارے دِل میں خیال آتا ہوگا - کہ وہ کوئی ایسا جانور ہے جس میں اونٹ اور مُرغ دونو کے رنگ ڈھنگ پائے جاتے ہونگے - تمہارا یہ خیال دُرست ہے - اس کی لمبی گردن اور سارا بدن اُونٹ سے مِلتا جلتا ہے - پاؤں کے تلے ویسی ہی گدّی ہوئی ہے - چھ فٹ سے آٹھ فٹ تک اونچا بازو اور پر چھوٹے اور کمزور - دُم اور بازوؤں میں سے نرم اور لمبے لمبے سفید پر پیچھے کو لٹکتے ہیں - رانیں ننگی - اُن پر پر نہ رُوآں - باقی پاؤں سخت اور کھُردرے - ٹانگیں اتنی مضبوط و قوی - کہ اِن کی ٹھوکر سے کتوں کا سر پھٹ جاتا ہے - اور بھیجا نِکل پڑتا ہے - لات سے

آدمیوں کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں +

یہ جانور ہندوستان میں نہیں ہوتا۔ عرب اور افریقہ کے ریگستانوں میں اِن کے غول کے غول پڑے پھرتے ہیں۔ وُہ اور پرندوں کی طرح گھونسلا بنانے میں تکلف نہیں کرتا۔ انڈے دے کر جن انڈوں سے بچے نکالنے منظور ہوں۔ اُنھیں ایک گڑھے میں جو ریت میں کھود لیتا ہے۔ رکھ دیتا ہے۔ باقی اِردگرد کھلے پڑے رہتے ہیں۔ گڑھے کے انڈوں کو رات کے وقت آپ سیتا ہے۔ دِن کو سُورج کی گرمی ہوتی ہے۔ جب بچے نکلتے ہیں تو وُہ پاس کے انڈے کھا کر پرورش پاتے ہیں +

مثل مشہُور ہے۔ کہ بڑوں کے کام بڑے ہی ہیں۔ شُترمُرغ جیسا خود بڑا ہے ویسا ہی اُس کا انڈا بھی بہت بڑا ہے۔ وزن میں ڈیڑھ دو سیر۔ موٹا ایسا۔ جیسا چینی کا پیالہ۔ چنانچہ پانی پینے کے پیالے اور مکانوں کی آرایش و زیبایش کی بہت سی چیزیں ان کی بناتے ہیں۔ اہلِ افریقہ کو یہ بہت بھاتے ہیں۔ وُہ ان کو طرح طرح سے پکا کر کھاتے ہیں۔ ہمارے تو سارے کنبے کو ایک ہی انڈا کفایت کرتا ہے +

شتر مُرغ کی دُم اور بازو کے پر خوشنما اور خوش رنگ ہوتے ہیں۔ اہل یورپ بڑی بڑی قیمت دے کر مول لیتے ہیں۔ اور ٹوپیوں میں لگا کر گرد فر دکھاتے ہیں۔ اس واسطے لوگ اِن کا شکار کرتے ہیں۔ اور پالتے بھی ہیں۔ پالتو شتر مُرغ بڑا اصیل ہوتا ہے۔ بچے اُن کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ گردن میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جہاں بچے کا بوجھ اُس کی پیٹھ کو معلوم ہوا۔ اور وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ پھر وُہ گھڑ دوڑ کے گھوڑے کی سُرعت کے ساتھ گاؤں کے گرد چکر لگاتا ہے۔ پالنے والے سال بھر میں ایک دفعہ اِس کی دُم اور بازو کے پر اُکھیڑ لیتے ہیں +

وحشی کا شکار کئی طرح سے کرتے ہیں۔ دو دو تین تین دن گھوڑے پر سوار ہو کر اُس کا تعاقب کرتے ہیں۔ تب جا کر کہیں ہاتھ آتا ہے۔ اِس کی عادت ہے کہ پہلے تو اپنی سریع رفتار کی وجہ سے تھک جاتا ہے۔ اور آرام لینے کو ٹھیر جاتا ہے۔ دُوسرے سیدھا نہیں جاتا۔ لہریا بناتا ہوا جاتا ہے اسی واسطے پکڑا بھی جاتا ہے۔ یہ عادتیں نہ ہوتیں تو گھوڑے کا سوار اِس کی گرد کو بھی نہ پہنچتا شکاری اِس کی لہریا دار چال سے واقف ہوتے

ہیں۔ اور اُس کا رُخ تاڑ جاتے ہیں۔ اُس کے پیچھے نہیں جاتے۔ جہاں وُہ چکر کاٹتا ہوا پہنچے گا۔ سیدھی راہ کم مسافت طے کر کے وہاں جا لگتے ہیں اور گولی کی زد پر آتا ہے۔ تو مار لیتے ہیں +

یہ کھاؤ بڑا ہے۔ ریت کے ذرّے۔ اینٹ پتھروں کے روڑے۔ لکڑی کے ٹکڑے۔ سیسے کی گرم گرم گولیاں بھی نگل جاتا ہے۔ شاید یہ اشیا اس کے معدے میں جا کر خوراک کے ہضم کرنے میں امداد دیتی ہیں۔ اور اُن کی رگڑ سے خوراک کے ریزے ریزے ہو جاتے ہیں۔ سُننے میں آیا ہے کہ رُوم کے چڑیا گھر میں ایک شتر مُرغ مرا۔ تو اُس کے پیٹ میں سے یہ الا بلا نکلی۔ تین بڑے اور گیارہ چھوٹے پتھر کے ٹکڑے۔ سات کانٹے ایک لفافہ۔ تیرہ تانبے کے سکّے۔ چودہ تسبیح کے دانے۔ ایک اٹھنّی۔ دو چھوٹی تیلیاں۔ ایک رُومال ایک چاندی کا تمغہ۔ اب تم ہی قیاس کر لو۔ کہ وُہ کتنا کچھ چٹ کر جاتا ہے +

شتر مُرغ سے اُتر کر دُنیا کے سب پرندوں سے بڑا ایمُو ہے۔ یہ مشرقی جزائر میں سے آسٹریلیا نام ایک جزیرے میں ہوتا ہے۔ پُورے قد کا سات فٹ اونچا۔ پر بالکل بال سے ہیں۔ جن کا رنگ زیادہ تر

بھورا خاکستری جھلک مارتا ہوا۔ بازو چھوٹے بالکل اُڑنے کے قابل نہیں۔ دوڑتا یہ بھی بہت تیز ہے لاتیں بھی زور کی چلاتا ہے۔ گھاس اور پھل کھا کر زندگی بسر کرتا ہے +

دوم۔ نباتات

اس سے پہلی کتابوں میں عام طور پر نباتات کے فائدے اور اُن میں سے بعض کا حال لکھا جا چکا ہے۔ اب کچھ اور نباتات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ جس طرح جانوروں کے ہاتھ پاؤں۔ مُنہ اور پیٹ وغیرہ اعضا ہوتے ہیں۔ جو مختلف کام دیتے ہیں۔ اسی طرح نباتات کے بھی کئی حِصّے ہوا کرتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا علیٰحدہ علیٰحدہ کام جُدا جُدا نام ہے۔ اور وُہ یہ ہیں۔ بیج۔ جڑ۔ تنہ شاخیں۔ پتّے۔ پھُول۔ پھل +

ان میں سے ہر ایک کا بیان بہت تفصیل طلب ہے۔ اور کِسی قدر تمہاری سمجھ سے بھی باہر اِس لئے اُن کی موٹی موٹی باتیں اختصار کے ساتھ لکھی جاتی ہیں۔ تاہم اِن امور کے سمجھنے کے واسطے

یہ ضرور ہے۔ کہ طلبا موجودات کا مشاہدہ کریں۔ اور جو باتیں یہاں تحریر ہوتی ہیں۔ ان کی صحت کا یقین مختلف درختوں۔ پودوں۔ بیلوں۔ گھاسوں۔ کے مختلف حصّوں کے معاینے سے حاصل کریں۔ اس طریق سے اوّل تو اُنھیں حقائق اشیا معلوم کرنے کا سلیقہ حاصل ہوگا۔ دُوسرے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ جس صانع پاک کی بے انتہا صنعتوں اور حکمتوں کا پتہ لگیگا۔ اُس کی وجہ سے اِن کے دلوں میں اِس غنی بے نیاز۔ حکیم مطلق کی عظمت و کبریائی کا سکہ بیٹھیگا۔ اور وہ اُس کی عبادت و اطاعت کے استحقاق کو بخوبی اِن کے ذہن نشیں کریگا۔ وَمِنَ اللّٰہِ التَّوفِیقُ[1] +

بیج

مٹر۔ چنے۔ نارنگی۔ اور تربوز کا بیج لو۔ اُن کے رنگ و روغن۔ صُورت و شکل۔ چھُٹائی بڑائی میں تو ضرور اختلاف ہوگا۔ مگر یہ بات سب میں برابر پائی جائیگی۔ کہ جس طرح جانوروں کے بدن پر کھال ہوتی ہے۔ اُس طرح اُن پر چھلکا یا پوست سا چڑھا ہُوا ہوگا۔ جسے ناخن سے زیادہ سخت ہو۔ تو

[1] اور توفیق کا عطا ہونا اللہ ہی کی طرف سے ہے +

چاقو سے اُتار سکتے ہیں۔ اِس چھلکے کے اندر بعض میں تو ایک اور پتلی سی جھلی میں لپٹی ہوئی اور بعض میں یونہی جھلی بغیر دو دالیں سی نکلتی ہیں۔ جو کچھ باہم پیوستہ ہوتی ہیں۔ اِن کے درمیان وہی پودا جس کا یہ بیج ہے۔ موجود ہوتا ہے۔ مگر ایسا ننھا سا۔ کہ اکثر بیجوں میں تو نظر ہی نہیں آتا اور بعض بیجوں مثلاً مٹر یا گلِ عباسی میں بخوبی دِکھائی دیتا ہے۔

بیج کے پودے میں اگر وُہ احتیاط کے ساتھ رکھا جائے اور گھن۔ دیمک وغیرہ کیڑوں سے محفوظ رہے۔ تو ہزاروں برس تک یہ قابلیت رہتی ہے کہ اگر اُسے بو دیں۔ تو پودا ضرور پھوٹیگا۔ اِس کا تجربہ یوں ہو چکا ہے۔ کہ ملک مِصر میں جو عرب سے مغرب کو ہے۔ بہت پرانی عمارتوں سے جنہیں تعمیر ہوئے کئی ہزار برس گزر چکے ہیں۔ بعض بیج ملے۔ اُنہیں بویا گیا ہے تو وُہ برابر پھوٹے ہیں۔ اور آخرکار بڑھ کر درخت بن گئے ہیں۔

بیج کو غور سے دیکھیں۔ تو واضح ہوگا کہ اس میں ایک ننھا سا سوراخ موجود ہے۔ جس کے اندر کا پودا پھوٹ کر باہر نکل سکے۔ لیکن جب تک اُسے کافی غذا۔ اور ضروری اسباب بہم نہ پہنچیں

اُس کا پھوٹ کر باہر نکلنا مشکل ہے۔ صانع مطلق کی صنعت کا لطف دیکھو۔ کہ یہی دو دالیں جن کے درمیان وُہ موجود ہے۔ اُس کی غذا کا ذخیرہ ہیں۔ بیج کو زمین میں بو دیں۔ پانی کی نمی حرارت اور ہوا تینوں برابر اُسے پہنچتی رہیں۔ تو پودا بڑھ کر زمین سے باہر نکل آئیگا۔ اب اس کی حفاظت و قیام کے واسطے اوپر بیان کی ہوئی تینوں چیزوں کے علاوہ روشنی کی بھی احتیاج ہے +

بیج سے پودے کے دونو سِرے نمی و حرارت وغیرہ کے پہنچنے سے بڑھنے شروع ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نوکدار ہوتا ہے۔ وُہ نیچے کو میل کرتا ہے۔ اور جڑیں بن جاتا ہے۔ دُوسرا سرا جو نوکدار نہیں ہوتا۔ اُوپر کو اُٹھتا۔ اور بڑھ کر تنہ بن جاتا ہے۔ جس طرح جانوروں کے بچے ماں کی چھاتیوں سے دُودھ پی کر پرورش پاتے ہیں۔ اور بڑے ہونے کے بعد اس سے بے نیاز ہو کر اور خوراک کھانے لگتے ہیں۔ اِسی طرح ننھے ننھے پودے بھی پہلے دالوں سے غذا پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب پودے کی جڑیں اس قابل ہو جاتی ہیں۔ کہ وُہ خود بخود زمین سے اپنی غذا حاصل کرلیں ۞

سارے بیج دو دالوں والے ہی نہیں ہوتے۔
بہتیرے ایسے بھی ہیں۔ جن میں صرف ایک دال
ہوتی ہے۔ جیسے گیہوں۔ جو۔ جوار۔ بانس۔ سوسن۔
وغیرہ ان میں پودا درمیان نہیں۔ ایک طرف کو ہوتا ہے
یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نباتات کی دو قسمیں ہیں:۔
ایک قسم میں پھول لگتے ہیں۔ دُوسری میں نہیں جن
میں پھول آتے ہیں۔ اُن کے بیج ہوتے ہیں۔ اور
جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ وہ بیجوں سے پھوٹ کر نکلتے
ہیں۔ مگر جن میں پھول نہیں آتے۔ وہ بیجوں سے
پیدا نہیں ہوتے۔ خداوند پاک نے اُن کی نسل کی
افزایش کا سلسلہ یوں قائم کیا ہے۔ کہ اُن کے
پتوں کے نیچے ننھے ننھے سے دانے بنائے ہیں
یہ دانے جھڑتے ہیں۔ تو اپنے اندر سے نہیں بلکہ
باہر سے غذا پاتے ہیں۔ اور پودا پھوٹ نکلتا ہے
مگر یاد رکھو۔ کہ اِن دانوں میں نہ دالیں ہوتی ہیں۔
نہ بیج کا پودا۔ یہی وجہ ہے کہ ان دانوں کو بیج
نہیں سمجھتے۔ کھمبیاں۔ سانپ کی روٹیاں اور کائی
یعنی پانی پر اُگنے والی نباتات سب اِسی قسم کے
پودے ہیں۔ اِس کتاب میں اُن کا ذکر نہیں ہوگا
پہلی قسم کی نباتات ہی کا حال بتایا جائیگا +
بیج بونے کے واسطے پہلے سے زمین پولی اور

اُس کی مٹی باریک کر لینی چاہیئے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ پانی اور ہوا دونو زمین کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔ اور پودا بآسانی زمین سے باہر نکل سکتا ہے۔ بیج چھوٹا ہو۔ تو بہت نیچا بونا نہیں چاہیئے۔ ورنہ باہر نہیں نکل سکتا۔ بڑا ہو تو نیچا بونا چاہیے۔ بونے کے لئے بیج ہمیشہ پکا ہوا اور بڑا لینا چاہیئے۔ ورنہ پودا کمزور پیدا ہوگا۔ اور پھل اچھا نہ دے گا۔

جڑ

مختلف اقسام کے چھوٹے چھوٹے کئی ایک پودے اس احتیاط سے اکھاڑیں۔ کہ جڑیں ٹوٹیں نہیں۔ تو اِس کے مُلاحظے سے واضح ہوگا۔ کہ ایک جڑ تو لمبی اور موٹی سی ہے۔ باقی اِس کی نسبت چھوٹی اور پتلی۔ لمبی اور موٹی جڑ کو ٹاپ روٹ کہتے ہیں۔ اور باقی کو ریشے۔ علے العموم ٹاپ روٹ سب پودوں میں ہوتی ہے۔ مگر بعض ایسے بھی ہیں۔ جن میں صرف ریشے ہی ہوتے ہیں۔ ٹاپ روٹ نہیں ہوتی۔ پیاز اور لہسن اِس قِسم کی عام مِثالیں ہیں۔ خواہ ٹاپ روٹ ہو۔ خواہ ریشے سب جڑوں میں یہ بات یکساں پائی جاتی ہے کہ سب اوپر سے موٹی ہیں۔ اور جُوں جُوں

نیچے کی طرف دیکھو۔ بتدریج پتلی ہوتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انجام پر ایک نوک سی رہ جاتی ہے۔ اس نوک کو ذرا چاقو سے چھیلو۔ تو اُوپر سے ایک خول سا اُتریگا۔ جس کے اندر سے سفید گُودا نکل آئیگا۔ یہی سفید گُودا بڑھتا اور غذا اُوپر پہنچاتا ہے۔ قادرِ کریم نے اس پر خول اس لیئے چڑھایا ہے۔ کہ زمین کے اندر کی اشیا سے رگڑ کھا کر گھِس نہ جائے۔

جانوروں کو غذا کھاتے تم روز دیکھتے ہو۔ وہ اپنی خوراک کو جو نظر بھی آتی ہے۔ منہ میں ڈال کر نگل جاتے ہیں۔ مگر نباتات کا نہ منہ ہے۔ اور نہ ایسی خوراک جسے ہم دیکھ سکیں۔ خداوند پاک نے اُن کے کھانے کا کچھ اور ہی طریق مقرر فرمایا ہے۔ غور اور توجہ سے سنو۔ تو تم اُسے بخوبی سمجھ سکتے ہو۔

جڑ کو دیکھو۔ تو اُس کے اوپر بہت پتلے پتلے اور نازک سے بال نظر آئیں گے۔ جس طرح یہ بال زمین سے اپنی خوراک کو جو ... ہوتی ہے۔ جذب کر لیتے ہیں۔ اور جڑ۔ تنے۔ شاخوں اور پتوں وغیرہ کو پہنچاتے ہیں۔ یہ خوراک کیا ہے۔ مختلف قسم کے

ا؎ اس کی تشریح جمادات کے بیان میں کی گئی ہے۔ وہاں سے دیکھو۔

نمک اور معدنی اشیا جو پانی میں گھل کر ایک نہایت ہی رقیق رِلّوُڈ کی صُورت اختیار کر لیتی ہے +

علی العموم جڑیں زمین کے اندر ہوتی ہیں۔ پر بعض درخت ایسے بھی ہیں۔ جن کی بعض جڑیں تنے سے نکلتی ہیں اور ہوا میں لٹکتی رہتی ہیں۔ اور آخر بڑھتے بڑھتے زمین کے اندر چلی جاتی ہیں۔ اس قسم کے درختوں میں بڑ بہت مشہور ہے۔ جو پودے پانی سے اُگتے ہیں۔ اُن کی جڑیں پانی ہی پر ہوتی ہیں +

جڑ کا کام زمین سے غذا لے کر درخت کو پہنچانا ہے۔ مگر بعض پودوں کی جڑیں اُن کے لئے دُوسرے سال کے واسطے غذا کا ذخیرہ جمع رکھتی ہیں۔ مولی گاجر۔ شلغم۔ چقندر کی جڑیں ایسی ہی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک مثلاً مولی کو لے کر اُس کے پتے کاٹ دو۔ اور رسّی سے باندھ کر کہیں کمرے میں لٹکا دو۔ پھر برابر پانی دیے جاؤ۔ تو پتے اور پھول نکل آئیں گے۔ یہ نظارہ قدرت کا عجب کھیل دکھاتا ہے۔ اور دیکھنے والے کو تعجب میں ڈالتا ہے +

تتمہ

جڑ کا رنگ زرد یا سفید ہوتا ہے۔ وُہ روشنی

سے پہنچتی - اور زمین میں رہتی ہے - اس پر پتے وغیرہ نہیں لگتے - اس کے خلاف تنے کا رنگ سبز ہوتا ہے - زمین کے باہر روشنی اور ہوا میں رہتا ہے - اس پر پتے اور شاخیں وغیرہ لگتی ہیں یہ درخت کے لئے بڑا ضروری حصہ ہے - جڑ جو غذا زمین سے جذب کرتی ہے - اور پتے جو خوراک ہوا سے لیتے ہیں - وہ تنے ہی کے ذریعے ہر ایک حصے میں پہنچتی ہے *

درخت کا تنا جب زمین سے نکلتا ہے - تو اُس پر پتے نکلنے شروع ہوتے ہیں - پہلے ایک پتہ نکلا - پھر ذرا تنہ بڑھا - تو دوسرا ظاہر ہوا - اِن نقطوں کو جن پر پتے نکلتے ہیں - نوڈ کہتے ہیں - اور دو نوڈوں کے درمیان طولانی فاصلے کو انٹر نوڈ گھاسوں میں نوڈ صاف صاف نظر آتے ہیں - بانس گنے وغیرہ میں جو گرہیں ہوتی ہیں - وہ نوڈ ہی ہیں

بعض درختوں کے تنے زمین سے نکلکر سیدھے اوپر کو چلے جاتے ہیں - مگر بعض کے سیدھے اوپر کو نہیں جاتے - چکر کاٹتے بڑھتے چلے جاتے ہیں ایسے پودوں کو بیلیں کہتے ہیں - جنہیں ستونوں جھیروں - مکانوں کی دیواروں اور بعض درختوں پر چڑھتے ہوئے تم نے بارہا دیکھا ہوگا *

یہ تو اُن پودوں کا حال تھا۔ جن کے تنے زمین سے
نکل کر ہوا اور روشنی میں رہتے ہیں۔ بعض پودے
ایسے بھی ہیں۔ جن کے تنے زمین کے اندر ہی
رہتے ہیں۔ جیسے پیاز۔ لسن۔ ادرک اور ہلدی
کی گرہیں۔ جن میں گرہیں تو تنے ہیں۔ اور اُن
پر جو باریک ریشے سے ہیں۔ وُہ جڑیں۔
درختوں کے بڑھنے کی کیفیت بڑی دلچسپ ہے
اور اس کے سننے سے خالق اکبر کی تعریف و توصیف
کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ دو دالوں والے
بیج کا پودا جب پھوٹ کر زمین سے باہر نکلتا
ہے۔ تو ہرے رنگ کی لمبی سی ڈنڈی کی شکل
کا ہوتا ہے جو نیچے سے موٹی اور اُوپر سے
پتلی نوکدار ہوتی ہے۔ بڑھنے والی چیز اصل
میں یہی نوک ہے۔ جسے کونپل کہتے ہیں۔
اِسی میں سے پتے اور شاخیں نکلتی ہیں۔
وُہ لمبی ڈنڈی جس کا اوپر ذکر ہُوا۔ تنہ
ہے۔ اِس کے دو حِصّے ہوتے ہیں۔ اُوپر
چھال اندر گودا۔ پہلے سال گودا جڑ سے غذا
پاکر خود بھی بڑھتا ہے۔ چھال اور پتوں کو
بھی خوراک پہنچا کر اُن کی نشو و نما کا باعث
ہوتا ہے۔ دُوسرے سال گودے اور چھال کے

درمیان لکڑی کی ایک تہ پیدا ہوتی ہے جو سارے
تنے کے طول میں گودے کے گرد ایک حلقہ بناتی
ہے۔ پھر ہر سال اِسی طرح گودے کے گرد لکڑی
کا حلقہ بنتا رہتا ہے۔ اِن حلقوں کے شمار کرنے
سے درخت کی عُمر معلوم ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس
اکثر درختوں میں یہ حلقے ایسے رل جاتے ہیں۔ کہ
گنے نہیں جا سکتے۔ البتہ دیودار کی قسم کے
درختوں میں صاف صاف نظر آتے ہیں۔ اور
اُن کا شمار بآسانی ہوسکتا ہے

گودے پر جب اِس کے گرد کے حلقوں کا دباؤ
پڑتا ہے۔ تو وہ بھیچ کر سخت کاٹھ بن جاتا ہے۔
اور اِس کے ذریعے درخت کو غذا نہیں پہنچ سکتی
مگر شان ایزدی دیکھو۔ کہ اِس حالت میں گودے
اور چھال کے درمیان کی نسیں اُس کی قائم
مقام بنتی ہیں۔ اور برابر غذا پہنچاے جاتی ہیں
یہی وجہ ہے۔ کہ جب کبھی درخت اندر سے
کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ تو سُوکھ نہیں جاتا۔ سر
سبز و شاداب کھڑا رہتا ہے۔ امریکہ میں کتنے ہی
ایسے درخت موجود ہیں۔ جن کی کھوکھ میں تختے
اور کڑیاں لگا کر لوگوں نے دو دو منزل
کے مکان اپنے رہنے کو بنائے ہیں۔ مگر یہ دیودا

درخت ہیں۔ کہ اِن گھروں کو لئے تہوں کے ذریعے ہرے بھرے کھڑے ہیں +

تنے کا دوسرا حصّہ یعنی چھال اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اور ٹھیک وہی کام دیتی ہے۔ جو جانوروں کو اُن کی کھال۔ دو دال والے درختوں کی چھال عموماً ڈلدار ہوتی ہے۔ بآسانی اُتر سکتی ہے۔ اور اکثر اندر سے بڑھتے ہُوئے تنے کے زور سے پھٹ جاتی ہے۔ جیسا کہ بڑی عمر کے بڑ پیپل جنڈ۔ شیشم۔ کیکر وغیرہ درختوں میں تم نے بارہا دیکھا ہوگا +

ایک دال والے درختوں کا تنہ پہلے سال تو بالکل اُسی طرح بڑھتا ہے۔ جیسے دو دال والے درختوں کا۔ مگر اس کے بعد اُن میں حلقے اور تہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ بلکہ پودے غذا پا پا کر اندر سے کھوکھلے ہوتے جاتے ہیں۔ اور باہر سے ڈلدار۔ مگر اِدھر اُدھر کھوکھلے نہیں ہوتے۔ نوڈوں پر سے ٹھوس ہوتے ہیں۔ دو دال والے پودے تو اندر سے باہر کو بڑھتے ہیں۔ مگر یہ باہر سے اندر کو بڑھتے ہیں۔ اِن کی چھال بہت پتلی ہوتی ہے۔ اور ایسی چمٹی ہوئی۔ کہ بڑی مشکل سے اُترتی ہے۔ اِن امور کی تصدیق کے لئے بانس کے درخت

یا گیہوں۔ جو وغیرہ کے پودوں کا مشاہدہ کرنا چاہیئے ٭

کھجور کی قسم کے درختوں کا تنہ زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہے۔ اصل میں تو یہ بانس کی طرح کھوکھلا اور پتلا سا ہوتا ہے۔ مگر ان کے بڑے بڑے ہوئے پتوں کی جڑیں جو بہت ہی موٹی ہوتی ہیں پتے جھڑ جاتے ہیں۔ تو بھی ساتھ لگی رہتی ہیں۔ انہیں سے تنہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی جڑیں اندر کی جانب بڑھ کر کھوکھلے حصے میں اسی طرح پھیل جاتی ہیں۔ کہ وُہ ٹھوس ہی نظر آتا ہے۔ اِس قسم کے درختوں کے تنے پر عموماً شاخیں نہیں ہوتیں۔ تنہ بالکل ننگا سیدھا اوپر کو اٹھا چلا جاتا ہے اور پھننگ پر جا کر پتے پھول پھل وغیرہ نکلتے ہیں ٭

کونپلیں اور شاخیں

کسی درخت کے تنے پر سے ایک کونپل توڑ کر دیکھو۔ تو کچھ دود سا یا چپچپا گوند سا مادہ نکلیگا۔ یہ اُن پتلے پتلے چھلکوں میں بھرا ہوتا ہے۔ جو خداوند کریم نے کونپل کو سردی۔ نمی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے اُوپر بنائے ہیں۔ اب کونپل کو کھول کر دیکھو۔ تو اس کے اندر ایک دُوسرے پر لپٹے ہوئے پتے نکلتے چلے آئیں گے۔ کونپل

بڑھتی ہے۔ تو اُس میں سے یہی پتے اُسی طرح آتے ہیں۔ جیسے تنے میں سے۔ یہی کونپل بڑھتے بڑھتے شاخ بن جاتی ہے۔ پھر اس میں سے اور کونپلیں نکلتی اور بڑھ کر شاخیں بن جاتی ہیں۔ اسی طرح درخت شاخ در شاخ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ ان شاخوں کا نظارہ بڑا لطف دیتا ہے۔ کوئی تو سیدھی اوپر کو اُٹھتی چلی جاتی ہے۔ کوئی نیچے کو لٹکتی چلی آتی ہے۔ بعض اِس طرح ٹیڑھی بیڑھی ہو کر چلتی ہیں۔ کہ اُنہیں دیکھ کر تعجب آتا ہے +

ہر ایک کونپل کا گودا اور چھال تنے سے وابستہ ہے۔ اور اُس کے ذریعے اُنہیں برابر غذا پہنچتی رہتی ہے۔ جو اِن کے نشو و نما کا باعث ہوتی ہے۔ بعض درختوں کی کونپلیں بڑھ کر فقط پتے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض میں صرف پھُول۔ بعض میں پتے اور پھُول دونو تنے اور شاخوں کے انجام پر بھی ہری ہری نوکدار کونپلیں ہوتی ہیں۔ جنہیں انجام کی کونپلیں کہا کرتے ہیں۔ اور تنے پر پتوں کے پاس سے بھی بہت سی کونپلیں نکلا کرتی ہیں۔ جنہیں پہلوؤں کی کونپلیں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ انجام کی کونپل پر بعض درختوں میں ایک پھُول نکلتا ہے۔ جو اُس کا وہیں خاتمہ کر دیتا ہے۔ اور

شاخیں پہلوؤں کی کونپلوں سے نکلتی ہیں۔ مگر بعض درخت ایسے بھی ہیں۔ جن میں پہلوؤں کی کونپلیں ہوتی ہی نہیں۔ اِن میں سے کھجور بہت مشہور درخت ہے۔

درخت کو طول میں بڑھانا۔ یا عرض میں پھیلانا ہمارے احاطۂ اختیار کے اندر ہے۔ جب درخت ذرا بڑا ہو جائے۔ تو اُس کی انجام کی کونپل کاٹ ڈالنے اور پہلوؤں کی کونپلوں کو رہنے دینے سے درخت لمبائی میں نہیں بڑھیگا۔ بلکہ عرض میں پھیل جائیگا۔ اور اگر انجام کی کونپل کو محفوظ رکھ کر اُسے بڑھنے دیں۔ اور پہلوؤں کی کونپلیں کاٹتے جائیں۔ تو چوگردا نہیں پھیلیگا۔ لمبا ہوتا جائیگا۔

کونپل بالکل بیج کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ دو ایک درخت ایسے بھی ہیں۔ جن کی کونپلیں زمین پر لگ جاتی ہیں۔ اور اِن سے درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ درختوں میں پیوند لگانے کا طریق جس کا بیان اِس کتاب میں نارنگی کے ذکر میں آئیگا۔ اِسی اصول پر مبنی ہے۔

پتّے

مختلف درختوں کے پتّے لے کر اِنہیں غور سے

دیکھو۔ تو عجیب تماشا نظر آئیگا ہر ایک کا رنگ وروغن جُدا۔صورت و شکل الگ۔ بناوٹ وسجاوٹ علیٰحدہ۔ بُو اور خاصیت نئی ہوگی۔ سب سے پہلے ان کے رنگوں پر نظر ڈالو۔ تو علی العموم سب کے سب سبز ہونگے۔ مگر ہر ایک کی سبزی میں ایک نئی جھلک ہوگی۔ شکلوں کو دیکھو۔ تو کسی کو گول پاؤگے کسی کو بیضوی۔ کوئی لمبوترا۔ کوئی چوڑا۔ بعض بہت ہی بڑے۔ بعض ایسے ہیں۔ جیسے سُوئیاں۔بعض کے کنارے دندانہ دار ہیں۔ جیسے شہتوت اور نیم کے پتے۔ بعض میں یہ بات نہیں۔ اُن کے کنارے صاف جیسے شیشم اور بیر کے پتے پھر بعض تو ڈنڈی کے ذریعے تنے سے پیوستہ ہیں جیسے مذکورہ بالا چاروں درختوں کے پتے۔ بعض میں ڈنڈی ہے ہی نہیں۔ جیسے آکھ کے پتے پھر مختلف درختوں سے پتوں کی ڈنڈیاں لیکر دیکھو تو کوئی بہت چھوٹی ہے۔ جیسے بیر اور شیشم کے پتوں کی۔ کوئی بہت بڑی۔ جیسے پیپل کے پتے ہیں کوئی پتوں کے بیچوں بیچ ہے۔ جیسے کنول کے پتے ہیں۔ کوئی انجام پر لگی ہے۔ جیسے بیر اور شیشم کے پتے ہیں۔ بعض پتوں کی نوک بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ جیسے گلاب کے پتے ہیں۔ بعض کی

بہت لمبی۔ جیسے پیپل کے پتے ہیں۔ بعض میں ہوتی ہی نہیں۔ جیسے کیلے کے پتے ہیں۔ اب اِن کی چوڑائی کو نظر توجہ سے دیکھو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ کوئی ڈنڈی کے پاس سے چوڑا ہے۔ جیسے پیپل کا پتہ۔ کوئی بیچ میں سے۔ جیسے شیشم کا پتا۔ کوئی نوک کے پاس سے۔ پھر یہ بھی دیکھ لو۔ کہ شیشم کا پتہ ڈنڈی میں اکیلا لگا ہوا ہے۔ مگر سرس کے کئی پتے ایک ہی ڈنڈی میں لگے ہیں حقیقت میں یہ پتا ہے تو ایک۔ مگر مرکب ہے اور شیشم کا مفرد۔

مختلف قسم کے درختوں میں پتوں کے لگنے کی ترتیب بھی مختلف ہوا کرتی ہے۔ مثلاً انار۔ مہندی۔ یا جامن کی ٹہنی لو۔ تو تمہیں ہر ایک نوڈ پر ٹہنی کے دونو طرف آمنے سامنے ایک ایک پتا نظر آئیگا۔ گویا اِن میں پتوں کے جوڑے نکلتے ہیں۔ جن میں سے ایک ٹہنی کے اِدھر اور دُوسرا اِس کے عین مقابل دُوسری طرف ہوتا ہے۔ اِن کو مقابل پتے کہا کرتے ہیں۔ اب بیر یا شہتوت کی ٹہنی کو دیکھو اُس میں یہ اِنتظام نہیں۔ بلکہ ہر ایک نوڈ پر صرف ایک ایک پتا ہے۔ البتہ ایک نوڈ پر ٹہنی کے اِس طرف ہے تو دوسرے نوڈ پر اس کے مقابل دُوسری طرف اِنہیں متقابل پتے کہتے ہیں۔ سرو۔ چیڑ۔ دیودار وغیرہ میں یہ

بھی نہیں وہاں تو پتّوں کے گچھے کے گچھے نکلتے ہیں +
خداوند کریم نے پتّوں کی بناوٹ میں یہ عجیب بات رکھی ہے۔ کہ اِن کی رگوں کے ملاحظے سے فی الفور شناخت کیا جا سکتا ہے۔ کہ درخت کونسی قسم کا ہے۔ دو دال والے بیج سے پیدا ہوُا ہے۔ یا ایک دال والے بیج سے۔ یہ سن کر تمہارے دل میں شناخت کے دریافت کرنے کا خیال پیدا ہوُا ہوگا۔ سو یہ کچھ مشکل امر نہیں۔ ذرا اتنی تکلیف اُٹھاؤ۔ کہ ایک طرف تو بڑ۔ پیپل۔ بیر۔ شیشم کے پتّے لاکر رکھو۔ دوسری طرف گیہوں۔ جو۔ کھجور۔ بانس اور گھاس کے پتّے۔ اب اِن دونو اقسام کے پتّوں کو غور سے دیکھو۔ تو تمہیں صاف طور پر واضح ہوگا۔ کہ پہلی قسم کے پتّوں میں ایک موٹی رگ ڈنڈی کی سیدھ میں پتّے کے انجام تک چلی گئی ہے۔ اور کتنی ہی باریک رگیں اِس میں سے نکل کر اِس کے دونو طرف ایک دوسرے کے متوازی پھیلی ہوُئی ہیں۔ پھر اِن رگوں کے درمیان نہایت ہی باریک رگوں کا جال ہے۔ چنانچہ پتا سُوکھ جائے۔ اور اِس میں رگوں کے سوا جو اور مادہ ہے وُہ اُتر جائے۔ تو ایسا معلوم ہوگا۔ جیسے جالی کا ٹکڑا۔ دوسری قسم کے پتّوں میں یہ انتظام نہیں۔

ان میں باریک رگیں یا تو موٹی رگ کے متوازی
پتے کے طول میں ہیں۔ یا اِس میں سے نکل کر
پتے کے عرض میں اور اُن کے درمیان نہایت
ہی باریک رگوں کا جال نہیں بنتا۔ اِس قسم کے
پتے سُوکھ جائیں۔ اور رگوں کے سوا باقی مادہ اُتر
جائے۔ تو ایسا معلوم ہوگا۔ جیسے تنا ہوا تانا ۔

اِس مشاہدے کے بعد اب یہ یاد رکھو۔ کہ پہلی
قسم کے درخت دو دال والے بیجوں سے پیدا
ہوتے ہیں۔ اور دُوسری قسم کے ایک دال والے
بیجوں سے۔ اور پتّوں کے ذریعے اِن دونو اقسام
کے باہمی امتیاز کا یہی عام قاعدہ ہے۔ کہ پہلی قسم
کے پتّوں میں رگوں کا جال بنتا ہے۔ دُوسری میں
نہیں ۔

اِس سے پیشتر کہ پتّے کے بیان کو ختم کیا جائے
یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ علاوہ اور فوائد
کے ہوا کی صفائی میں یہ بہت بھاری مدد دیتے
ہیں۔ اور اِسی طرح آدمی اور جانوروں کو بہت
فائدہ پہنچاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سنو۔ تو
یہ مشکل مضمون بہت آسانی سے تمہاری سمجھ
میں آسکتا ہے۔ سنو! یہ ہوا جو ہمارے ارد
گرد پھیلی ہُوئی ہے۔ اِس کے کتنے ہی مختلف

اجزا ہیں۔ لیکن اس موقع پر اُن میں سے صرف دو قابلِ ذکر ہیں۔ ایک آکسیجن گاس۔ دُوسری کاربانک ایسڈ گاس۔ آکسیجن ایک قسم کی ہوا ہے جو ہر وقت سانس کے ساتھ حیوان اور انسان کے جسم کے اندر جاتی ہے۔ خون کو صاف کرتی ہے کاربانک ایسڈ اور قِسم کی ہوا ہے۔ جو جانداروں کے حق میں تو سمّ قاتل ہے۔ مگر درختوں کے لئے باعثِ حیات۔ یہ ہوا لکڑی۔ کوئلے۔ لمپ۔ چراغ وغیرہ کے جلنے درختوں کے پتوں۔ جانوروں کے گوشت وغیرہ کے سڑنے وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان و حیوان کے مُنہ سے جو ہوا باہر نکلتی ہے۔ وُہ بھی یہی ہُوا کرتی ہے۔ قادر مطلق کا لطف و احسان ہے کہ اِس کی مقدار بہت قلیل ہے۔ اور جس قدر پیدا ہوتی ہے۔ وُہ درختوں کی غذا بن کر ہماری جان کو لاگو نہیں ہوتی۔ ورنہ بڑا ہی غضب ہوتا درختوں کے پتے اِس ہوا کو اِسی طرح جذب کرتے ہیں۔ جس طرح جڑیں زمین سے خوراک بہم پہنچاتی ہیں۔ اِس ہوا میں کچھ تو آکسیجن ہوتی ہے۔ اور کچھ کوئلے کے نہایت ہی باریک اجزا۔ پتے اس میں سے کوئلے کو لے کر کچھ آپ ہضم کرتے ہیں باقی درخت کے اور اجزا میں پہنچا دیتے ہیں۔

جس سے لکڑی بنتی ہے۔ آکسیجن الگ ہو کر پھر ہوا میں مل کر ہمارے سانس لینے کے کام آتی ہے۔ اِس بیان سے تمہیں ذہن نشیں ہو گیا ہو گا کہ درخت کے بیشمار پتّے اُسے کتنی غذا روز پہنچایا کرتے ہیں۔ مگر خوراک کی بہم رسانی کے لیئے پتّے کا ہرا ہونا۔ اور آفتاب کی روشنی نہایت ضروری ہے اگر اِن میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو۔ تو پتّا غذا کو جذب نہیں کر سکتا؁

پھول

گلِ خوش رنگ اِسی کا نام ہے۔ ہر جاندار کے جی کو لبھانا اس کا کام ہے۔ اِس کی بھینی بھینی بو دماغ کو معطّر کرتی ہے۔ اِس کے خوشنما رنگوں کی لطافت اور نرم نرم پنکھڑیوں کی نزاکت آنکھوں کو طراوت اور رُوح کو فرحت بخشتی ہے۔ بلا شبہ اِس کی بناوٹ کا نظارہ ہر دیدۂ بینا کو اُس صانع کی یاد دلاتا ہے۔ جسے نہ آنکھیں دیکھ سکیں۔ نہ وہم و فکر۔ غور و خوض۔ عقل و خیال کا اُس کی بارگاہ عالی میں گزر ہو سکے۔ وُہ ذات بے ہمتا ہماری دید و فہمید سے باہر ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ اس کی ذات کو سوچا کریں۔ بلکہ لازم یہ ہے کہ اُس

پر ایمان لاکر اُس کی عبادت و اطاعت میں سرگرم رہا کریں۔ اور اُس کے پاک کلام کو پڑھ کر اُس پر کاربند رہنے کی کوشش کیا کریں۔ الٰہی! ہمیں یہ توفیق دے۔ کہ تیرے باغ قدرت کو نظر غور سے دیکھیں۔ تو تیری یاد اور تیری فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھیں۔ آنکھیں گلستان عالم کی سیر میں لگی ہوں۔ تو جی میں تیری لو لگی رہے۔

آؤ اب پھُول کی ماہیت و کیفیت دیکھیں اوّل اوّل تو یہی ہے کہ ہر ایک کا رنگ جُدا ہے۔ جس کا حساب و شمار ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر شکل و صُورت پر غور کرو۔ تو وُہ بھی ایک سے ایک الگ۔ اِس لا انتہا سلسلے کو بھی کوئی حدِ تحریر میں لا نہیں سکتا۔ بُو کِسی کی بھینی بھینی ہے۔ کِسی کی بھینی۔ کِسی کی تیز۔ لیکن علی العموم سب میں یہ بات یکساں طور پر پائی جاتی ہے کہ پھُول شاخ کے انجام پر لگتا ہے۔ اور شاخ کا وہیں خاتمہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ وُہ پھر آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اِن امور کے سمجھنے کے بعد کوئی سا مثلاً نارنگی کا پھُول لو۔ اور اُس کے ہر ایک حِصّے کا غور و خوض کے ساتھ مشاہدہ کرو۔ اُس میں سب سے نیچے پانچ آپس میں جڑی ہوئی ہری ہری پتّیاں

ہیں - جن کی شکل پیالی کی سی ہے - اِن پتیوں کے مجموعے کو کیلکس اور ہر ایک پتی کو سیپل کہتے ہیں۔ نارنگی کے پھول کی طرح بعض پھولوں میں یہ پتیاں جڑی ہوتی ہیں۔ بعض میں جُدا جُدا بعض میں پھول کھلتے ہی یہ گر جاتی ہیں - جیسے پوست میں۔ بعض کی قائم رہتی ہیں۔ جیسے انار و گلاب میں۔ کیلکس کا فائدہ یہ ہے۔ کہ وہ پھول کے اندر کی چیز کا محافظ ہے +

کیلکس اُتار ڈالو۔ تو اندر سے پانچ کھلی ہوئی سفید سفید پتیاں اور نکلتی ہیں۔ یہ بھی پیالی کی شکل کی ہوتی ہے۔ اِن سب کو مِلا کر کورولا کہتے ہیں۔ اور ہر ایک پتی کو پٹیل - کورولا یا تو سفید ہوتا ہے - یا رنگین۔ مگر سبز شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔ خوشبو جو پھولوں میں سے آتی ہے - اُس کا منبع یہی ہے۔ شہد جسے شہد کی مکھی یا اور کیڑے آ کر چوسا کرتے ہیں - اِسی کی جڑ میں ہوتا ہے۔ کورولا بھی کیلکس کی طرح اپنے اندر کی چیز کی حفاظت کرتا ہے - اِس کی پتیاں نارنگی میں تو الگ ہیں - اور پھولوں مثلاً مرچ تمباکو - بینگن وغیرہ میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں +

کیلکس و کورولا کے اندر جو چیز ہے۔ وہ قدرت

ایزدی کا عجیب کرشمہ ہے۔ جس طرح جانوروں میں نر و مادہ ہوتے ہیں۔ اور اُن کے میل سے نسل کا سِلسلہ چلتا ہے۔ اِسی طرح پھُول کے کیلکس و کورولا کے اندر نر و مادہ حِصّے ہُؤا کرتے ہیں۔ جن کے معائنے میں ذرا زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ کورولا کو اُتار لو۔ تو اُس کے اندر کئی مہین مہین سُوئیاں سی نظر آئینگی۔ جن کے اُوپر گھنڈیاں سی ہیں۔ پھُول کے نر حِصّے یہی ہیں۔ اِن میں سے ہر ایک کو سٹیمن کہتے ہیں۔ سٹیمن کی ڈنڈی جو سُوئی کی شکل کی ہوتی ہے فیلمنٹ کہلاتی ہے۔ اور گھنڈی اینتھر۔ انہیں ہاتھ سے چھُوئیں۔ تو گھنڈی میں سے غبار سا نِکل کر اُڑتا ہے۔ اُسے پولن کہتے ہیں۔ نارنگی کی طرح اکثر پھولوں میں اسٹیمن جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ مگر رُوئی اور اور کتنی ہی نباتات ایسی ہیں۔ جن کے پھُولوں میں وُہ باہم پیوستہ ہوتے ہیں۔ اِن کی تعداد مختلف اقسام کے درختوں کے پھُولوں میں جُدا جُدا ہوتی ہے کِسی میں ایک۔ کِسی میں دو۔ کِسی میں چار۔ کسی میں اِس سے بھی زیادہ۔ یہ کبھی تو پھُول کی اس رکابی پر لگتے ہیں۔ جو ڈنڈی کے اُوپر پھُولی ہُوئی ہوتی ہے۔ کبھی کورولا کے پٹیلوں پر *

سیٹمنوں کو احتیاط سے اُتار کر دیکھو۔ تو بیچوں بیچ میں ایک صراحی کی شکل کی نلی نظر آئیگی۔ یہی پھُول کا مادہ حِصّہ ہے۔ اور پسٹل کے نام سے موسُوم ہے۔ اِس کے اوپر جو گھنڈی سی ہے وہ سٹگما کہلاتی ہے۔ ڈنڈی سٹائل اور سب کے نیچے کا گول حِصّہ اووری۔ یہ کبھی تو ایک ہی پتّی سے بنتی ہے۔ جس کے کنارے جڑ کر خانہ سا بن جاتا ہے۔ جیسے مٹر کی پھلی میں۔ کبھی بہت سی پتیوں کے ملنے سے۔ جیسے انار۔ نارنگی وغیرہ میں بعض پھُولوں میں پسٹل صرف ایک ہی ہوتی ہے بعض میں بہت سی۔ اووری سب پھُولوں میں پائی جاتی ہے۔ مگر سٹائل کِسی کی ہوتی ہے۔ کِسی کی نہیں ہوتی۔ بعض پھُولوں۔ مثلاً گل انار میں اووری نیچے ہوتی ہے۔ کیلکس اُوپر اور بعض مثلاً نارنگی کے پھول میں اووری اوپر ہے۔ کیلکس نیچے۔ سٹگما اور سٹائل دونو چاقو سے چھیل ڈالیں تو اووری کے اندر ننھے ننھے دانے ہونگے۔ جو آخرکار پک کر بیج بن جاتے ہیں ‡

بیان مندرجہ بالا سے واضح ہے۔ کہ پھول کے چار حصّے ہیں۔ کیلکس۔ کورولا۔ سٹیمن اور پسٹل جن پھُولوں میں یہ چاروں موجود ہیں۔ وہ مکمل

پھُول کہلاتے ہیں۔ اور جن میں کوئی ایک نہ ہو
وُہ غیر مکمل۔ کیلکس اور کورولا تو تقریباً تمام پھُولوں
میں ہوتے ہیں۔ مگر بعض میں پسٹل نہیں ہوتے
یعنی بعض پھُولوں میں صِرف مادہ حِصّہ ہوتا ہے۔
بعض میں صِرف نر۔ بعض درخت ایسے ہیں۔ کہ
اِن دونو اقسام کے پھُول ایک ہی پودے میں
ہوتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ ایک پودے
پر ایک قِسم کے پھُول ہیں۔ تو اِس قِسم کے
دُوسرے پودے میں دُوسری قِسم کے پھُول +
پھُول میں پولن کا غبار بڑے کام کی چیز ہے۔
یہ ہوا یا کسی اور طرح سے اُڑ کر سٹگما پر جا لگتا
ہے۔ وہاں سے گزر کر سٹائل میں ہوتا ہوا اوور ی
میں جا پہنچتا ہے۔ اِس کے اندر کے دانوں سے
جا ملتا ہے۔ تو پھل بننا شروع ہوتا ہے۔ اور
یہ دانے بیج بن جاتے ہیں۔ جن پھولوں میں
سٹیمن اور پسٹل دونو ہوتے ہیں۔ وہاں تو اِن
دونو کا اجتماع ہوا کے ذریعے ہی ہو جاتا ہے۔
ایسے پھُولوں میں نہ شوخ رنگت ہوتی ہے۔ نہ تیز
بُو نہ شہد۔ مگر ہاں جن میں یہ دونو حِصّے نہیں ہوتے
اِن میں تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ جس کی بڑی
بھاری وجہ یہ ہے۔ کہ جانور اِن اشیا کی تلاش

میں آئیں۔ اور پھُولوں کو ہلائیں جلائیں۔ تاکہ اُن کے ذریعے نر و مادہ حصّے آپس میں مل سکیں۔ چنانچہ جب کوئی کیڑا پھُول میں سے شہد لینا چاہتا ہے۔ تو اپنی سُونڈ کو اندر ڈال کر شہد تک پہنچاتا ہے۔ اِس سے پھُول کے سارے اندرُونی حصّے میں جن میں سٹیمن بھی ہے۔ ہلتے جلتے ہیں۔ اور پولن کا غبار نکل کر کیڑے کو لگ جاتا ہے۔ یہی کیڑا جب دُوسری قِسم کے پھُول پر جا بیٹھتا ہے۔ تو اِس کے جسم سے غبار چھُٹ کر پھُول کے سٹگما پر جا لگتا ہے۔ اور اِس طرح اِس کی اووری میں پہنچ جانے سے نر و مادہ کا اجتماع ہوتا ہے۔ جس سے بیانِ گزشتہ کے بمُوجب پھل اور بیج پیدا ہوتے ہیں

پھل

جب پولن کا غبار اووری میں پہنچتا ہے۔ پھل بننے لگتا ہے۔ سٹیمن گر جاتے ہیں۔ اووری پھولتی اور بڑھتی ہُوئی پک کر پھل بن جاتی ہے۔ اور اور اِس کے اندر کے دانے بیج۔ کیلکس بھی اکثر تو گر جاتا ہے۔ مگر بعض پھُولوں میں قائم رہتا ہے چنانچہ انار کا چھلکا کیلکس ہی ہے۔ بہت سے

پھلوں میں ڈنڈی ہی بڑھ کر پھل بن جاتی ہے جیسے سیب اور ناشپاتی کا گودا جو در اصل بڑھی ہوئی ڈنڈی ہے۔ اودری جتنی پتیوں سے بنی ہوئی ہے۔ پھل میں بھی اتنی ہی پھانکیں ہوا کرتی ہیں۔ دیکھو مٹر میں اودری کی ایک ہی پتی ہوتی ہے۔ تو اِس کا پھل بھی ایک ہی مُڑے ہُوئے پتے کا ہے۔ خربوزہ تربوز وغیرہ میں کئی پھانکیں نظر آتی ہیں۔ کیونکہ اِن کی اودری کئی پتیاں ہوا کرتی ہیں +

پھلوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔ اوپر کا خول اور بیج۔ پھلوں میں کبھی تو خول گودے دار ہوتا ہے۔ جس کے اندر بیج کبھی گٹھلی میں ہوتا ہے جیسے آم۔ آڑو وغیرہ ہیں۔ کبھی بے گٹھلی یونہی جیسے امرود۔ انگور وغیرہ ہیں۔ اور کبھی گودا نہیں بھی ہوتا + پھر پھل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وُہ جن کا خول پک کر پھٹ جاتا ہے۔ اِن کی پھلیاں جب پک کر چھٹ جاتی ہیں۔ تو بیج نکل کر زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اور اِن سے نئے درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ دُوسرے وہ جن کا خول پھٹتا نہیں اُن کا بیج اُن کے اندر ہی پھوٹتا ہے۔ اور خول کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے۔ جیسے گیہوں۔ آم۔ جامن

وغیرہ۔ مختلف پھلوں کے مختلف نام ہیں۔ مثلاً پھلی جیسے مٹر کی۔ خوشہ۔ جیسے گیہوں کا۔ ٹاٹ جیسے چنے کے۔ میوہ جیسے بیر۔ سیب وغیرہ۔ انسان کو پھل سے بہت فائدے ہیں۔ غلّہ۔ میوے۔ اکثر ترکاریاں۔ بہت سے مصالحے۔ ہزاروں دوائیں۔ پھل ہیں۔ جو پھل انسان کے کام کے نہیں۔ اِن پر جانور اپنی زندگی بسر کرتے ہیں +

نباتات کے ضروری حصّوں کا ذکر تو ہو چکا اب کچھ درختوں کا بیان لِکھا جاتا ہے۔ اِسے بھی دھیان سے پڑھنا +

کھجور

یہ درخت ہندوستان کے خشک۔ ریتلے اور بنجر حصّوں میں بہت ہوتا ہے۔ اِنہیں زمینوں میں اُگتا اور جلدی جلدی بڑھتا ہے۔ ایسی جگہ پر بخوبی پھلتا پھولتا ہے۔ جہاں اور پودے بمشکل رہ سکتے ہیں۔ اِس کا رنگ ڈھنگ اور درختوں سے نرالا ہے۔ یہ اُن کی طرح شاخ در شاخ نہیں پھیلتا زمین سے سیدھا نکلتا ہے۔ اور تیس تیس چالیس چالیس گز اُونچا جاتا ہے۔ اِس کے لمبے اور پتلے سے تنے پر دو دو تین تین گز لمبے پتّوں کی چھتری

چھائی ہوتی ہے۔ عرب و افریقہ کے خشک اور گرم جنگلوں میں جہاں کی لُو آگ کے شعلے یاد دلاتی ہے۔ جب مُسافر کو ان کے جھنڈ مِل جاتے ہیں تو وُہ ایسا سمجھتے ہیں۔ جیسے جہنم سے جنت میں آ گئے +

اس کا پھل سُرخ رنگ کا نہایت شیریں اور بڑا مزیدار ہوتا ہے۔ گودے کے درمیان لمبی اور سخت چرواں گٹھلی ہوتی ہے۔ پھلا ہوا درخت ہو تو اُس کا نظارہ قابل ملاحظہ ہے۔ درخت کی چوٹی پر پتوں کی جڑوں کے پاس سے پندرہ پندرہ بیس بیس خوشے لٹکتے ہُوئے عجب بہار دکھاتے ہیں۔ اور ایک ایک خوشے میں سے دس دس پندرہ پندرہ سیر میوہ اُترتا ہے۔ اِس کی بیشمار مختلف قسمیں ہیں۔ اہلِ عرب اِسے تازہ توڑ کر کھاتے ہیں۔ دُھوپ میں سکھا کر مُدتوں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ یہ گلتا سڑتا نہیں۔ کبھی اسے پیس کر سفوف بنا لیتے ہیں۔ اور لمبے سفروں میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ پانی مِلا کر آپ کھاتے ہیں۔ گھوڑوں اور کتوں کو کِھلاتے ہیں۔ گٹھلیاں پیس کر اونٹوں اور بھیڑوں کو دیتے ہیں +

ہندوستان میں اِس کی چھال کو چھید کر اُس

کے نیچے برتن لٹکا دیتے ہیں۔ جس میں اُس کا رس ٹپک ٹپک کر اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔ اِسے سیندھی کہتے ہیں۔ وُہ میٹھی میٹھی اور مزیدار ہوتی ہے۔ اِسے یا تو تازہ ہی پی لیتے ہیں۔ یا پکا کر اسکی راب بنا لیتے ہیں۔ اور پھر راب سے ایک طرح کی شکر بنا لیتے ہیں *

اس کی ہر ایک چیز کار آمد ہے۔ پھلوں کو کھاتے ہیں۔ رس پیتے ہیں۔ کونپلوں کو ساگ کی طرح پکا کر کھاتے ہیں۔ پتوں کے بوریے اور دستی پنکھے بناتے ہیں۔ ڈنٹھلوں کے پالان۔ پتوں کے ریشے ٹوکریاں اور بوریے بننے کے کام آتے ہیں۔ رسیاں بھی ان کی بناتے ہیں۔ اِس کی سنیٹوں کے ٹوکرے ٹوکریاں چھبڑے اور چھیبے بنتے ہیں۔ اِس کی چھال کے ریشے سے رسّے۔ رسّیاں بٹتے اور کاغذ بناتے ہیں۔ لکڑی کو جلاتے ہیں۔ اِسے کھوکھلا کر کے نل کے طور پر کام میں لاتے ہیں اور اُس کے ذریعے پانی کھیتوں اور باغوں میں پہنچاتے ہیں۔ کچے مکانوں میں اِس کے شہتیر بھی ڈالتے ہیں۔ ناسخ کا قول ہے ؎

چوب خرما سے نفع پاتے ہیں
چھت بناتے ہیں۔ پل بناتے ہیں

جس طرح ہمارے ہاں گیہوں کثرت سے پیدا ہوتا ہے

ہے۔ عرب میں اس کی فراوانی ہے۔ اور وہاں کے لوگ اسے جان سے بھی عزیز رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر سننے میں آیا ہے۔ کہ کوئی عرب انگلستان کی سیر کر کے واپس آیا۔ تو اپنے ہموطنوں میں وہاں کی خوبیاں یوں بیان کرنے لگا۔ مکان ایسے عالیشان ہیں۔ کہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ سجاوٹ کا وُہ عالم کہ اسے دیکھ کر عقل کے طوطے اُڑتے ہیں۔ بازار کھلے۔ رستے کشادہ۔ روپے اشرفی کا مینہ برس رہا ہے۔ آدمیوں کی وہ کثرت کہ حدِ شمار سے باہر سینکڑوں کارخانے ہیں۔ جو طلسمات کا عالم دکھاتے ہیں۔ یہ سُن کر سب کے دلوں میں رشک پیدا ہُوا۔ مگر جب یہ سنا۔ کہ وہاں نخل خرما نہیں۔ تو اُن کے دلوں کو تسلی ہُوئی۔ اور کہنے لگے۔ جہاں یہ نہیں۔ وہاں سب کچھ خاک ہے۔ اُن کے حسب حال کسی نے کیا خوب کہا ہے؎

خرما جہاں نہیں ہے وہاں خرمی نہیں
خرما ہو اور شیر ہو۔ پھر کچھ کمی نہیں

شہتوت

موسم گرما میں خوب ہرا بھرا ہوتا ہے۔ ان دنوں اس کی چھاؤں بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ موسم

سرما میں پتّے گر جاتے ہیں۔ ننگی ننگی شاخیں رہ جاتی ہیں۔ اس کے پتّے نکیلے۔ کھُردرے کناروں پر سے دندانہ دار ہوتے ہیں۔ اور شکل میں مختلف ریشم کے کیڑوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔

اس کا پھل جو کھانے کی چیز ہے۔ چھوٹے چھوٹے روئیں اور دانوں کا مجموعہ ہے۔ یہ دو رنگ کا ہوتا ہے ایک اُودا۔ دُوسرا زردی مائل سفید۔ ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک چھوٹا جسے بدانہ کہتے ہیں۔ دُوسرا لمبا۔ اُسے شہتوت اور دہلی والے جلیبا بھی کہا کرتے ہیں۔ کشمیر کے شہتوت بڑے لذیذ اور رسیلے ہوتے ہیں۔ اس کا شربت بنتا ہے۔ جس کے حلق میں گرمی سے جو ورم ہو جاتا ہے۔ اُسے فائدہ دیتا ہے۔

شہتوت کا درخت بہت کار آمد ہے۔ اس کا پھل انسان و حیوان کھاتے ہیں۔ پتّے ریشم کے کیڑوں کی خوراک ہیں۔ پتلی پتلی شاخوں کے ٹوکرے۔ ٹوکریاں۔ چھبڑے۔ چھبے۔ بناتے ہیں۔ چھال بھی ایک قسم کا مضبوط ریشہ دار ہوتا ہے۔ اس سے رسیاں اور کاغذ تیار کرتے ہیں۔ لکڑی زرد رنگ کی بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ مکانوں میں لگتی ہے کشتیاں۔ چھکڑوں کی چھڑیں۔ چار پائی کے پائے

اور مضبُوط اشیا بنانے کے کام آتی ہے۔ جڑوں سے سُرخ کپڑا رنگا جاتا ہے +

نارنگی

یہ درخت سارے برس ہرا بھرا رہتا ہے۔ اِسی لئے سدا بہار کہلاتا ہے۔ اکثر درختوں میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ اُن پر پہلے پھُول لگتے ہیں۔ وُہ جھڑ جاتے ہیں۔ تو پھل نظر آتے ہیں۔ جو ایک ہی دفعہ پک جاتے ہیں۔ مگر نارنگی میں یہ خاصیت ہے کہ درخت پر پھول بھی کھلے ہیں۔ ہری ہری کلیاں بھی لگی ہیں۔ سُرخ زرد پکّی پکّی نارنگیاں بھی موجود ہیں۔ مگر پھولوں کی بہار شروع گرما میں ہی ہوتی ہے۔ اِس وقت میٹھی میٹھی خوشبو سے سارا باغ مہک جاتا ہے +

اِس کا پھل بہتیرے کام آتا ہے۔ پکّی نارنگی کو کھاتے ہیں۔ شربت بناتے ہیں۔ جو بہت مفرّح ہوتا ہے۔ گُودے اور چھلکے کا بڑا لذیذ مُربّہ بنتا ہے۔ صندل۔ خشخاس اور چیزوں کے ساتھ اِس کے سُوکھے چھلکے ملا کر پیس لیتے ہیں۔ اُسے اُبٹنا کہتے ہیں۔ شادیوں میں دُولہا دُلہن کے ملتے ہیں۔ اکثر امیر آدمی بھی اِس سے ہاتھ دھویا کرتے ہیں

بعض ملکوں میں اِس سے ہاضمے کی دوا بھی بناتے ہیں ٭

اِس کی پھانکوں میں بیج ہُوا کرتا ہے۔ اسے بو دیں۔ تو درخت اُگ آتا ہے۔ مگر اکثر ایسا نہیں کرتے۔ پیوند لگاکر نئی پود بڑھاتے ہیں۔ اِس کی ترکیب یہ ہے۔ کہ نارنگی کی شاخ کی چھال کا چھوٹا سا ٹکڑا جس میں آنکھ نکلنے کو ہو۔ اُتار لیتے ہیں پھر کھٹے یا میٹھے کی شاخ میں سے بھی اتنی ہی چھال چھیل کر اُس میں نارنگی کی چھال کو رکھ کر باندھ دیتے ہیں۔ اوپر سے پیوند لگی شاخ کو کاٹ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی باقی کی اور شاخوں کو بھی چھانٹ دیتے ہیں۔ اب نارنگی کی آنکھ پر سے شاخیں نِکل نِکل کر نارنگی کا پودا بن جاتا ہے ٭

چنبیلی

یہ درخت بھی سارے سال پتوں سے لدا رہتا ہے۔ اِس کی لمبی لمبی شاخیں چھتری سی زمین پر چھائی ہوتی ہیں۔ اِسے پھولوں کے لئے باغوں میں لگاتے ہیں۔ جو نہایت خوشبودار ہوتے ہیں اُن کی نازک نازک پتیاں باہر سے سُرخی کی جھلک

مارتی ہوئی سفید ہوتی ہے۔ یہ امیروں کی سیجیں سجانے کے کام آتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر چڑھتے ہیں۔ دُولہا دُلہن کے لئے اِن کے گہنے بنتے ہیں اِن کے ہار اور گجرے روزمرہ ہزاروں بکتے ہیں۔ جنہیں مرد اور زیادہ تر عورتیں پہنتی ہیں۔ اِن سے خوشبودار تیل اور عِطر بنتا ہے +

تیل بنانے کی ترکیب بہت سیدھی سادی ہے پہلے تو سفید کپڑے پر تازہ پھُول بچھا دیتے ہیں اُوپر دھوئی ہُوئی سفید تلی ڈالتے ہیں۔ اِس پر اور پھُول پھیلا دیتے ہیں۔ جب پھُول سوکھ جاتے ہیں۔ انہیں نِکال کر نئے پھُول پھر اُسی طریقے سے ڈالتے ہیں۔ کئی دفعہ اِس طرح کرنے سے پھولوں کی خوشبو تلی میں بس جاتی ہے۔ تو اُن کا تیل نِکلو لیتے ہیں۔ جسے مرد اور عورتیں بالوں میں لگاتے ہیں +

عِطر بنانے کی ترکیب ذرا پیچیدہ ہے۔ اسکے لئے تازہ پھُول لے کر پتیاں علیحدہ کرلی جاتی ہیں۔ پھر اُن میں پانی اور ذرا سا صندل کا تیل ملا کر قلعی دار دیگچے میں ڈالتے ہیں۔ اوپر ڈھکنا ڈھانک کر اُسے آٹے سے بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ بھاپ نہ نِکل سکے۔ مگر ڈھکنے سے نرسل کی خالی نلی نیچے کی

طرح لگی ہوتی ہے۔ جس کا دُوسرا سِرا ایک اور بند برتن میں ہوتا ہے۔ دیگچے کے نیچے دِھیمی دِھیمی آگ جلاتے ہیں۔ تو بھاپ نلی کے رستے برتن میں پہنچتی اور سرد ہو کر پانی بن جاتی ہے۔ جب پتیوں کا سارا پانی اِس طرح دُوسرے برتن میں آجاتا ہے تو کھول کر پھوک پھینک دیتے ہیں۔ اور اس پانی میں تازہ پھول مِلا کر پھر یہی عمل کرتے ہیں۔ غرض کوئی دس بارہ دفعہ اِس طرح کئے جاتے ہیں۔ آخر کار اِس پانی کو چوڑے مُنہ کے برتن میں اُنڈیل لیتے ہیں۔ تھوڑے عرصے بعد تیل پانی کے اوپر تر آتا ہے۔ یہی عِطر ہے۔ جسے گندھی شیشیوں میں بھر کر رکھ چھوڑتا ہے۔ اور امرا کے ہاتھ فروخت کرتا ہے چنبیلی کی نسل بڑھانے کا طریق بھی معلوم کرنے کے قابل ہے۔ چنبیلی کے پودے کی شاخیں جو نیچے ہوں۔ اور زمین میں دب سکیں۔ اُنہیں زمین میں دبا دیتے ہیں۔ کچھ دِنوں بعد اس میں جڑیں پھُوٹ آتی ہیں۔ پودے کی طرف سے شاخ کو کاٹ دیتے ہیں۔ اور اس نئے پودے کو اُکھیڑ کر جہاں چاہتے ہیں۔ لگا دیتے ہیں۔ اسے وبا کہتے ہیں اور اِس میں ایک سال بعد پھُول آتے ہیں ؛

گلاب

یہ اپنی خوبصورتی اور خوشبو کے لحاظ سے پھولوں کا بادشاہ ہے۔ اور ہر ایک ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی پنکھڑیاں دوا کے طور پر استعمال میں آتی ہیں۔ ان میں کھانڈ ملا کر گلقند بناتے ہیں جسے ضعفِ معدہ ہو۔ اُسے دی جائے۔ تو مفید پڑتی ہے۔ اس کا عرق اور عطر بھی کھینچتے ہیں اس کا خالص عطر سارے عطروں میں بیش قیمت ہوتا ہے۔ بنانے کی ترکیب وہی ہے۔ جو چنبیلی کے عطر کی۔ عرق یوں کھینچتے ہیں۔ کہ پانی میں گلاب کی بہت سی پنکھڑیاں ملا کر دیگچے میں ڈالتے ہیں۔ جس میں ایسی نلی لگی ہوتی ہے۔ جس کا دُوسرا سرا ایک اور برتن میں ہوتا ہے دیگچے کے نیچے آگ جلاتے ہیں۔ تو اس کا پانی بھاپ بن کر دُوسرے برتن میں چلا جاتا ہے۔ اسے نکال کر ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ یہی ایک آتشہ عرق گلاب ہے۔ اور اکثر عام طور پر بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ دو آتشہ کرنا ہوتا ہے۔ تو اس عرق میں اور پنکھڑیاں ڈال کر کھینچ لیتے ہیں اور اسی ترکیب سے سہ کر لیتے ہیں ؁

گلاب کی بہت سی قسمیں ہیں - اور اُن کے پھُولوں کے رنگوں میں بہت اختلاف ہے - کوئی بہت ہی گہرا قرمزی ہے - کوئی گلنار - کوئی گلابی - کوئی سفید براق - کوئی زردی لئے - باغوں میں جو گلاب لگائے جاتے ہیں - وُہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں - ایک تو آتی برسات ہی کھِلتے ہیں دُوسرے سدا پھُولوں سے لدے رہتے ہیں - انھیں سدا گلاب کہتے ہیں - مگر اِن میں خوشبو زیادہ نہیں +

سرسوں

اس کا گول گول ننھا سا بیج ہوتا ہے - جسے کولھو میں پیل کر تیل نکالتے ہیں - غریب لوگ گھی کی جگہ اِسے کھاتے ہیں - اکثر بالوں میں لگاتے ہیں - اچاروں میں ڈالتے ہیں - چراغوں میں جلاتے ہیں - تیل نکالنے کے بعد جو پھوک رہتا ہے اُسے کھلی کہتے ہیں - یہ گائے بھینسوں کو کھلاتے ہیں - تو دُود بہت دیتی ہیں - اور خوب موٹی ہوتی ہیں - اکثر غریب لوگ اِس سے بال بھی دھوتے ہیں - تو خوب نکھرتے ہیں +

سے برسات کے بعد کبھی الگ سارے کھیت

ہیں - کبھی گیہوں یا چنے میں ملا کر بوتے ہیں۔ زمین میں رطوبت ہو تو پودا بہت جلد اُگتا ہے۔ اور بڑی جلدی بڑھتا ہے۔ گز بھر اُونچا ہو جاتا ہے سبز کاہی پتے۔ ہرا کچن سا ڈنٹھل چپٹا - پودا تھوتھا پنیایا +

اِس کا پودا جب چھوٹا اور نرم ہوتا ہے - تو پتے پکا کر کھاتے ہیں - پنجاب کے زمینداروں کا موسم سرما میں اکثر اسی پر زیادہ گزارہ ہوتا ہے۔ تمیز دار لوگ اِس کے ساگ کو ابلواتے ہیں۔ پھر نچڑوا کر سل بٹے پر بہت ہی باریک پسواتے اور گھی یا تیل میں بھنوا کر کھاتے ہیں - اُسے بھجیا کہتے ہیں - پتوں سمیت نرم نرم ڈنٹھل کو گندل کہتے ہیں - اسے گوشت میں ڈال کر کبھی یُونہی اور کبھی بھجیا بنا کر کھاتے ہیں یہ گائے بھینسوں کی بھی مزیدار خوراک ہے +

چنا

زمیندار اسے تر اناج کہا کرتے ہیں - کیونکہ جلد آ) ہضم ہو کر بھوک لگنے کا باعث نہیں ہوتا۔ اس کی دو قسمیں ہیں - ایک دیسی - دُوسری کابلی دیسی میں دانے سیاہی مائل سُرخ رنگ کے ہوتے ہیں

کابلی کے زرد سُرخی لئے اِن کا دانہ چھوٹا ہوتا ہے اور پنجاب میں اِس کی زیادہ کاشت نہیں ہوتی۔
چنے پندرہ بھادوں سے اخیر اسوج تک بوئے جا سکتے ہیں۔ کبھی علٰحدہ بوتے ہیں۔ کبھی جو کے ساتھ۔ اِسے بیرڑا کہتے ہیں۔ کبھی گیہوں کے ساتھ اِسے گوچی بوتے ہیں۔ بونے سے تیسرے چوتھے دِن پھُوٹ نکلتے ہیں۔ اِن کے پودے دو ڈیڑھ فٹ اُونچے ہوتے ہیں۔ اِنہیں کوؤں اور نہروں کے پانی کی چنداں پروا نہیں۔ شبنم اِن کی جان ہے۔ اِسی کی بدولت پھیلتے پھولتے ہیں۔ لوگ اس کا ساگ پکا کر کھاتے ہیں اور اِس کے توڑنے سے فصل کو نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ جتنا ساگ توڑیں یہ اتنا ہی پھلتے پھُولتے اور پھیلتے ہیں۔ پھُول ننھے ننھے ایسے نظر آتے ہیں۔ جیسے تیتریاں بیٹھی ہیں۔ اِس کے پھل کا خول ٹاٹے کہلاتا ہے جس میں دو یا تین دانے ہوتے ہیں۔ اِس کے ٹاٹوں کے بھرے پودے کو بُونٹ کہا کرتے ہیں جو سینکڑوں من بازاروں میں بکتے ہیں۔ ہرے بُونٹوں کے ہولے کرتے ہیں۔ جو سوندھے کرارے اور مزیدار ہوتے ہیں۔ ٹاٹوں میں سے سبز سبز دانے نکال کر کبھی یونہی نمک۔ مرچ ملا کر گھی میں

بھُون لیتے ہیں۔ کبھی گوشت میں پکاتے ہیں۔ جب فصل پک جاتی ہے۔ تو کسان اور اناجوں کی طرح غلہ الگ نکال لیتا ہے۔ بھُس جُدا کر لیتا ہے۔ جو مویشی کی من بھاتی خوراک ہے +

چنے گھوڑے کھاتے ہیں۔ آدمی بھی مختلف طرح سے اِس کو غذا کے کام میں لاتے ہیں غریب غربا اِس کی روٹی پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ پھر بوُنٹے اِس کو بھاڑ میں بھُون کر بہت بیچتے ہیں۔ سوندھے مزیدار ہوتے ہیں۔ بعض گھنگھنیاں اُبال کر کھاتے ہیں۔ اِس کی دال کبھی یونہی پکاتے ہیں۔ کبھی گوشت میں ڈالتے ہیں۔ اُسے پیس کر بیسن بناتے ہیں۔ جس سے چند اقسام کی مٹھائیاں بھی بنتی ہیں۔ اور بہت طرح کھانے میں آتا ہے +

چاول

چاول کی غذا نہایت لطیف ہوتی ہے۔ اِس کو بہت طرح سے پکا کر کھاتے ہیں۔ ہر شادی۔ غمی میں اِس کا بہت خرچ ہوتا ہے۔ پہاڑی لوگ خاص کر اُسے بہت کھاتے ہیں۔ اور اس کے ہوتے روٹی کھانی پسند نہیں کرتے +

چاول کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کوئی تو خوشبودار ہیں۔ جو سب میں اعلےٰ درجے کے شمار ہوتے ہیں۔ جو خوشبودار نہیں۔ اِن میں سے بعض بہت موٹے ہوتے ہیں۔ اِنہیں ناقص قسم کے سمجھتے ہیں اور بعض باریک اور لمبے ہوتے ہیں۔ یہ اوسط درجے کے گنے جاتے ہیں۔ رنگت میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ علی العموم سفید سُرخی مائل ہوتے ہیں۔ مگر ایک قِسم ایسی بھی ہے۔ جس کی رنگت سُرخ ہے +

چیت سے اساڑھ تک اِس کی کاشت ہو سکتی ہے۔ تین طرح سے چاول بوتے ہیں +

اوّل۔ سُوٹ یا چھٹے سے اور عام بارانی جنسوں کی طرح ہاتھ سے زمین پر بکھیر کر +

دوم۔ بونے سے دو دِن پہلے بیج کو بھگو کر کپڑے میں باندھ رکھتے ہیں۔ جب انگوری پھوٹ نکلتی ہے۔ تو تمام زمین میں بکھیر دیتے ہیں۔ یہ زمین پہلے سے اِس طرح تیار کر لی جاتی ہے۔ کہ یا تو اس میں پانی کھڑا ہوتا ہے۔ یا کیچڑ ہوتی ہے۔ کہ اس میں ہل چلا کر سوہاگہ پھیر دیتے ہیں۔ اِس طریق کو کدو کرنا یا لونگ مچھا کہتے ہیں +

سوم۔ پہلے ذخیرہ لگاتے ہیں۔ جب دس گیارہ

انچ لمبے پودے ہو جاتے ہیں۔ تو ہاتھوں سے ایسی زمین میں جہاں پہلے سے پانی بھرا ہوتا ہے لگا دیتے ہیں۔ اِسے لاب کہتے ہیں۔ علی العموم اعلیٰ قسموں کو لاب سے۔ اوسط درجے کی اقسام کو کدو کرکے اور ادنیٰ قسمیں چھٹے سے بوتے ہیں۔

چھلکے سمیت چاولوں کو دھان کہتے ہیں۔ اِس کے پودے کی صُورت و شکل اور خوشے کو دیکھ کر اس کی اقسام کو پہچان سکتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ قِسم کے پودے لمبے بڑھ کر خوشے نکلنے کے وقت جھک جاتے ہیں۔ اور پکنے تک جھکے ہی رہتے ہیں۔ ان کی نالی کچھ مضبوط نہیں ہوتی۔ پتے لمبے اور باریک ہوتے ہیں۔ جو جھکے رہتے ہیں اوسط درجے کے دھان کے پودے بہت اُونچے نہیں ہوتے۔ نالی مضبوط ہوتی ہے۔ پتے چوڑے اور مضبوط جو نیچے کو کم جھکے ہوتے ہیں۔ ادنےٰ قسم کی شاخ میں ہی خوشہ پک جاتا ہے۔ پتے جو بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ اُوپر کو کھڑے رہتے ہیں۔

اِس کے کھیت کو پانی بافراط ملے۔ تب ہی پیداوار زیادہ اور عمدہ ہوتی ہے۔ بہت خشک کرکے اُسے نہیں کاٹتے بلکہ پودے کی گانٹھیں ابھی سبز ہی ہوتی ہیں۔ کہ کاٹ لیتے ہیں۔ اور بھریاں

باندھ کر رکھتے جلتے ہیں۔ مگر اس کا خرمن زیادہ دیر تک رہنے نہیں دیتے۔ بہت جلد پرالی سے دمان کو جُدا کر لیتے ہیں +

بانس

اس کے درخت اکثر جھنڈ کے جھنڈ اُگا کرتے ہیں۔ ان میں کبھی تو بعض میں اور کبھی سب میں ایک دفعہ ہی پھول آتے ہیں۔ مگر ان کے لئے پھول کا آنا پیغامِ موت ہے۔ جب پھول مرجھا کر بیج جھڑ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ درخت بھی مرجھا جاتے ہیں۔ مگر ہاں جھڑے ہوئے بیجوں سے نئی پود چلتی ہے۔ جو پہلے تو گیہوں کا کھیت معلوم دیتی ہے بانس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کوئی کھوکھلے ہیں کوئی ٹھوس۔ کوئی قد و قامت میں چھوٹا ہے کوئی بڑا۔ علی العموم دامن کوہ میں کثرت سے ہوتا ہے انسان کے بہت کام آتا ہے۔ چھوٹی قسم سے جسے بانسی کہتے ہیں۔ حقوں کے نیچے بناتے ہیں۔ پتلے پتلے بانس چھپروں میں صرف ہوتے ہیں۔ چھڑیوں لاٹھیوں۔ برچھیوں کی چھڑوں۔ غریب غربا کی چارپائیوں کے سیرو ے پیٹیوں کے کام آتے ہیں۔ موٹے موٹے بانسوں سے ڈولیوں کے ڈنڈے خیموں

کی چوبیں اور بہنگیاں بنتی ہیں۔ بعض ملکوں میں تو تمام ضروریات اِسی سے پوری کی جاتی ہیں۔ گھر دیکھو تو بانس کی تھونبوں پر بانس ہی بندھے ہیں دیواروں کی جگہ بانس کے بوریے لگائے ہیں۔ چھت اور فرش پر پچھیاں بچھائی ہیں۔ چار پائیاں پیڑھیاں بکس۔ ٹوپیاں۔ جھاڑو۔ رسّیاں۔ جانوروں کا چارہ سب کچھ اِسی کا ہوتا ہے +

دیودار

یہ درخت علی العموم پہاڑوں میں ہوتا ہے۔ بڑا قدآور اور شان دار ہے۔ کوئی ڈیڑھ سو فٹ بلند اور دس پندرہ فٹ گردے کا تنہ ہوتا ہے۔ اِس میں چوڑے چوڑے پتّے نہیں ہوتے۔ بلکہ چھوٹی ٹہنیوں میں کاہی رنگ کی سوئیاں سی لگی رہتی ہیں۔ یہ ہر سال نہیں جھڑتیں۔ مدّتوں تک ہری بھری رہتی ہیں۔ جب گرتی ہیں۔ اِن کی جگہ نئی نکل آتی ہیں۔ جاڑا ہو۔ یا گرمی۔ خزاں ہو یا بہار اِسے جب دیکھو ہرا بھرا پاؤگے۔ اِس میں بطخ کے انڈے کے برابر گول اور سخت پھل لگتا ہے۔ مگر پھل گیا ہے۔ سخت چھلکوں کی تہیں ہیں جن کے اندر بیج محفوظ رہتا ہے +

اِس کی لکڑی بہت قیمتی ہے - شہتیر -
میز کرُسیاں - صندوق - الماریاں اور گھر بار کا اور
بیشمار سامان اِس سے بنتا ہے - ریل کی سڑک
پر بھی اس کے پٹڑے بچھاتے ہیں - کشتی کے پلوں
پر بھی یہی کام آتے ہیں - اِس کی لکڑی میں بڑی
خوُبی یہ ہے - کہ دیمک اور کیڑے اِس کے پاس
بھی نہیں پھٹکتے - کیونکہ اس میں بڑی تیز بوُ ہوتی
ہے - جو اِن کیڑوں کے لئے مُضر ہے +

انسان کی یہ بڑی خوش قِسمتی ہے - کہ اس کے
درخت علی العموم ایسے پہاڑوں کی ڈھلانوں پر ہوتے
ہیں - جن کے نیچے بڑے بڑے دریا بہتے ہیں اُن
کو کاٹ چھانٹ کر پانی میں لڑھکا دیتے ہیں یہ
لڑھکتے لڑھکتے جب دبیں میں آتے ہیں - تو پکڑ
کر کنارے پر لاتے ہیں - اور بیچ کر بہت روپیہ
کماتے ہیں +

سِوُم - جمادات

اُردو کی دُوسری اور تیسری کتاب میں چند
دھاتوں کے فوائد تو معلوم کر چکے ہو مگر ابھی
اُن کی بہت سی باتیں ایسی ہیں - جن کا پہلے ذکر

نہیں ہوا۔ اس لئے اِس کتاب میں وہ باتیں اور چند عمدہ جمادات کا حال لکھا جاتا ہے۔ اگر غور اور توجہ کے ساتھ سنو اور پڑھو گے۔ تو فائدہ اُٹھاؤ گے +

جمادات میں تمہارے یاد رکھنے کے قابل سب سے مقدم بات یہی ہے۔ کہ نہ حیوانات کے سے اِن کے ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ مُنہ وغیرہ اعضا ہیں۔ نہ نباتات کے سے پھل پھول۔ جڑ پتے وغیرہ اجزا۔ نہ حیوانات کی طرح کھاتے پیتے ہیں۔ نہ نباتات کی طرح زمین سے غذا پاتے ہیں۔ اگر ہوا۔ پانی۔ حیوان و انسان وغیرہ کسی اور چیز کا اُن پر اثر نہ ہو۔ تو نہ اپنی جگہ بدلتے ہیں نہ مقدار میں کم و بیش ہوتے ہیں۔ نہ اُن کی صورت و شکل میں کوئی تغیر ہوتا ہے۔ اگرچہ ہوا پانی اور حیوان وغیرہ قدرتی اشیا بھی کبھی خاص وجہ سے اُن کی مقدار کو گھٹا دیتے ہیں۔ اُن کی شکل بدل دیتے ہیں۔ کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ مگر یہ چھ فٹ کی مخلوق یعنی انسان بُری بلا ہے۔ جس طرح حیوانات و نباتات اِس کے تصرف سے باہر نہیں۔ اسی طرح جمادات کو بھی اِس کے ہاتھوں چین نہیں۔ روز مرہ اِن کی لاکھوں شکلیں بدلتا ہے۔ ہزاروں کوس کی مسافت طے کراتا ہے۔ کہیں اِس کی مقدار کو کچھ اور ملا کر

بڑھا دیتا ہے۔ کہیں اس میں سے کچھ نکال کر گھٹا دیتا ہے۔

اس سے پیشتر کہ ہم تمہیں ان کی نسبت کچھ اور عام باتیں بتائیں۔ مندرجہ ذیل امر کا ذہن نشیں کرنا تمہارے لئے نہایت ضرور ہے۔ پس اس بیان کو غور و فکر کے ساتھ سمجھ لو۔ لوہا پانی اور ہوا تین مختلف اشیا ہیں۔ لوہے کی لمبی سیخ ہو تو تم آسانی کے ساتھ اس کی گولی نہیں بنا سکتے یعنی اس کی شکل نہیں بدل سکتے۔ پانی کا حال نہیں۔ گلاس میں پانی بھرا ہو۔ تو وہ گلاس کے اندر گول لمبوتری شکل کا ہوگا۔ لیکن اُسے اُلٹ دو تو جھٹ بلا تکلف سیخ کی طرح لمبی دھار بن کر بہنے لگیگا۔ اور اگر اس دھار کے نیچے کوئی ٹیڑھی بیڑھی شیشے کی نلی رکھ دو۔ کہ پانی اس میں جا سکے۔ تو وہ اس میں داخل ہو کر اسی کی سی ٹیڑھی بیڑھی شکل اختیار کریگا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جتنا گلاس میں سما سکتا ہے۔ اس سے ایک قطرہ بھی زیادہ ڈالنا چاہو۔ تو وہاں نہیں سمائیگا بہ کر نکل جائیگا۔ ہاں تھوڑا ہو۔ اور برتن بڑا۔ تو برتن کا باقی حصہ خالی پڑا رہیگا۔ اور جہاں تک پانی اس میں بھرا ہے۔ اُوپر سے وہ ہموار ہوگا۔ ہوا اگرچہ

پانی کی طرح جس برتن میں بھرو۔ اُس کی شکل اختیار کرلیگی۔ گر تھوڑی ہو۔ تو بھی اتنی ہی جگہ میں سما جائیگی۔ اور اگر برتن بہت ہی مضبوط ہو۔ تو جتنی چاہو بھرتے چلے جاؤ۔ وہیں اپنی جگہ بنائی جائیگی اتنی سی بات سمجھنے کے بعد یاد رکھو کہ جو اشیا لوہے کی طرح بآسانی اپنی شکل نہیں بدلتیں۔ جیسے سونا۔ چاندی۔ جست۔ تانبا وغیرہ ہیں۔ انہیں ٹھوس یا سالڈ کہا کرتے ہیں۔ پانی کی قسم کی چیزیں جن کی شکل بآسانی بدل سکتے ہیں۔ جیسے تیل پگھلا ہوُا گھی۔ پارہ وغیرہ مائع یا لکوڈ کہلاتی ہیں ہوا اور ایسی ہی اور اشیا جو اپنی شکل بدلتی اور ایک ہی دفعہ تمام برتن میں بھر جاتی۔ اور تھوڑی ہوں یا زیادہ ایک ہی جگہ میں سما سکتی ہیں۔ گاس کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں +

دھاتیں زمین یا پہاڑ میں سے کھود کر نکالی جاتی ہیں۔ جہاں سے نکلتی ہیں اُسے کان کہتے ہیں۔ علی العموم تو یہی حال ہے۔ کہ سونا چاندی ہو۔ یا لوہا تانبا۔ جست و قلعی ہو یا پارہ و سیسہ کسی اور چیز مثلاً گندھک۔ مٹی وغیرہ کے ساتھ ملے ہوُئے ملتے ہیں۔ اور بڑی بڑی ترکیبوں سے صاف کر کے علیحدہ کئے جاتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی اپنی اصلی

صُورت میں علیحدہ بھی مل جاتے ہیں +

اور سب دھاتیں سالڈ ہیں۔ مگر پارہ لکوڈ ہے ہاں یہ خاصیت سب میں پائی جاتی ہے۔ کہ جسے چاہو۔ آگ پر چڑھا دو۔ حرارت سے متاثر ہوکر پگھل جائیگی۔ اور لکوڈ کی صورت اختیار کریگی۔ لیکن جب ٹھنڈی ہو جائیگی۔ پھر سالڈ کی سالڈ بن جائیگی۔ البتہ بعض دھاتیں ایسی ہیں۔ کہ اِن کے پگھلانے کے لئے نہایت ہی تیز آگ درکار ہوتی ہے۔ جیسے لوہا۔ اور بعض تھوڑی ہی حرارت سے پگھل جاتی ہیں مثلاً قلعی +

دھاتوں کو ہتھوڑے سے کوٹیں۔ تو پھیل جاتی ہیں۔ جنتری میں کھینچیں۔ تو اُن کے تار کھچ جاتے ہیں۔ چنانچہ لوہے کے توے۔ تانبے کی رکابیاں۔ سونے چاندی کے ورق کُٹ کر بنتے ہیں۔ اور سونے۔ چاندی۔ پیتل کے تار کھچ کر بال کے برابر باریک ہو جاتے ہیں +

دھاتیں وزن میں بھاری ہوتی ہیں۔ ہاتھ میں اُٹھاوٴ۔ تو اُن کا بوجھ معلوم دیتا ہے۔ اِس امر کے سمجھنے کے لئے یوں کرو۔ کہ گلاس میں پانی بھر کر تول لو۔ وُہ کوئی پاوٴ سیر ہوگا۔ اب پانی نکال کر پارہ بھرو۔ تو اُس کا وزن سیردں ہوگا۔

محققوں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ برابر مقدار کا پانی اور پارہ لیں۔ تو پارہ پانی کی نسبت وزن میں ساڑھے تیرہ گنا زیادہ ہوگا۔ یعنی سیر بھر پانی جس جگہ میں سمائے اُسی میں پارہ ساڑھے تیرہ سیر آئیگا۔ مگر سونا اور بھی بلا کی بھاری چیز ہے۔ یہ پانی کی نسبت اُنیس گنا وزن رکھتا ہے۔ اور ایک کے سوا سب دھاتوں سے زیادہ وزنی ہوتا ہے+

دھاتوں میں ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے۔ کہ اسکی بدولت ہم اُنہیں بخوبی پہچان سکتے ہیں وہ کیا؟ چمک۔ جو بعض میں تو بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض میں کم۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اُنہیں نمی یا کھُلی ہوا میں رکھ دیں۔ تو وُہ چمک پہلے ماند پڑ جاتی ہے۔ پھر زنگ لگ جاتا ہے۔ ہاں سونا چاندی اِس سے بچے رہتے ہیں+

سونا

سب دھاتوں کا بادشاہ یا سورج کہلاتا ہے۔ اس کا سنہری رنگ نہایت خوبصورت ہوتا ہے۔ عوام و خواص کی پسند اور اپنی کمیابی کے باعث بہت قیمت پاتا ہے۔ بڑی محنت اور مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔ کہیں دریاؤں کے ریتے میں اِس کے

چھوٹے چھوٹے ذرّے ملے ہوتے ہیں۔ کہیں کانوں میں ڈلے کے ڈلے نکلتے ہیں۔ کہیں ایک قسم کے پتھروں کی رگ و پے میں بیٹھا ہوا پایا جاتا ہے۔ مگر تینوں صورتوں میں سونے کو پاک صاف اور آلائش سے خالص کرکے نکالنا بڑی سلیقہ مندی اور محنت کا کام ہے۔ جس کا بیان مختصر طور پر یوں ہے:۔

اکثر دریا پہاڑوں میں سے نکلتے ہیں اور وہاں بڑے زور سے بہتے ہیں۔ کناروں کی چٹانوں سے ٹکراتے۔ اور اُن کے ریزے اپنے ساتھ بہا لاتے ہیں۔ اگر ان چٹانوں میں سونا ہوتا ہے تو اُس کے ننھے ٹکڑے بہتے ہوئے میدانوں میں آتے اور ریت کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ چنانچہ پنجاب کے دریاؤں میں یہی صورت ہے۔ مگر یہاں مقدار میں کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ نیاریا سارا دن خاک چھانتا ہے۔ تو جاکر کہیں تین چار آنے میسّر ہوتے ہیں۔ ریت میں سونے کے سوا لوہے کے ریزے بھی ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُنہیں کالی ریت کہتے ہیں۔ نیاریے ریت کو پانی بھرے برتن میں ڈال کر ہلاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد سونے کے ذرّے کالی ریت سمیت نیچے بیٹھ جاتے ہیں اور ریت ملا

نتھار کر نکال دیتے ہیں۔ نیچے کی ریت میں نیا ملا کر پھر ہلاتے ہیں۔ اور یہی عمل اُسوقت تک جاری رکھتے ہیں۔ جبتک تہ میں سونے اور کالی ریت کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا اب سونے کو کالی ریت سے جُدا کرنا ہوتا ہے۔ سو اس کے لئے اُس میں تھوڑا سا پارہ ڈال کر دیتے ہیں۔ یہ سونے کو کالی ریت میں سے کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ پھر کالی ریت کو تو بہا دیتے ہیں۔ سونے ملے پارے کو علیحدہ کرکے کپڑے یا نرم چمڑے میں ڈال کر چھان لیتے ہیں۔ پارہ بچھے بہ جاتا ہے۔ سونا خفیف سی مقدار کے پارے سمیت باقی رہ جاتا ہے۔ اُسے آگ میں گرم کرتے ہیں تو پارہ بالکل اُڑ جاتا ہے۔ اور خالص سونا علیحدہ ہوجاتا ہے

جب سونا سخت چٹان میں ملا ہوتا ہے۔ تو اُسے کوٹ پیس کر ریت سا کر لیتے ہیں۔ پھر اُس سے مذکورہ بالا ترکیب کے بموجب جُدا کرتے ہیں۔ مگر یہ کام کل کے ذریعہ ہوتا ہے۔

پنجاب کے پانچوں دریاؤں کی ریت میں سونا ملتا ہے۔ مگر بہت کم۔ مدراس احاطے کے اندر مغربی گھاٹ میں دیناڈ نام پہاڑی علاقے میں جتنا سونا پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اتنا اور کہیں نہیں ہوتا۔ آسٹریلیا اور امریکہ میں بڑی

کثرت سے ملتا ہے ٭

خالص سونا ایسا ملائم ہوتا ہے۔ کہ سکے کی ضرب نہیں اُٹھا سکتا۔ اس لئے اِس میں تانبا یا چاندی ملا کر سخت کرتے ہیں۔ پھر سکے بناتے ہیں۔ تاکہ استعمال سے اس کی صورت نہ بگڑ جائے۔ اور جلد نہ گھسنے پائے۔ اسی لئے بن کھوٹ ملائے کھرے سکے" نہیں چل سکتے۔ بڑی خوبی اِس کے سکوں اور زیور میں یہ ہے۔ کہ زمین میں دبنے سے بگڑتے نہیں۔ پانی اور ہوا کے اثر سے اِن پر زنگ نہیں لگتا۔ ہاں آگ میں رکھ کر اُسے بمشکل پگھلاتے ہیں۔ سہاگہ ملا کر آگ میں رکھتے ہیں۔ تو جلد پگھل جاتا ہے۔ صاف کرنا ہو تو پھٹکڑی لگاتے ہیں۔ گیرو اور پھٹکڑی لگا کر گرم کریں۔ تو رنگ بہت چمک جاتا ہے ٭

چاندی

سونا بادشاہ ہے۔ چاندی دھاتوں کا وزیر اُس کی رنگت سنہری ہے۔ اس کی روپہلی۔ جب دونو ملتے ہیں۔ گنگا جمنی کہلاتے ہیں۔ اور یوں ہندوؤں کے دو پوتر دریاؤں کے نام پاتے ہیں۔ جب چاندی کی پالش کی جاتی ہے۔ اور جلا دی جاتی ہے۔ تو

اُس کی سفید رنگت وہ چمک دکھاتی ہے۔ کہ موتیوں کی آب بھی اُس کے سامنے گرد ہو جاتی ہے۔ جو چیز دُودھ سے بھی زیادہ سفید ہو۔ اُسے چاندی کے پترے کہا کرتے ہیں +

چاندی نہ تو سونے کے برابر بھاری ہے۔ نہ ویسی خوبصورت۔ نہ ویسی کمیاب۔ نہ زیادہ قیمتی۔ نہ ویسی کُٹنے کے قابل۔ البتہ نرم بہت ہے۔ خالص چاندی کا زیور ہو۔ تو خم کھا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سِکّہ بنانے میں تانبا ملا کر اُسے سخت کر لیتے ہیں۔ پھر نہ زنگ لگتا ہے۔ نہ گھستا ہے۔ مدّتوں چلا جاتا ہے۔ تو گِھس کر دو چار رتی وزن میں کم ہو جاتا ہے +

چاندی مختلف اقسام کے پتھروں میں ملی ہوئی پائی جاتی ہے۔ بعض دفعہ دھات کی صورت میں بھی مِل جاتی ہے۔ عموماً گندھک کے ساتھ مرکب ہوتی ہے۔ اکثر سونے۔ سیسے یا کِسی اور دھات کے ساتھ بھی۔ جب اور دھات کے ساتھ مرکب ملے تو توڑ کر اس کے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔ پھر بہت تیز آگ میں پگھلاتے ہیں۔ پارے کی لاگ اور بڑی بڑی ترکیبوں سے اِس کو علیٰحدہ کرتے ہیں +

گو امریکہ میں اِس کی بہت بڑی کانیں ہیں

مگر اور ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ہندوستان کے شمالی پہاڑ ہمالیہ میں بھی ہے۔ مگر اِتنی کم کہ کھود کر صاف کریں۔ تو جتنی مزدوری دینی پڑیگی۔ اتنے کی چاندی نہیں نکلیگی +

ہاں سپاٹو کے قریب سیسے کی ایک کان ہے اُس میں سے تھوڑی سی چاندی بھی نکل آتی ہے + اس کے زیور اور برتن میلے ہو جائیں۔ تو کھٹائی میں ڈال دیتے ہیں۔ جس سے وُہ صاف اور اُجلے ہو جاتے ہیں۔ اِس کو سہاگہ ملا کر گلا لیتے ہیں جب اُس میں کھوٹ ملا ہو۔ تو سیسے کے ساتھ گلانے تپانے اور چرخ دینے سے کھوٹ نکل جاتا ہے۔ خالص چاندی علحدہ ہو جاتی ہے +

لوہا

بہت سخت ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے ایسے آدمی کی نسبت جس کا دِل پتھر ہو۔ کہتے ہیں۔ کہ وُہ آہن دِل ہے۔ یا اُس کی لوہے کی چھاتی ہے۔ مضبوط بھی بڑا ہوتا ہے۔ اِسی واسطے نہایت مضبوط کو لوہے کی لٹھ کہا کرتے ہیں۔ توڑنا ہو۔ تو بڑی مشکل سے ٹوٹتا ہے۔ اِس وجہ سے اُس آدمی کے حق میں جو مشکل مشکل کام کرتا ہو۔ کہتے

ہیں۔ کہ لوہے کے چنے چباتا ہے۔ چنانچہ یہ مثل مشہور ہے۔ علم پڑھنا لوہے کے چنے چبانا ہے +

لوہا جتنا کار آمد اور مفید ہے۔ اُس کا بیان تم پہلے پڑھ چکے ہو۔ مختصر الفاظ میں یہی کہو کہ انسان کا اُس کے بغیر گزارہ ہی نہیں۔ یہ نہ ہوتا۔ تو وہ شایستہ نہ بنتا وحشی رہتا۔ ریل اور لاکھوں کلیں۔ بے اِنتہا اوزار کس کے بنتے؟ بے شمار پیشے کیونکر چلتے؟ اِسی واسطے اِسے بھی دھاتوں کا بادشاہ کہتے ہیں۔ جس کا لوہا تیز وہی زبردست صاحب شان و شوکت۔ مثل مشہور ہے جس کی تیغ اُسی کی دیگ۔ مقابلے میں جو دُشمن کا لوہا مان گیا۔ مغلوب ہوگیا +

اِس کی کانیں ہر ملک میں موجود ہیں۔ گویا۔ خدائے تعالےٰ نے ہر ایک قوم پر اِس مفید و کار آمد شے کو تقسیم کر دیا ہے۔ تاکہ سب مستفید ہوں۔ ہندوستان میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں لوہا ملتا ہے۔ گوالیار۔ الور۔ جے پور۔ کانگڑہ ارکاٹ وغیرہ میں اس کی کانیں ہیں۔ مگر زیادہ تر دکن میں۔ وُہ کانوں میں بہت سی آلایشوں میں آلودہ ملتا ہے۔ جسے خالص کرکے لوہے

کی کچی دھات بنانا بڑا مشکل کام ہے۔ مینار کی شکل کی تیس تیس گز اونچی بھٹیوں میں جہاں برسوں ہر وقت آگ دھکتی رہتی ہے۔ اسے باہر گرم کرکے ڈال دیتے ہیں۔ ساتھ ہی تھوڑا سا کوئلا اور چونے کا پتھر ملا دیتے ہیں۔ لوہا پگھل جاتا ہے۔ اور بھٹی کے پیندے کی طرف سے ایک سوراخ کی راہ بہ کر باہر نکل آتا ہے۔ یہ پگھلا ہوا لوہا پانی سے بھیگی ہوئی ریت کے سانچوں میں بھر دیتے ہیں۔ ٹھنڈا ہو کر اس کی سلیں سی بن جاتی ہیں۔ لوہے کی جو صورت اِن سانچوں میں ہوتی ہے۔ اُسے پگ آئرن یعنی کچا لوہا کہتے ہیں جس سے اس کی مختلف قسمیں بنتی ہیں۔ اِن میں سے تین مشہور ہیں۔ ڈھلا ہوا لوہا۔ کمایا ہوا اور فولاد۔

پگ آئرن کو گرم کرکے گلاتے اور سانچوں میں ڈھالتے ہیں۔ تو ڈھلا ہوا لوہا بن جاتا ہے۔ اس میں کسی قدر سبکی اور صفائی تو آجاتی ہے لیکن جیسے پہلے تھا۔ ویسے ہی رہتا ہے۔ البتہ اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوہے کے دانے دانے سے کوٹ کوٹ کر ایک کر دیے ہیں۔ اگرچہ سخت ہوتا ہے مگر چوٹ کھاتے ہی کھیل کھیل ہو جاتا ہے۔ اس

کی وہی چیزیں بنتی ہیں۔ جو ڈھلتی ہیں۔ جیسے توپیں اور اُن کے گولے کٹہرے۔ جنگلے۔ پہیے۔ عمارتوں اور پلوں کی مختلف اشیا۔

کمایا ہوا لوہا بہت سخت ہوتا ہے۔ بڑے بڑے بوجھ سہار سکتا ہے۔ لہاروں کے بہت کام آتا ہے۔ وہ ڈھلے ہوئے لوہے سے بنایا جاتا ہے جس کا طریق یہ ہے۔ کہ ڈھلا ہوا لوہا لے کر اُسے دوبارہ سہ بارہ گرم کرتے اور جلدی جلدی پانی میں بجھاتے ہیں۔ پھر بھٹی میں ایندھن سے علیحدہ رکھ کر گرم کرتے ہیں۔ جب پگھل جاتا ہے۔ تو کچھ عرصہ وہیں پڑا رہنے دیتے ہیں۔ مگر سیخ کے ذریعے ہلاتے جاتے اور نیچے اُوپر کرتے رہتے ہیں۔ پھر باہر نکال کر ٹھنڈا کر کے اُس پر بھاری بیلن پھیرتے ہیں۔ اور بڑھاتے ہیں۔ اُس کا بہت پتلا تار کھچ سکتا ہے۔ کوٹ کر اُس کی چادریں بناتے ہیں۔ وہ پگھل نہیں سکتا۔ مگر اُسے گرم کر کے سُرخ انگارہ بنا کر ہتھوڑوں سے چوٹیں لگا کر جو صورت اُس کی چاہیں۔ بنا سکتے ہیں۔

کمائے ہوئے لوہے کو چارکول آگ میں گرم کر کے جلد جلد پانی میں بجھاتے ہیں۔ تو اُس کی

نرمی جاتی رہتی ہے۔ اور اُس کے جگہ میں چھوٹا چھوٹا دانہ اُبھر آتا ہے۔ جب یہ صُورت ہوتی ہے تو اُسے فولاد کہتے ہیں۔ یہ بہت سخت ہوتا ہے اُس پر باریک دھار چڑھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کاٹنے کے آلات و اوزار جیسے چھُری تلوار چاقو۔ اُسترا۔ قینچی وغیرہ اِس سے بناتے ہیں ؛

اِن مندرجہ بالا ضروریات کے سوا اور لوہا طرح بھی ہمارے لئے بہت مفید ہے۔ وہ ہمارے خون میں ملا ہُوا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم تندرُست و توانا رہتے ہیں۔ اگر اِس کی مقدار کم ہو جائے تو ہماری صحت میں خلل واقع ہو۔ رنگوں کی بہار گل و برگ کی تازگی۔ لعل و جواہرات کی جگمگاہٹ بھی اِسی کی بدولت ہے۔ جس کی وجہ اعلےٰ درجے کی تعلیم پا کر تم سمجھ سکو گے ؛

تانبا

رنگ میں سُرخ سا ہوتا ہے۔ جلا اور پالش سے کچھ سونے کی جھلک دِکھاتا ہے۔ اِس کے مختلف اشکال اور مختلف حوائج کے برتن بنتے ہیں۔ بہنیرے اور کام بھی اِس سے نکلتے ہیں

مگر اِس کے برتنوں میں یہ بڑا عیب ہے کہ نمی سرکہ اور ترش چیزوں سے اِنہیں سبز سبز زنگ لگ جاتا ہے۔ جو زہریلا ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی بے وقوف آدمیوں کی جو اِس زہر سے مِلا ہوا کھانا کھا جاتے ہیں۔ جان لیتا ہے۔

اِس زہر کی بلا سے بچنے کے واسطے تانبے کے برتنوں پر قلعی کراتے ہیں۔ جس کا طریق یہ ہے کہ قلعی گر پہلے برتن کو خوب مانجھتا ہے۔ پھر کوئلوں کی آگ پر رکھ کر گرم کرتا ہے۔ اور اِس پر نوشادر چھڑک کر رانگ لگا دیتا ہے۔ رانگ گرمی سے پگھل کر بہنے لگتی ہے۔ تو قلعی گر جلدی جلدی رُوئی سے بہتے ہُوئے رانگ کو برتن پر مل دیتا ہے۔ اِس طرح جہاں جہاں قلعی کرنی منظور ہوتی ہے۔ کر دیتا ہے۔ اور وُہ جگہ چاندی کی طرح سفید رنگ کی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یوں برتن کو زنگ لگنے کے اندیشے سے مطمئین ہو جاتے ہیں لیکن ہمیشہ کے لئے اِس سے بے کھٹکے نہیں ہونا چاہیئے۔ جب قلعی اُتر جائیگی۔ وہی مصیبت پھر گلے پڑے گی۔ اِس لئے ہمیشہ اِس امر کا خیال رکھنا چاہیے۔ کہ جب کبھی برتن پر سے قلعی اُتر جائے اُسے دوبارہ پھر قلعی کرا لیا جائے۔

اگرچہ تانبے کے زنگ کا زہر اِنسان کے مضرّت و ایذا بلکہ جان لینے کا باعث ہے۔ لیکن بعض حالتوں میں اِس سے فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ سمندر میں جہاز چلتے ہیں۔ تو بحری جانور اُس کو چمٹ جاتے ہیں۔ اور اِس کی رفتار کو سُست کر دیتے ہیں۔ اِس نقص کے دُور کرنے کو تانبے کی چادریں جہازوں کے نیچے لگا دیتے ہیں۔ جن کے زنگ کی وجہ سے اُس کے نیچے جانوروں کے چمٹ جانے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اور جہاز بلا خوف و خطر اپنی معمولی رفتار سے شائیں شائیں کرتا کہیں سے کہیں چلا جاتا ہے +

پیتل۔ بھرت اور کانسی کوئی الگ دھاتیں نہیں ہیں۔ تانبے میں جست اور قلعی ملانے سے بنتی ہیں۔ اور برتن وغیرہ بنانے کے کام آتی ہیں۔ اِس صُورت میں جو اشیا اِن دھاتوں سے بن کر ہمارے کاروبار میں مستعمل ہوتی ہیں۔ وُہ بھی تانبے کی بدولت اور اُسی کا جلوہ ہیں۔ اِس لئے ہم کہ سکتے ہیں۔ کہ یہ بھی ہمارے واسطے خداوند تعالےٰ کی عنایت کی ہُوئی بڑی نعمت ہے +

رانگ یا قلعی

ایک سفید دھات ہوتی ہے۔ خالص ہو۔ تو چاندی کی سی جھلک دکھاتی ہے۔ کوٹ کر اُس کے بہت باریک ورق بنا سکتے ہیں۔ تھوڑی سی آنچ پر بھی پگھل جاتی ہے۔ زیادہ گرم کریں تو اِس میں سے سفید شعلے اُٹھنے لگتے ہیں۔ یہ خود تو اتنی کار آمد نہیں۔ اور دھاتوں پر چڑھانے اور اُن میں مِلانے کے کام آتی ہے۔ تانبے پر چڑھاتے ہیں۔ تو اُس کے برتن کیسے سفید نکل آتے ہیں۔ اور عرصے تک زنگ لگنے سے بچے رہتے ہیں۔ لوہے کی نہایت باریک اور پتلی چادروں پر چڑھاتے ہیں۔ تو اِس سے کتنے ہی برتن اور اَور مفید چیزیں بنتی ہیں۔ تم نے ٹین کے برتن دیکھے ہونگے۔ جانتے ہو۔ وہ کیا شے ہے؟ سنو! انگریزی میں جس کو ٹن کہتے ہیں۔ وہ خالص قلعی نہیں۔ بلکہ قلعی اور لوہے وغیرہ کی ایک مرکب دھات ہے۔ جسکی چادروں سے مختلف اشیا بناتے ہیں۔

قلعی کو کوٹ کر اکثر اِس کے پتّے اور پنّی بنالتے ہیں۔ جس کو لگا کر پنکھوں اور تعزیوں میں کاریگر ایسا کام کرتے ہیں۔ کہ چاندی کا کام معلوم دیتا

ہے۔ شادی کے کپڑوں اور آرایشوں میں لگاتے ہیں۔ تو چاندی کی بھڑک دکھاتے ہیں۔ چونکہ ان میں اور ٹین کی اور چیزوں میں آدمی کو دھوکا ہوتا ہے۔ اِس لئے دھوکے کے کاموں کو قلعی کے کام کہتے ہیں۔ اور جب اُن کا اصل حال معلوم ہو جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ قلعی کھل گئی۔ کوئی کسی کا اصل حال بتا دیتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ اُس نے اُس کی قلعی کھول دی۔

قلعی کا پتا پارے کے ساتھ آئینوں کے نیچے لگاتے ہیں۔ تو وُہ شکل و صورت دِکھا کر ہمیں خوش کرتے ہیں۔ اِس کے بغیر پارہ شیشے پر ٹھہر نہیں سکتا۔ یونانی طبیب اُس کا کشتہ بیماروں کو کھلاتے ہیں۔ جس کے استعمال سے اکثر شفا پاتے ہیں۔ قلعی زیادہ تر مرکب دھاتوں کے بنانے کے کام آتی ہے۔ اِس میں سیسہ مِلا کر جھال ٹانکے کا کام کرتے ہیں۔

یہ کتنے ہی رنگوں کے بنانے کے واسطے بھی استعمال میں آتی ہے۔ قرمزی رنگ میں قلعی اور تھوڑا سا شورے کا تیزاب مِلا دیں۔ تو نہایت خوبصورت لال رنگ بن جاتا ہے۔

یوں تو اُس کی کانیں اور مُلکوں میں بھی ہیں

مگر انگریزوں کی ولایت میں اِن کی کثرت ہے۔ یہ زمین کے بہت نیچے جا کر نکلتی ہے۔ اکثر پتھر میں مِلی ہوتی ہے۔ اِس کی چھوٹی چھوٹی کتلیں کر کے پگھلاتے ہیں۔ تو قلعی علیٰحدہ ہو جاتی ہے +

جست

خالص جست ہلکا ہوتا ہے۔ رنگت میں سفید مگر نیلی جھلک مارتا ہوا باآسانی پگھل سکتا ہے۔ اِسی واسطے ٹانکے کے کام میں آتا ہے۔ اِس کو زنگ نہیں لگتا۔ یہی وجہ ہے کہ دھات کی اِن چیزوں پر جن سے پانی میں کام لینا ہو۔ اُسے چڑھاتے ہیں۔ خصوصاً لوہے پر تو بڑی کثرت سے اِس کا ملمع کرتے ہیں۔ جس کا طریق یہ ہے کہ پہلے لوہے کو گرم کر کے خوب صاف کرتے ہیں۔ پھر پگھلے ہوئے نوشادر ملے گرم جست میں اُسے گرم گرم ڈبو کے نکال لیتے ہیں۔ اور ٹھنڈے پانی میں بجھاتے ہیں اِس طرح لوہے کے اوپر جست کا پتلا پتلا ملمع ہو جاتا ہے +

جس کی آنکھیں دُکھنی آئی ہوں۔ وہ اسے گھسکر یا اُس کا سفیدہ لے کر آنکھوں میں لگائے تو شفا پائے۔ کبھی کبھی سُرمے میں مِلا کر اُس کا نہایت

مفید اور کار آمد سُرمہ بناتے ہیں۔ پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے اُس کی صراحیاں بھی بنتی ہیں +

پیسے پائیاں جو تم روز دیکھتے ہو۔ خالص تانبے کی نہیں ہوتیں۔ اِن میں زیادہ تانبا تھوڑی قلعی اور خفیف جزو جست کا مِلا ہوتا ہے۔ اِن تینوں دھاتوں کے ایسے مرکب کو انگریزی میں برتر کہتے ہیں۔ جو اُردو میں برنج کہلاتا ہے +

ہندوستان میں اس کی کوئی کان نہیں۔ انگریزوں کی ولایت میں بہت ہوتا ہے۔ کان میں سے خالص نہیں نکلتا۔ اور چیزوں کے ساتھ مِلا جُلا پایا جاتا ہے۔ اُسے اِس وقت دیکھیں تو ایسا معلوم ہوگا گویا پتھر میں شیشے کے ٹکڑے جڑے ہیں۔ جو شے شیشے کے ٹکڑوں کی طرح چمکتی ہے۔ وُہ مختلف رنگوں کی ہوتی ہے۔ کبھی سیاہ کبھی بھوری۔ کبھی زرد۔ مگر خواہ کوئی سا رنگ کیوں نہ ہو۔ اُس میں چمک بڑی ہوتی ہے +

کچی دھات میں سے خالص جست نکالنے کا طریق یہ ہے۔ کہ اُسے بڑی تیز بھٹی میں تپاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دھات کے پتھر ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اِن ٹکڑوں کو چار کول ملا کر مٹی کی ہانڈیوں میں بھرتے ہیں۔ اور اُدپر سے

چینی رکھ کر اِس طرح ڈھک دیتے ہیں۔ کہ باہر کی ہوا اندر نہ جا سکے۔ چینی میں ایک سوراخ ہوتا ہے۔ جس میں لوہے کی نلی کا ایک سِرا خوب پھنسا کر لگایا جاتا ہے۔ اور نلی کا سِرا پانی بھری ناند میں ڈوبا رہتا ہے۔ جب اِس طرح ہانڈی بند اور نلی کا دُوسرا سِرا ناند میں ڈُوب چکتا ہے تو ہانڈی کے نیچے زور کی آگ جلاتے ہیں۔ اس کی حرارت سے خالص جست کا سفید دُھواں اُٹھتا ہے۔ اور نلی کی راہ ناند میں آکر پانی ٹھنڈ سے کثیف ہو کر نیلی جھلک لیئے سفید سفید قطرے بنتا اور ناند کے پانی میں ٹپکتا ہے۔ اُسے اُنگلی لگاؤ یا اُس کے اُوپر مُنہ سے پھُونک مارو۔ اور پھر سونگھو۔ تو بڑی عجیب بُو آتی ہے۔

سیسہ

پنجابی میں اِسے سِکہ کہتے ہیں۔ اِس کا نیلا سا خاکی رنگ ہے۔ نرم ہونے کی وجہ سے کٹ کر بڑھ سکتا ہے۔ جس طرح چاہو موڑا جا سکتا ہے تازہ ڈھلا ہُوا ہو۔ تو چمک دار ہوتا ہے۔ چاقو سے کاٹو۔ تو بھی اندر سے چمکتا ہوا نکلتا ہے مگر ہوا لگتے ہی مدھم پڑ جاتا ہے۔ چمک اُڑ جاتی ہے

یہ بھی آسانی کے ساتھ پگھل سکتا ہے۔ اِسی واسطے برتن جھلانے میں ٹانکے کے بہت کام آتا ہے۔
اِس کی ڈھل کر سینکڑوں چیزیں بنتی ہیں۔ مثلاً پانی کے نل۔ بندوق کی گولیاں۔ چھرّے اور بٹے۔ سر کے اوپر سیسے کی چدر لٹکا دیتے ہیں تو اُس میں سے ایک قسم کا بُرادہ سا گرنے لگتا ہے۔ اُسے سفیدہ کہتے ہیں۔ نقاش اور رنگساز اُس سے ایک قسم کا سفید روغن تیار کرتے ہیں۔ جو تصویروں اور کاٹھ کی چیزوں پر چڑھایا جاتا ہے۔ سیسہ خوب گرم کیا جائے۔ اور ساتھ ہی اُس پر زور سے ہوا کی رو پہنچائیں۔ تو سفوف سا بن جاتا ہے۔ اِس کا رنگ نارنجی ہوتا ہے۔ اُسے بھی رنگساز و نقاش سُرخ رنگ کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔
اگلے زمانے میں سانچے میں ڈھال کر چھرّے بناتے تھے۔ جس میں بہت دقت اور بڑی محنت صرف ہوتی تھی۔ اب اُسے ایک عجیب ترکیب سے بناتے ہیں۔ جس کا بیان بہت دلچسپ ہے۔
مایع چیزوں کی یہ ایک خاصیت معلوم ہوئی ہے۔ کہ جب اُنہیں ہوا میں چھوڑتے ہیں۔

تو نیچے آتے آتے اِن کے گول گول قطرے بن جاتے ہیں۔ چھرّا بنانے کے لئے اِن کی اِس خاصیّت سے اِس طرح فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ پہلے بڑے اُونچے اونچے مینار بناتے ہیں جن کی بلندی بعض اوقات ڈھائی ڈھائی سو فٹ تک ہوتی ہے۔ ان کی جڑ کے پاس بڑی بڑی نادیں ٹھنڈے پانی سے بھری رکھی رہتی ہیں۔ سیسے کو پگھلا کر اِس میں تھوڑی سی سنکھیا مِلا کر مینار کی چوٹی پر لے جاتے ہیں۔ اور چھلنیوں میں سے نیچے گِراتے ہیں۔ مگر اب ہوا میں سے گزرتے وقت سیسے کے گول گول قطرے پانی میں گِرنے سے پہلے ہی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ اور پانی میں گزر کر اپنی شکل نہیں بدلتے۔ اُنہیں نِکال کر جمع کر لیتے ہیں۔ یہی چھرّا ہے۔ جو بازاروں میں بکتا ہے ۔

اخلاقی مضامین

ماں باپ کا ادب

بچو! جب تم پیدا ہوئے تھے۔ تو تمہاری عجیب حالت تھی۔ اِتنی طاقت نہ تھی۔ کہ چل پھر سکتے اِتنی سمجھ نہ تھی۔ کہ اپنی بھلائی بُرائی کی تمیز کر سکتے۔ یا اپنے آرام و آسایش کی تدبیر سوچ سکتے۔ اِس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ماں باپ نے تمہیں پالا پوسا۔ آپ سینکڑوں تکلیفیں سہیں۔ ہزاروں مصیبتیں جھیلیں۔ پر تمہارا ایک بال بیکا نہ ہونے دیا۔

ماں کی محنت و مشقت اور محبّت و شفقت دیکھو۔ کہ نو مہینے پیٹ میں لئے پھری۔ اُس کے خون سے تمہیں غذا ملتی رہی۔ پھر جب تم پیدا ہوئے تو بڑے پیار سے چھاتی کے ساتھ لگا رکھا۔ اپنا خون دود کر کے تمہیں پلایا۔ پہروں گود میں کھلایا۔ سینے پر سُلایا۔ جھولے میں جھلایا۔ تمہیں

لوریاں دے دے کر اپنی زبان دُکھائی - تمہارے سُکھ کے لئے اپنی آسایش گنوائی - تم ذرا روئے تو اُس کا جی بیکل ہوگیا - تمہاری طبیعت ذرا بیکل ہوئی - تو اُس کی جان ہی پر بن گئی - اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہا - کھانے پینے کی بھی سُدھ نہ رہی - دِل و جان سے تمہارے دوا درمن میں لگ گئی - جب تک تمہیں آرام نہ ہوا - اُسے چین نہ پڑا - غرض اُسکی جان تمہاری جان پر قربان اُس کی آسایش تمہارے آرام پر فدا رہی ؛

باپ کو دیکھو - صبح سے شام تک محنت کی - اپنا پسینا بہایا - جب تمہیں چار پیسے کما کر گھر لایا - تمہیں اپنے سے اچھا کھلایا پلایا اور پہنایا - گو سارا دِن وہ گھر سے باہر نکلا رہا - مگر تمہاری پرورش کا خیال اُس کو ہردم لگا رہا - گھر آیا - تو تمہاری صُورت ہی دیکھ کر اُس کا سارا غم غلط ہوگیا - خوشی کے مارے دِن بھر کی ساری تھکان اُڑ گئی تم ذرا سیانے ہوئے - تو علم پڑھایا - روٹی کما کھانے کا کوئی اچھا سا پیشہ سکھایا - غرض مرتے دم تک تمہاری بہبودی و ترقی اُس کے دِل کی اعلےٰ خواہش رہی - مال و دولت جس قدر کمایا - وہ تم پر اُٹھایا - جو بچ رہا - وہ مرتے وقت تمہارے

حوالے کر گیا +

وہ ماں باپ جو اس طرح تم پر جان نثار رہے اور خدا کے بعد سب سے زیادہ تمہاری حِفاظت کے لئے تیار رہے۔ تمہاری ضرورتوں اور حاجتوں کے پورا کرنے کے ذمّہ دار رہے۔ تم خود ہی اِنصاف کرو۔ کہ تمہیں اُن کی کِس قدر عزّت۔ کِس قدر حُرمت۔ کِس قدر ادب اور کس قدر خدمت کرنی چاہیئے۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ خداوند پاک جلّ شانہٗ جہاں اپنے ساتھ شرک کرنے کی ممانعت کرتا اور اپنی پرستش و عبادت کا حکم دیتا ہے۔ اُس کے ساتھ ہی ماں باپ سے حسن سلوک اور احسان و مروّت کرنے کا بھی فرمان صادر کرتا ہے۔ چنانچہ کہیں فرمایا۔ لَاتَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ اللہ کے سوا کِسی کی پرستش نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان و مروّت سے پیش آؤ۔ کہیں یہ حکم آیا :-

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اُس کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سُلوک برتو کہیں ماں باپ کی تکالیف کو یاد دِلا کر یوں فرمان نافذ کیا +

وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡھًا وَّ وَضَعَتۡہُ کُرۡھًا (ہم نے انسان کو ماں باپ کے بارے میں حکم دیا۔ اُس کی ماں اُسے تکلیف سہ کر اُٹھائے پھرتی ہے۔ اور بڑے دُکھ اُٹھا کر اُسے جنتی ہے +

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک پیش آنے کے لئے کلام اللہ شریف میں تاکید کے ساتھ بار بار حکم آیا ہے۔ اور اس سخت تاکید کا یہ نتیجہ ہو سکتا تھا۔ کہ بیٹے ماں باپ کی عزت و تکریم۔ ادب و تعظیم میں اعتدال کی حد سے بڑھ جاتے۔ اور اُن کے حکم ماننے میں اپنے پاک پروردگار کے حکموں سے غافل رہتے یا اپنے ماں باپ کی وہ عزت و حُرمت کرنے لگتے۔ جو اُن کی نہیں۔ بلکہ ساری دُنیا کے پیدا کرنے والے کی کرنی چاہیئے۔ اسلئے فرمایا:۔ وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا ط وَ اِنۡ جَاھَدٰکَ لِتُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡھُمَا (ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر اے انسان وہ تجھ سے سختی کے ساتھ اس امر کا تقاضا کریں کہ تُو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو جسے تو اس قابل جانتا ہی نہیں۔ میرا شریک بنائے۔ تو

اِس بات میں اِن دونوں کا حکم ہرگز نہ مان۔ دوسری جگہ شرک کے بارے میں اُن کا کہا نہ ماننے کا حکم دے کر اِس بنا پر کہ کہیں تم اُن سے قطع تعلق ہی نہ کر بیٹھو۔ فرمایا:-

وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (دُنیا میں اُن کے ساتھ تو خوبی اور حُسن معاشرت سے رفاقت رکھ اور اطاعت و پیروی اُس کی کر۔ جو میری طرف رجُوع رکھتا ہے)*

ماں باپ اپنی اولاد کی بہتری چاہتے۔ اِن کے ساتھ شفقت و محبت کرنے کے ایسے عادی ہوتے ہیں۔ کہ اُن پر خواہ کتنی ہی مصیبت و تکلیف کیوں نہ وارد ہو۔ مرتے دم تک اِن کی بہتری کا خیال اُن کے صفحۂ دل سے محو نہیں ہوتا۔ مگر اولاد جب بڑی ہو جاتی ہے۔ اور اُس کے بال بچے ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے بال بچوں کی پرورش میں لگ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں جب کبھی اُن کے ماں باپ۔ یا اُن میں سے کوئی ایک جو زندہ ہو۔ اِس قدر ضعیف و ناتواں ہو جاتا ہے کہ اُس سے کوئی دُنیا کا کام نہیں بن پڑتا۔ اور بچوں کی طرح پرورش کا محتاج ہو جاتا ہے۔ تو اکثر اولاد اُن کے احسان و شفقت کو بھول جاتی

ہے - اور اُن کی خدمت کرنے سے جی چُراتی ہے
بلکہ بعض نالائق فرزند تو بڑی بُری طرح اُن سے
پیش آتے ہیں - خداوند تعالےٰ نے ایسی حالت
میں اُن پر رحمت و احسان کرنے کا یوں حکم دیا ہے
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا
فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا
قَوْلًا کَرِیْمًا ط وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ
الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ط
(اگر اُن میں سے کوئی ایک یا دو ہی تیرے سامنے
بڑھاپے کو پہنچ جائیں - تو اُنہیں اُف تک بھی نہ
کہ اور نہ جھڑکی دے - اُن کے ساتھ ادب و تعظیم
سے بات کر اور رحمت و شفقت کا سایہ اُن پر
ڈال - اور کہ اے پروردگار! جیسا کہ اُنہوں نے
مجھے چھٹپنے میں پالا پوسا - تو اُن پر رحم و کرم کر)
یہ تو ماں باپ کی عزّت و تعظیم اور اِن کی
اطاعت و خدمت کرنے کے متعلق خداوند پاک کے
حکم تھے - اب ہم تم کو رسُول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کی کچھ حدیثیں بھی سناتے ہیں - جس سے واضح ہوگا
کہ آپ نے اِس بارے میں کِس قدر تاکید فرمائی
ہے - ایک موقع پر فرمایا ہے ؎
کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ تعالےٰ مِنْھَا مَاشَاءَ

اِلاّ عقوقُ الوالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعجّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الحیاتِ قَبلَ المَمَاتِ (اللہ تعالےٰ ماں باپ کی نا فرمانی کے سوا اور سب گناہوں میں سے جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور نا فرمانی کرنے والے کو مرنے سے پہلے دُنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے) ماں باپ کے حق کے بارے میں سوال کرنے پر ایک شخص کو آپ نے یہ جواب دیا ھُمَا جنّتکَ وَنَارُکَ وہی تیری جنّت اور دوزخ ہیں۔ یعنی اگر تو اُن کی رضامندی حاصل کرے گا۔ تو بہشت کا حقدار بنیگا۔ نہیں تو دوزخ کی آگ میں پڑے گا آپ کے صحابی ابُوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کہتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا رَغِمَ اَنفُ رَغِمَ اَنفُ رَغِمَ اَنفُ مَن اَدرَکَ اَبَوَیہِ عِندَ الکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَمْ یَدخُلِ الجنّۃَ۔ خاک میں ملا۔ پھر خاک میں ملا۔ پھر خاک میں ملا۔ جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونو کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ اور بہشت میں داخل نہ ہوا۔ یعنی وہ شخص بہت ہی بد بخت ہے۔ جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونو کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ اور اُن کی خدمت کرکے بہشت میں داخل ہونے کا حق حاصل نہ کیا۔ آپ کے صحابی معاذ

بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنہٗ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہُ عَلَیہِ وسَلَّمَ نے دس چیزوں کی بابت ہمیں وصیت کی۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ وَلَا تَعُقَنَّ وَالِدَیْكَ وَ اِن اَمَرَاكَ اَن تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ (اور ماں باپ کی ہرگز نا فرمانی نہ کر۔ اگرچہ وُہ تجھے حکم دیں۔ کہ اپنے مال اور اہل سے الگ ہوجا) ایک روایت میں آیا ہے۔ اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ۔ (ضرور جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے) یعنی اگر اُن کی خدمت کرو گے۔ تو جنت میں جاؤ گے۔ آپ کے جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں۔ کہ جناب سرور کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ خدا کی رضامندی باپ کی رضامندی میں اور خدا کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔ یعنی اگر باپ کو راضی رکھو۔ تو خدا بھی تم سے راضی رہیگا۔ اور اگر اسے ناراض رکھوگے تو خدا بھی تم سے ناراض ہوگا۔ آپ نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کی طرف نیک نظر سے دیکھے۔ تو خدا اُس کو ہر ایک نیک نظر کیلئے ایک قبول کئے ہوئے حج کا ثواب عطا کریگا۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض

کی۔ کہ اگرچہ ایک دن میں سو دفعہ نیک نظر سے دیکھے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت اچھا ہے +

اِن حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ ماں باپ کی خدمت و تعظیم میں کتنا ثواب ہے۔ اور اُن کی بے ادبی اور نافرمانی میں کتنا عذاب؟ پس اے بچّو! تم اِس سے بچو۔ کہ ماں باپ کی نافرمانی سے عذابِ خدا میں گرفتار ہو جاؤ۔ اپنی ساری کوشش اور جد وجہد سے۔ اُن کی خدمت و تعظیم کرو۔ اور کبھی جائز صورت میں اُن کو ہرگز ناراض نہ ہونے دو +

سوچ اور بچار کا نتیجہ

جناب رسُولِ خدا صلّے اللہُ علیہِ وسلّم کے صحابی انس رضی اللہُ عنہُ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت رسُول خدا صلّے اللہُ علیہِ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ آپ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ جس کام کو تو کرنا چاہے۔ اُس کا انجام سوچ لے۔ اگر اُس میں کچھ بھلائی ہو۔ تو کمر بستہ ہو کر اُسے کر لے۔ اور اگر بُرائی کا اندیشہ تک بھی ہو تو اُس سے باز رہ

ہرگز عمل میں نہ لا۔ پس آپ کے اِس ارشاد کے مُطابق جب کبھی تمُ کوئی کام کرنے لگو۔ تو خوُب سوچ سمجھ لو۔ کہ اِس میں کیا فائدہ ہے؟ اور کیا نقصان؟ کونسی بہتری ہے؟ اور کونسی بُرائی؟ نقصان یا بُرائی ہو۔ تو اُس سے بچے رہو۔ ہرگز نہ کرو۔ فائدہ یا بہتری دیکھو تو پھر یہ سوچو۔ کہ کونسی تدبیر کریں جس سے کامیابی ہو۔ ناکامی کا مُنہ نہ دیکھنا پڑے آپ سوچو اوروں سے مشورہ لو۔ اور پھر جو تدبیر سب سے بہتر خیال میں آئے۔ اُس کے مطابق محنت و استقلال سے کام کرو۔ تکلیف اور دِقت سے نہ گھبراؤ۔ جو لوگ سوچ بچار کر کام کرتے ہیں۔ اور محنت سے نہیں گھبراتے وُہ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور دین و دنیا میں عزت پاتے ہیں۔ اس کی تصدیق اِن کہانیوں سے بخوبی ہوتی ہے۔ جو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں ✤

پہلی حکایت ہاتھی کا تولنا

ایک مدرس نے اپنے لڑکوں سے کہا۔ کہ جو کوئی تمُ میں سے ہاتھی کو تول کر بتلا دے۔ کہ وزن میں کتنا ہے۔ تو اُس کو پیٹ بھر مٹھائی کھلاؤنگا اس پر لڑکے ہنس کر کہنے لگے۔ واہ جناب!

آپ نے بھی کیا چھوٹی سی چیز کے تولنے کو فرمایا ہے۔ بھلا کہیں ہاتھی بھی تلے ہیں؟ ہم کہاں سے ایسی ترازو یا ڈنڈی لائیں۔ کہ اِس کے ایک پلڑے میں ہاتھی کو بٹھائیں۔ دُوسرے میں بٹ چڑھائیں اور ہاتھی کو تول کر بتلائیں۔ کہ اِس کا وزن اتنے من ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بکری کی طرح اِس کو ذبح کریں اور پارچہ پارچہ کر کے تول لیں۔ مگر ہاتھی کے مالک کو کب گوارا ہوگا۔ کہ ہزار بارہ سو رُوپے کے ہاتھی کا نقصان فقط اِس کا وزن دریافت کرنے کے لئے اُٹھائے +

مدرّس نے کہا۔ سنو لڑکو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ بہت سخت بیمار ہُوا۔ یہاں تک کہ اپنے جینے سے مایوس ہوگیا۔ اُس نے یہ منت مانی کہ خدا مجھے اچھا کردے۔ تو اُس کے نام پر اپنے ہاتھی کے برابر رُوپے تول کر بھوکے ننگے فقیروں کو خیرات کردُوں۔ خدا تعالےٰ نے اُس پر ترحّم فرمایا۔ اور وہ بہت جلد اچھا ہو گیا اب وہ حیران تھا۔ کہ ہاتھی کے برابر رُوپے میں کیونکر تولوُں؟ اُس کے دربار کے بڑے بڑے دانشمند اس فکر میں تھے۔ کہ کس تدبیر سے اس مشکل

کو حل کیجئے - بہتیرا سوچا - مگر کوئی بات نہ بن پڑی بادشاہ کو اپنی منّت کو پورا کرنا منظور تھا - اس لیئے اُس نے اشتہار دے دیا - جو شخص ہاتھی کے برابر رُوپے تول کر دِکھا دے - ہم اُسے معقول انعام دینگے - اِس پر ایک ملاح کو اِس بھاری بھرکم جانور کے تولنے کی بہت سہج ترکیب سُوجھی - اس نے بادشاہ کو بتائی - جس کے صِلے میں اوّل تو ملاح کو اتنا بھاری انعام مِلا - کہ امیر کبیر ہو گیا - پھر ہاتھی کے وزن کا لکھوکھا رُوپیہ - غریبوں - فقیروں - یتیموں بیواؤں - محتاجوں - لنگڑے - لُولوں - اندھے اپاہجوں میں تقسیم ہُوا - اِتنا بیان کر کے مدرّس صاحب نے لڑکوں سے کہا - دیکھو - ایک ملاّح نے اپنے سوچنے سے کتنے آدمیوں کا دامن دولت سے پُر کر دیا - اور آپ بھی کتنا بھاری فائدہ اُٹھایا - اگر تم بھی سوچا کرو - تو ضرور کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا کر لوگے - جس سے اوروں کو بھی فائدہ پہنچے اور تمہیں بھی معقول منافع ہو - ہاتھی کا تولنا ایسا دشوار نہ تھا - جسے بغیر سوچے ایسا مشکل جان لیا - کہ اس کے گلے پر چھُری پھیرنے اور بوٹیاں اُڑانے لگے اب میں پھر تم سے کہتا ہُوں - کہ سوچو ملاّح نے کِس ترکیب سے اُسے تولا +

یہ سُن کر لڑکے رات دن غور و خوض کرنے لگے۔ سُبحان اللہ فکر و غور بھی اللہ کی عطا کی ہُوئی عجیب چیز ہے۔ اگر ایک بات سات پردوں میں بھی چھپی ہو۔ تو وُہ غور کرنے والوں کو ظاہر دِکھائی دے جاتی ہے سوچتے سوچتے آخر ایک لڑکے کی سمجھ میں آگیا کہ ملّاح نے ہاتھی کو کیونکر تولا ہوگا۔ لڑکے کو جب یہ ترکیب سُوجھی۔ اُسے اتنی فرحت و مسرت حاصِل ہُوئی۔ کہ اِس کا بیان تحریر میں نہیں آسکتا۔ ہاں اگر کبھی کِسی مشکِل کام کو تمُ نے کرنا شروع کیا ہوگا۔ اور وُہ تمُ سے نہ ہو سکتا ہوگا۔ اور پھر سوچتے سوچتے آخرکار تم نے اُس کے کرنے کی ترکیب نِکال لی ہوگی۔ تو اُس وقت جو خوشی تمہیں حاصِل ہوئی ہوگی۔ اُس سے اُس لڑکے کی حالت کا اندازہ خود ہی کر لوگے۔ مدرّس کی خدمت میں جب لڑکے نے آکر کہا۔ کہ مَیں نے وُہ ترکیب پائی۔ سارے مدرسے کے طالب عِلم حیران رہ گئے۔ اور اِسی اِنتظار و شوق میں تھے کہ اُسے سنیں۔ چنانچہ، مدرّس کی اجازت سے سب لڑکے اکٹھے ہُوئے۔ اور اُس لڑکے نے وہ ترکیب بتانی شرُوع کی۔ اُس نے کہا۔ ملّاح نے یہ ترکیب کی ہوگی۔ کہ پہلے ایک کشتی کو دریا کے کنارے پر

لایا ہوگا۔ اور اُس کو تختوں سے پاٹا ہوگا۔ اور ہاتھی کو دریا کے کنارے پر لے گیا ہوگا اور کشتی پر چڑھایا ہوگا۔ اِس کے بوجھ سے جتنی کشتی ڈوبی ہوگی۔ اُس پر نشان کر لیا ہوگا۔ اور ہاتھی کو کشتی میں سے نکال کر کنارے پر لایا ہوگا۔ پھر بادشاہ سے عرض کیا ہوگا۔ کہ اب آپ کشتی میں رُوپے بھروائیں۔ جب تک کہ وُہ کشتی اتنی ہی پانی کے اندر ڈُوب گئی ہوگی۔ جتنی ہاتھی کے چڑھنے سے ڈوبی تھی۔ رُوپے بھرواتا رہا ہوگا۔ اور اِس طرح اُس نے ہاتھی کے وزن کے برابر رُوپوں کو تولا ہوگا +

جب اِس لڑکے نے یہ ترکیب سُنائی۔ تو سارے لڑکے مارے خوشی کے اُچھل پڑے۔ اور اُس کے ذہن رسا کی داد دینے لگے۔ اُدھر مدرّس صاحب نے بھی اِس کی ذہانت کی داد دی۔ اور وعدے کے مطابق اُسے پیٹ بھر کر مٹھائی کھلائی +

بچّو! تمُ کسی بات کو مشکل نہ جانو۔ سوچنے اور غور کرنے پر مشکل سے مشکل بات بھی سہل ہو جاتی ہے۔ پہلے یہ امر کیسا دُشوار معلوم ہوتا تھا کہ ہاتھی تلُ جائے۔ مگر ایک ملّاح نے سوچ کر

اُس کے تولنے کی کیسی سہل ترکیب نکال لی۔ اگر تم کسی پیشہ و ہنر یا علم میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو فکر و غور۔ مطالعہ و خوض کی عادت ڈالو۔ اِس سے تمہاری مشکلیں حل اور دِقتیں رفع ہو جائینگی ٭

جو حکایت اُوپر بیان ہوئی۔ وُہ تو ایک عام آدمی کے غور کا نتیجہ تھا۔ اِسی طرح عالموں نے بھی غور و خوض کے بعد نہایت ہی عجیب وغریب باتیں نکالی ہیں۔ ریل۔تار۔ برقی اور مختلف اقسام کی کلوں کا اجرا اِسی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ لیکن ہم تمہیں اُن کے متعلق کوئی اور کہانی سنانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اِن کی اکثر باتیں تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ اب انسان کو حیوانوں کی غور و فکر سے جو عجیب و غریب بات ظہور میں آئی ہے۔ وُہ تم کو سناتے ہیں۔ ذرا اِسے بھی غور و توجہ سے سُنو اور فائدہ اُٹھاؤ۔

دُوسری حکایت۔ زندہ پُل

تم نے بہت سے پُل اینٹ۔ پتھر۔ چونے کے چُنے ہوئے لکڑی لوہے کے بنے ہوئے کشتیوں اور پیپوں کے بندھے ہوئے دیکھے۔ یا سُنے ہونگے۔

جو نہ اپنے تئیں آپ بنا سنوار سکتے ہیں۔ نہ بگاڑ اور ڈھا سکتے ہیں۔ مگر ہم تمُ کو ایک زندہ پُل کا ذکر سُناتے ہیں۔ جو اپنے تئیں آپ بناتا۔ اور آپ ڈھاتا ہے۔ سنو! ایک ندی کے کنارے پر ایک کپتان صاحب اور بہت سے لڑکے کھڑے تھے۔ کہ ایک ملک سپین کے رہنے والے نے کہا یہاں تھوڑی دیر میں بندروں کا لشکر آنے والا ہے۔ جو یہاں سے ندی کو عبُور کرکے سامنے کی پہاڑیوں میں غائب ہو جائیگا۔

کپتان صاحب نے پوچھا۔ یہ لشکر کیونکر آئیگا۔ ندی تو بہت چڑھی ہُوئی ہے۔ کیا اِس میں تیر کر پار اُتریگا۔ یا پھلانگ جائیگا۔ اِس شخص نے جواب دیا۔ کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ بندر پانی کے اندر جاتے ہُوئے ایسے ہی ڈرتے ہیں۔ جیسے آگ میں جانے سے۔ رہا ندی سے پھلانگنا سو اتنی چوڑی ندی پر سے یہ بھی ممکن نہیں۔ کپتان صاحب نے پُوچھا۔ تو پھر کیونکر عبُور کرینگے۔ اِس شخص نے جواب میں کہا۔ کہ بندروں کا قاعدہ ہے جب وہ کسی ندی یا دریا کی دھار سے پھلانگ کر عبور نہیں کر سکتے۔ تو وہ اپنا پُل بنا کر پار اُترتے ہیں۔ کپتان صاحب نے تعجب سے کہا کہ وہ پُل

کیونکر بنا سکتے ہونگے (مصرعہ) کار بوزینہ نیست بخاری *
اُس شخص نے جواب دیا۔ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا" ابھی تھوڑی دیر میں دیکھ لینا *

وُہ باتیں کر ہی رہے تھے۔ کہ اُن کے کانوں میں شور و غل کی آواز آئی ۔ کپتان صاحب نے پُوچھا یہ کیسی آواز ہے ۔ اُس شخص نے کہا بندروں کی۔ پھر آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ تو اُن کی فوج کی فوج سامنے نظر پڑی۔ جو سپاہیوں کی طرح پرا باندھے اپنے افسروں کے ماتحت چلی آتی ہے اور ایک بُوڑھا بندر جس کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اِن کا سپہ سالار آگے آگے چلا آتا ہے *

جب یہ فوج ندی کے کنارے پر پہنچ گئی تو اُس کے افسروں میں سے ایک جو بہت قوی اور تنومند تھا۔ چھلانگ مار کر جھٹ پار اُترا اور دیکھ بھال کر کے اُلٹا چلا آیا۔ اپنے سپہ سالار سے یہاں کی کچھ خبر سُنائی۔ جس پر اُس نے اپنے لشکر کے چند بندروں کو جو بے شک انجنیر تھے حکم دیا۔ وُہ فوراً ندی کے کنارے دوڑے آئے اور دونو طرف کے درختوں کی مضبُوطی کو خوُب جانچا۔ اِس کے بعد بندر ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے۔ یہ درخت ایسے موقع پر تھا۔ جہاں ندی

کی دھار بہت کم چوڑی تھی۔ اِن بندروں کی سپاہ میں جو خوب ہٹے کٹے۔ چست و چالاک تھے۔ درخت کے تنے پر آگے پیچھے چڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ درخت کی سب سے اُونچی جگہ پر پہنچ گئے۔ اب ایک بندر نے درخت کے ٹہنے میں اپنی دُم کے کئی پیچ لپیٹے۔ اور اپنے ہاتھ اور سر کو نیچے لٹکا دیا۔ اُس کے نیچے دُوسرا بندر آگیا اور اپنی دُم پہلے بندر کی گردن اور بازوؤں میں لپیٹی۔ اور دونو ہاتھ نیچے کر کے لٹک گیا۔ پھر تیسرے بندر نے بھی یہی کیا۔ غرض چودہ بندر یُونہی لٹک لٹک اپنی ایک لڑی بناتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ سب سے نیچے کے بندر نے ہاتھ ٹیک ٹیک کر چھوٹے چھوٹے جھونٹے لینے شروع کیے۔ اور جھونٹوں کو یہاں تک بڑھایا۔ کہ وہ ندی کی دُوسری طرف درخت کی شاخوں میں پہنچ گیا۔ یہاں اُس نے اپنے ہاتھوں سے شاخ کو ایسی پھرتی اور سلیقے کے ساتھ مضبوط پکڑا۔ کہ اِن کی اِس جیتی لڑی کو کوئی جھٹکا اور جھکولا نہیں پہنچا۔ دونوں کناروں کے درمیان اِن بندروں کی لڑی کا زندہ پُل بندھ گیا۔ اور اُس پر سے بندروں کا لشکر اُترنا شروع ہُوا۔ چار پانچ سو

بندر ایک بات کی بات میں پار اُتر گئے +
کپتان صاحب نے عمُر بھر یہ اچنبے کا تماشا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ وُہ مارے ہنسی کے پھڑکے جاتے تھے۔ ایسا معلوُم ہوتا تھا۔ کہ ہر بندر کے چہرے پر ایک ایسا لطیفہ لکھا ہے۔ جس کے پڑھنے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ دیکھ کر لڑکوں نے بھی ایک قہقہہ لگایا۔ اور کہنے لگے یہ بندر جو کسی مُسافر کو پکڑ کر ایسا ستاتے ہیں۔ کہ وُہ چیخ اُٹھتا ہے۔ شاید اِس کا سبب یہی ہے کہ وہ اِس پلُ کا محصوُل اِس سے وصول کرنا چاہتے ہیں +

اب سارا لشکر تو اُدھر اُتر آیا۔ مگر اِن بندروں کی رہائی کا حال بتانا ابھی باقی ہے۔ جو پلُ کے زنجیرے میں پھنس رہے تھے۔ بچو! بھلا سوچ کر بتاؤ۔ اُنھوں نے کس طرح رہائی پائی ہوگی۔ اوہو! تم نے بہت وقت لے لیا۔ اور ابھی کوئی بات نہ بتائی آؤ ہمیں سے سنو! جس طرف کو بندر پار اُتر آئے تھے۔ اُس طرف پلُ کا سِرا بہت نیچا تھا۔ اگر دوُسری طرف کو پہلا بندر درخت کی شاخ میں سے اپنی دُم کو کھولتا۔ تو ضرور اُس پل کے پانچ چھ بندر ندی کے پانی پر ہچکنی کھاتے یا کنارے سے

ٹکراتے اور اوروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان گنواتے۔ اِن ہُنرتیلے جانوروں کے انجنیروں نے سوچا۔ کہ جانوں کا جانا اچھا نہیں۔ بلکہ کسی ترکیب سے سب کو بچانا بہتر ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے حکم دیا تو ایک بندر درخت پر چڑھا۔ اور اپنی دُم لٹکا کر نیچے کے بندر کے گلے میں لپیٹی۔ پھر دُوسرا بندر چڑھا اُس نے دُم لٹکا کر پہلے بندر کی گردن میں لپیٹ دی۔ غرض چھ سات بندروں نے ایسا ہی کیا اب اُوپر والے بندر نے زور سے اُنہیں اُوپر اُٹھایا۔ یہاں تک کہ پل کے نیچے کا سِرا دُوسری طرف کے سِرے کے برابر اونچا ہوگیا۔ پھر ایک ایسی آواز لگائی۔ جس سے سب بھائیوں کو خبر ہوگئی۔ کہ سارا کام تیار ہوگیا۔ یہ اطلاع پاتے ہی دُوسری طرف کے آخری بندر نے شاخ میں سے اپنی دُم کو کھولا۔ جس کے کھلتے ہی یہ زندہ پل پھر جھولا بن گیا اور تمام بندر دُوسری طرف آگئے۔ اور دم کی دم میں جنگل میں جاکر کہیں غائب ہوگئے۔

عزیز بچو! تم نے اِس زندہ پل اور اِن ہُنرگر سرتیلے جانوروں کے فکر رسا کا حال پڑھا اِس سے تم خود یہ نتیجہ نکال سکتے ہو۔ کہ جب ادنےٰ جانور ذرا سوچ سمجھ کر بہت سی مشکلات

کو حل کیا کرتے ہیں۔ تو تم جو انسان اور تمام مخلوقات سے اشرف و افضل ہو۔ غور و فکر کرنے پر کیوں نہ اپنی مشکلات کو حل کر سکو گے بے شک سمجھنے اور سوچنے پر آدمی وہ باتیں نکالتا ہے۔ کہ خود اُنہیں دیکھ کر عش عش کرتا ہے۔ پس پیارے طالب علمو! سوچنے اور غور و فکر کرنے کی عادت پیدا کرو۔ اس سے تم کو دین و دنیا کے کاموں میں بہت سے فوائد پہنچینگے +

تھوڑے پر قناعت

بعض لوگوں کا قاعدہ ہے۔ تھوڑی چیز ملے۔ تو اُس کو لینا پسند نہیں کرتے۔ چاہتے ہیں۔ کہ بہت سا مِل جائے۔ مگر وہ اپنی اِس زیادہ طلبی سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بلکہ اُلٹا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور جو تھوڑا سا فائدہ حاصل ہونا ہوتا ہے۔ اُسے بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ چنانچہ بعض لڑکوں کا قاعدہ ہے۔ کہ سبق پڑھنے لگتے ہیں تو تھوڑے پر قناعت نہیں کرتے۔ بہت سا پڑھ لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ پچھلا پڑھا ہُوا بھُول جاتے ہیں۔ اور اِمتحان میں فیل ہو جاتے ہیں +

ایسا ہی بعض کِسانوں کی عادت ہے۔ کہ جب کوئی چیز بونے لگتے ہیں۔ تو تھوڑے پر قناعت نہیں کرتے۔ حد سے زیادہ بو دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ سارے کھیت کو پانی نہیں دے سکتے۔ اور جب پانی نہیں ملتا۔ تو کھیت سُوکھنے لگتا ہے۔ اِس وقت بھی اُن کی زیادہ طلبی کی خواہش اُنہیں تھوڑے پر قناعت نہیں کرنے دیتی۔ اب اُن کے لئے فائدہ تو اِس میں ہے۔ کہ جس قدر کھیت اچھی حالت میں ہو۔ اُسی کو پانی دئے جائیں۔ اور اُسی کی سرسبزی و حفاظت میں کوشش کریں۔ باقی کو سُوکھنے دیں۔ لیکن وُہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ پھر بھی سارے کھیت کو پانی دِیئے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارے کھیت کے لئے کافی پانی بہم نہیں پہنچتا اِس لئے یا تو سارا کھیت سُوکھ جاتا ہے۔ یا سُوکھتا نہیں۔ تو اُس میں پیداوار بہت تھوڑی ہوتی ہے جس سے محنت و خرچ کے مقابلے میں آمد کچھ بھی نہیں ہوتی۔ اور کسان مفلس و تنگدست ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وُہ تھوڑے سے کھیت پر ہی زیادہ محنت کرتے۔ اور اُسی کی پرورش میں جان کھپاتے۔ تو کھیت بہت اچھا ہوتا۔ اور

اُسی سے اِتنی آمد ہو جاتی۔ کہ وُہ نہال ہو جاتے
بعض ناتجربہ کار سوداگروں کا بھی یہ قاعدہ ہے۔
کہ وُہ کوئی چیز خرید کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔
اور اِس امید میں کہ جب نرخ بہت گراں ہوگا۔
تو بیچینگے۔ اُس چیز کو بند رکھتے ہیں۔ لیکن اِس
سے اُن کو اکثر نقصان ہوتا ہے۔ اور زیادہ منافع
اُٹھانے کے عوض اکثر اصل مال کو بھی ضایع کر
بیٹھتے ہیں۔ اگر بجائے اِس کے تھوڑے پر قناعت
کریں۔ اور جو چیز اُنہوں نے خریدی ہے۔ تھوڑا
فائدہ اُٹھا کر بیچ ڈالیں۔ اور جو روپیہ ملے۔ اُس
سے کوئی اور چیز خرید لیں۔ اور اُسے بھی فائدے
پر بیچ دیں۔ تو اِس طرح وُہ کام میں بھی لگے
رہیں۔ تجربہ بھی زیادہ حاصِل کریں۔ اور جسقدر
فائدہ ایک چیز کو مُدتوں پڑا رکھنے میں ہوتا ہے
اُس سے زیادہ اِس ہیر پھیر میں اُٹھالیں +

جیسا کروگے۔ ویسا بھروگے

جیسا سلوک تم کسی کے ساتھ کروگے۔ ویسا ہی
تمہارے ساتھ کیا جائیگا۔ نیکی کروگے۔ تو اُس کا
نیک عوض پاؤگے۔ بُرائی کا بیج بوؤگے۔ تو بُرا

بُھا پھل کھاؤ گے۔ ظلم کرو گے۔ تو مظلوم ہی بنو گے۔ کسی پر ہنسو گے۔ تو تم پر بھی لوگ ہنسیں گے۔ کسی کی مدد سے جی چراؤ گے۔ تو اپنی امداد میں بھی لوگوں کو غافل پاؤ گے۔ گالی دو گے۔ تو گالیاں سنو گے۔ عاجز کو پیٹو گے۔ تو عاجز ہو کر پٹو گے۔ دھوکا دو گے۔ تو دھوکا کھاؤ گے۔ غرض جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اگر چاہتے ہو۔ کہ تمہارے ساتھ نیک سلوک ہو۔ دُنیا میں عزّت پاؤ۔ آخرت میں بہشتِ بریں کے مزے اُڑاؤ۔ تو سب کے ساتھ نیکی و مروّت سے پیش آؤ۔ کسی پر ظلم و تشدّد نہ کرو۔ جہاں تک بنے خوش کلامی اور ملائمت۔ خیر خواہی اور سعادت کو اپنا شعار بناؤ۔ ورنہ دُکھ دو گے۔ تو دُکھ سہو گے۔ اور "اُس ہاتھ دے اِس ہاتھ لے" کی مثل تم پر صادق آئیگی۔ خداوند تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا۔ جس نے نیک کام کیا۔ آپ ہی نیکی کا اجر پایا۔ اور جس نے بُرائی کی اُس نے عذاب کی مصیبت اپنے اُوپر لی۔ غرض جس نے کوئی نا معقول حرکت کی۔ اُس کی سزا بھی سہی اور "چاہ کن را چاہ در پیش" کی مثل اُس پر صادق

آئی - اب تمہیں ایک کہانی سُناتے ہیں - جس سے
اِس امر کی پوری پوری تصدیق ہو جائیگی +

حکایت

ایک لڑکا گلی میں زینے پر بیٹھا تھا - اُس کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا تھا - دُوسرے میں روٹی - وُہ روٹی کھاتا جاتا تھا - اور ساتھ ہی غنغنا کر کچھ گاتا جاتا تھا - اِسی حالت میں اُس کی نظر ایک کتے پر پڑی - جو اُس کے پاس ہی چُپ چاپ بیٹھا تھا اُس نے کتے کو پچکار کر اپنے پاس بلایا - وہ مہربانی کے کلمے سنکر اُٹھا - کان پھڑ پھڑائے - دُم ہلائی - اور اُس کے پاس آکر کھڑا ہوگیا - لڑکے نے روٹی کا ٹکڑا لے کر ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا - جُونہی کتا ٹکڑا لینے کو آگے بڑھا - اُس نے زور سے ایک ڈنڈا اُس کی پیٹھ پر لگایا - غریب کُتّا چلاتا ہُوا بھاگا - لڑکا اپنے اِس شرارت کے کام پر بہت خوش ہوا - اور کھلکھلا کر ہنسنے لگا +

گلی کی دُوسری طرف ایک کھڑکی تھی - جس میں ایک شریف آدمی بیٹھا تھا - اُس نے لڑکے کی یہ ساری شرارت دیکھی - اُس کتے پر تو رحم آیا اور اُس شریر لڑکے پر غصہ - چاہا کہ اُس کو اُس کے

ظلم کی سزا دے۔ اور جو شرارت اُس نے کی ہے
اُسے اُس کا مزہ چکھائے۔ یہ ٹھان کر اُس نے
ایک دونّی اپنے ہاتھ میں لی۔ اور لڑکے کو اِس
ترکیب سے دِکھائی۔ جس سے سمجھا۔ کہ یہ مجھے اِنعام
کے طور پر دیا چاہتا ہے۔ یہ دیکھ کر لڑکا شریف
مرد کے پاس آ گیا۔ اُس نے پُوچھا۔ کیوں میاں
لڑکے! یہ دونّی لیا چاہتے ہو؟ لڑکے نے جواب
میں کہا ہاں! کیوں نہیں؟ اگر آپ عنایت فرمائیں
پھر اُس شریف مرد کی مرضی پا کر دونی لینے کو
ہاتھ بڑھایا۔ اُس نے دونّی تو ہٹا لی اور زور سے ایک
ڈول اُس کے ہاتھ پر لگایا جس سے وہ بہت رویا چیخا اور چلایا
جب اُسے حد سے ذرا آرام ملا۔ تو منہ بنا کر شریف آدمی سے
کہنے لگا۔ میں نے آپ کا کیا نقصان کیا تھا؟
اور کب آپ سے دونّی مانگی تھی؟ شریف نے
جواب دیا۔ کتّے نے تمہارا کیا نقصان کیا تھا؟
اور تم سے روٹی کا ٹکڑا کب مانگا تھا؟ جیسا تم
نے اُس کے ساتھ سلوک کیا۔ ویسا ہی تمہارے
ساتھ ہوا۔ "کردنی خویش آمدنی پیش"

نظم

حمدِ باری تعالےٰ عزّ اِسمہٗ

اے سب سے اوّل اور آخر
جہاں تہاں حاضر اور ناظر

اے سب داناؤں سے دانا
سارے تواناؤں سے توانا

اے بالا ہر بالا تر سے
چاند سے سُورج سے امبر سے

اے سمجھے بُوجھے بن سُوجھے
جلنے پہچانے بن بُوجھے

سب سے انوکھے سب سے نرالے
آنکھ سے اوجھل دِل کے اُجالے

اے اندھوں کی آنکھ کے تارے
اے لنگڑے لولوں کے سہارے

ناتیوں سے چھوٹوں کے ناتی
ساتھیوں سے بچھڑوں کے ساتھی

ناؤ جہاں کی کھینے والے
دُکھ میں تسلّی دینے والے

جب اور اب تجھ سا نہیں کوئی
تجھ سے ہیں سب تجھ سا نہیں کوئی

جوت ہے تیری جل اور تھل میں
باس ہے تیری پھُول اور پھل میں

ہر دل میں ہے تیرا بسیرا
تو پاس اور گھر دُور ہے تیرا

راہ تری دُشوار اور سکڑی
نام ترا رہگیر کی لکڑی

تو ہے ٹھکانا مسکینوں کا
تو ہے سہارا غمگینوں کا

تُو ہے اکیلوں کا رکھوالا
تو ہے اندھیرے گھر کا اُجالا

لاگو اچھے اور بُرے کا
خواہاں کھوٹے اور کھرے کا

بید نرالے بیماروں کا
سیج میں دل بہلانے والا
پورب پچھم دکھن اُتر
پیاؤ لگی ہے سب کیلئے یاں
ہو نہ اگر قسمت نے کمی کی
چیونٹی کیڑا مچھر بھُنگا
سارے پنچھی اور پکھیرو
بھیڑ اور بکری شیر اور چیتے
کھلا ہے سب پر در رحمت کا
خاک سے تو نے بیج اُگائے
سیپ کو بخشی تو نے دولت
لکڑی میں پھل تو نے لگائے
ہیرا بخشا کان کو تو نے
جگنو کو بجلی کی چمک دی
دین سے تیرے اے میرے مولیٰ
عام ہے سب پر تیری رحمت
بے آسوں کی آس ہے تو ہی
بس والے ہیں یا بے بس ہیں
ساتھی جن کا دھیان ہے تیرا
دل میں ہے جن کے تیری بڑائی

گاہک مندے بازاروں کا
بپتا میں یاد آنے والا
بخشش تیری عام ہے گھر گھر
خواہ ہوں ہندو خواہ مسلماں
کی نہیں بندی تو نے کسی کی
کچھوا بنا کر سیپ اور گھونگا
مور پپیہا سارس پیرو
تیرے جلائے ہیں سب جیتے
برس رہا ہے مینہ نعمت کا
پھر پودے پروان چڑھائے
اور بخشا مکھی کو امرت
اور کوڑی[1] پہ پھول کھلائے
مشک دیا حیوان کو تو نے
ذرے کو کندن کی دمک دی
سب ہیں نہال ادنیٰ اور اعلیٰ
ہیں محروم مگر بد قسمت
جاگتے سوتے پاس ہے تو ہی
تو نہیں جن کا وہ بیکس ہیں
دُسرایٹ کی، وہاں نہیں پروا
گنتے ہیں وہ پربت کو رائی

لہ کوڑا ڈالنے کی جگہ - پنجابی اروڑی

بے کس کا غمخوار ہے تو ہی
بُری بنی کا یار ہے تو ہی
تو ہی ڈبوئے تو ہی ترائے
تو ہی یہ بیڑے پار لنگھائے
تو ہی مرض دے تو ہی دوا دے
تو ہی دوا دارو میں شفا دے
تو ہی پلائے زہر کے پیالے
تو ہی پھر امرت زہر میں ڈالے
تو ہی دلوں میں آگ لگائے
تو ہی دلوں کی لگی بجھائے
چمکارے چمکار کے مارے
مارے مار کے پھر چمکارے
پیار کے تیرے پوچھنا کیا ہے
مار میں بھی تیری ایک مزا ہے
تو جو چاہے وُہ نہیں ٹلتا
بندے کا یہاں بس نہیں چلتا
مارے اور نہ دے تو رونے
تھپکے اور نہ دے تو سونے
ٹھیرے بن آتی ہے نہ بھاگے
تیری زبردستی کے آگے
تجھ سے کہیں گر بھاگنا چاہیں
بند ہیں چاروں کوٹ کی راہیں
تُو مارے اور خواہ نوازے
پڑے ہیں تیرے ہم دروازے
اے غمخوار ہر اک بے کس کے
حامی ہر عاجز بے بس کے
ہے اپنے عاجز بندوں پر
پیار تیرا ماں باپ سے بڑھکر
جس نے لگی میں تجھ کو پکارا
سامنے تیرے ہاتھ پسارا
پھرا نہ خالی اِس چوکھٹ سے
گیا نہ پیاسا اِس پنگھٹ سے
کِس کو زمانے نے ہے ستایا
تو نہیں جسکے آڑے آیا
اُجڑے کھیڑے تو نے بسائے
ڈوبے بیڑے تو نے ترائے
مظلوموں کی داد کو پہنچا
قیدیوں کی فریاد کو پہنچا
بنجر ملک آباد کرائے
اور بردے آزاد کرائے
سہل اور مشکل تجھکو ہے یکساں
ہمکو ہے مشکل تجھکو ہے آسان

رنج اور دُکھ قبضے میں ہے تیرے
چین اور سُکھ قبضے میں ہے تیرے

ہلتے ہیں پتّے تیرے ہلائے
کھلتے ہیں غنچے تیرے کھلائے

مُٹھّی میں ہیں تیری ہوائیں
قابو میں ہیں تیری گھٹائیں

تجھ سے ہے دریاؤں کی روانی
تیرے بہلائے بہتے ہیں پانی

جھیل سمندر پربت رائی
کہنے میں ہے سب تیرے خدائی

اے رحمت اور ہیبت والے
شفقت اور دباغت والے

اے اٹکل اور دھیان سے باہر
جان سے اور پہچان سے باہر

عقل سے کوئی پا نہیں سکتا
بھید تیرے حکموں میں ہیں کیا کیا

ایک کو تو نے شاد کیا ہے
ایک کے دِل کو داغ دیا ہے

اِس سے نہ تیرا پیار کچھ ایسا
اِس سے نہ تو بیزار کچھ ایسا

ہر دم تیری آن نئی ہے
جب دیکھو تب شان نئی ہے

یاں پچھوا ہے واں پروا ہے
گھر گھر تیرا حکم نیا ہے

پھول کہیں کملائے ہوئے ہیں
اور کہیں پھل آئے ہوئے ہیں

کھیتی ایک کی ہے لہراتی
ایک کا ہر دم خون سکھاتی

ایک پڑے ہیں دھن کو ڈبوئے
ایک ہیں گھوڑے بیچ کے سوئے

ایک نے جب سے ہوش سنبھالا
رنج سے اُس کو پڑا نہ پالا

ایک نے اِس جنجال میں آکر
چین نہ دیکھا آنکھ اُٹھا کر

مینہ کہیں دولت کا ہے برستا
ہے کوئی پائی تک کو ترستا

ایک کو مرنے تک نہیں دیتے
ایک اُکتا گیا جیتے جیتے

حال غرض دنیا کا یہی ہے
غم پہلے اور بعد خوشی ہے

یاں نہیں بنتی رنج سہے بن
رنج نہیں سب ایک سے لیکن

ایک سے یاں رنج ایک ہے بالا — ایک سے ہے درد ایک نرالا
حکم سے تیرے پر نہیں چارا — کڑوی میٹھی سب ہے گوارا
زور ہے کیا پتّے کا ہوا پر — چلتا ہے جدھر لے جائے اُڑا کر
اے اچھے اور بُرے کے بھیدی — کھوٹے کے کھرے کے بھیدی
چھپی ڈھکی کے کھولنے والے — بُری بھلی کے تولنے والے
بھید دلوں کے جاننے والے — پاپ اور پُن کے چھاننے والے
اے بے آسروں کے رکھوَیا — اے ڈوبے بیڑوں کے کھوَیا
کیجیو میری کشتی بانی — آ پہنچا ہے ڈُباؤ پانی
اب تیرے گی ترائی تیری — ڈوبی ناؤ دُہائی تیری
دل میں لگن بس اپنی لگا دے — سارے غم اپنے غم میں بھلا دے
غیر کے رشتے توڑ دے سارے — دِل کے پھپھولے پھوڑ دے سارے
تو ہی ہو دل میں تو ہی زباں پر — مار کے جاؤں لات جہاں پر

پاؤں تجھے ایک گنوا کر
خاک میں جاؤں سب کو ملا کر

مناجات

کریں التجا کس سے ہم اے خدا — نہیں دُوسرا کوئی تیرے سوا
سوا تیرے مشکل کشا کون ہے — غریبوں کا والی بتا کون ہے
تو فرماں روا ہم ہیں فرماں پذیر — ہم افتادہ بیکس ہیں تو دستگیر
کیا ہم نے یہ جان و دِل سے قبول — کہ سچّا ہے تُو اور تیرا رسُول
ہمارا یہ ایماں بالغیب ہے — کہ تو سب کا معبود لاریب ہے

بھلا کیونکہ ہو یہ ہماری مجال
نہ مانیں ترا حکم اے ذوالجلال

مگر نفسِ غافل کے مکر و فریب
لئے لیتے ہیں عقل و صبر و شکیب

جہاں پھونکا اک وسوسہ کان میں
تزلزل پڑا دین و ایمان میں

پڑا جس گھڑی معصیت کا حجاب
نہیں سوجھتا کچھ ثواب و عذاب

کٹی ہائے غفلت میں عمرِ عزیز
نہ کی نیک و بد میں ذرا بھی تمیز

کئے فعل ہم نے بہت ناسزا
ہوئی ہم سے واقع خطا پر خطا

خطائیں میری عفو کر اے کریم
کہ ہے ذات تیری غفور و رحیم

ہے افسوس پاس ایک خوشہ نہیں
سفر ایسا دور اور توشہ نہیں

نہ نالاں ہو کیوں بیدل خستہ تن
یہ ساماں اور منزل ایسی کٹھن

مدد میری اے میرے رحمٰن کر
میری سخت منزل کو آسان کر

رکھ ایسا محبت میں ثابت قدم
کہ غافل نہ ہوں تجھ سے میں ایکدم

رہوں یا کہ دنیا میں جاؤں گزر
نہ نکلوں ترے حکم سے ذرہ بھر

ہیں دنیا میں جو مہرباں اور شفیق
یہ سب جیتے دم تک ہیں اپنے رفیق

پھر انجام جس دن دم آخر ہوا
ہوں سب قبر میں رکھ کے اک اک جدا

نہ پوچھیگا تربت پہ آکر کوئی
کہ اے خستہ تن کیا ہے حالت تری

مگر تجھ سے امید ہے اے خدا
کہ ہر حال میں تو ہو مونس مرا

نہ رسوا مجھے اے خدا کیجیو
میری شرم محشر میں رکھ لیجیو

عمل پر نہیں زعم بالکل مجھے
نبی کا ہے ہاں اک توسل مجھے

خطائیں میری بخش دیجو تمام
طفیل پیمبر علیہ السلام

کلام اللہ کی خوبیاں

اے عزیزو! سنو کہ بے قرآں — حق کو پاتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں — اُن پہ نیکی کا کچھ اثر ہی نہیں
ہے یہ قرآں میں اک عجیب اثر — اس سے ملتا ہے خالقِ اکبر
کوے حق میں یہ کھینچ لاتا ہے — پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے — سینے کو خوب صاف کرتا ہے
راہ نیکی کی یہ دکھاتا ہے — کج روی سے یہی بچاتا ہے
شرک کو دل سے دُور کرتا ہے — کبر و نخوت کو چُور کرتا ہے
سینے میں نقشِ حق جماتا ہے — دل سے غیرِ خدا اُٹھاتا ہے
بحرِ حکمت ہے یہ کلام تمام — عشقِ حق کا پلاتا ہے یہ جام
دل کے اندھوں کی ہے دوا یہ ہی — سُرمہ ہے بس خدا نما یہ ہی
اس سے منکر جو بات کہتے ہیں — سربسر واہیات کہتے ہیں
دل سے حق کو بھلا دیا ہیہات — دل کو پتھر بنا لیا ہیہات
ہم سے اس داستاں کا حال سنیں — حسن اُس کا سنیں جمال سنیں

آنکھیں پھوٹیں تو غیر کان سہی
نہ سہی یوں ہی امتحان سہی

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ترا شکر کیونکر ہو پروردگار — زباں ایک اور نعمتیں بیشمار
کیا تو نے دل روشن ایمان سے — مشرف کیا ہم کو قرآن سے

نبیؐ ہم پہ بھیجا جمیل الشیم — دیا ہم کو القاب خیر الاُمم
نبی ایسا بھیجا بشیر و نذیر — ہُوا ہے نہ ہو جسکا ہرگز نظیر
محمدؐ وُہ مقبول ہر دوسرا — جسے تُو نے محبوب اپنا کیا
محبتو یہ وہ نام محبوب ہے — جو عرشِ الٰہی پہ مکتوب ہے
ہے مشہور جو سدرۃ المنتہٰے — ہے اُس پر بھی مرقوم نام آپ کا
ہے جنت کے اوراق و اشجار پر — لکھا جا بجا نامِ خیرُ البشر
عبادت میں بھی حق نے رکھا شمول — ملا نام سے اپنے نامِ رسول
اذانوں میں داخل ہے نام آپ کا — نمازوں میں شامل سلام آپ کا
وُہ مقبول عالم حبیب اِلٰہ — نبوت پہ ہے جسکی قرآں گواہ
نہ اُتری کوئی آسماں سے کتاب — نہو جس میں وصف رسالت مآب
یہ قدرت کا لکھا ملا جا بجا — کہ ہیں آپ بے شک رسول خدا
جھلکتا تھا روئے مُصفا پہ نور — لڑکپن سے تھا معجزوں کا ظہور
وُہ رخ پر نبوت کی دیکھ آب و تاب — بشارت لگے دینے اہلِ کتاب
کہ ہیں یہ وہی احمد مجتبےٰ — شفیع الورٰے خاتم انبیا
وُہ خیر الورٰے سید الکائنات — بنی نور سے جن کے کل کائنات
نبوت سے پہلے کی ہے یہ خبر — کہ جب دھوپ میں آپ کرتے سفر
فرشتے پر و بال کرتے سپر — شعاعیں نہ پڑتی تھیں یوں آپ پر
کبھی سایہ کرلیتا آکر سحاب — نہ کرتی اثر شدتِ آفتاب
گزر جس طرف کرتے خیر الانام — شجر اور حجر بھیجتے تھے سلام
ہوا جب کہ چالیسواں سن تمام — اُترنے لگا پھر خدا کا کلام
ہوئی نو، حق کی تجلی عیاں — گئے نور سے بھر زمین و زماں

اُترنے لگے جبرئیل امیں
ستارہ نبوّت کا چمکا بلند
ہوئی آپ پر نعمتِ حق تمام
بدن کیا تھا اک نور کا تھا ظہور
قیامت تلک بھیج یارب مدام

لگی ہونے تلقین احکام دیں
وہ دیں آیا جو تھا خدا کو پسند
پکارے گئے آپ خیر الانام
ہے نام آپ کا آیا قراں میں نور
پیمبر پہ اپنے درود اور سلام

سلام ان پہ اور اُن کے احباب پر
تمام آل و ازواج و اصحاب پر

اگلے مسلمان

مولوی رحمت اللہ صاحب (رحمتہ اللہ علیہ)

احمدِ پاک تھے قرآن کے لانے والے
جن کے جبریل تھے دن رات بلانے والے
جان و مال اپنا خدا پر تھے لٹانے والے
سارے اصحاب محمد کے زمانے والے
طعنے کفار کے وہ سنتے تھے اور سہتے تھے
ہیں کہاں ایسی مصیبت کے اُٹھانے والے
بھوکے رہتے تھے خود اَوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے
شرق سے غرب تلک نورِ شریعت چمکا
کیا بہادر تھے مسلمان بنانے والے
اہلِ بدعت سے لڑے ہو کے پیاسے افسوس

آب کوثر کے قیامت میں لُٹانے والے
راہِ حق میں دیا چھوڑ اپنا وطن اور کنبا
کیا دلاور تھے محمد کے گھرانے والے
رات دن فکر یہی تھا ہو شریعت جاری
کارِ حق میں نہ تھے وہ آنکھ چرانے والے
پاسِ رشتہ نہ رکھا اُن سے کیا اُن کو ترک
ہُوئے بے شرع جو اپنے بھی گھرانے والے
ہیں صحیفوں میں نبوّت کی علامات و دلیل
مانتے آئے ہیں اگلے بھی زمانے والے
شبِ معراج میں محبوب کو یہ حکم ہُوا
ملیں مجھ سے جو نمازی کہ ہیں آنے والے
ہے نماز اصل شریعت کی ستونِ اسلام
بے نمازی نہیں جنت میں تو جانے والے
اُلفتِ سُنّتِ احمد کی دھریں دِل میں بنا
نام لیوا تو بظاہر ہیں زمانے والے
بے نمازی کی عبادت نہیں ہوتی مقبول
کہ گئے پہلے ہی اسلام سکھانے والے
نورِ اسلام چھپانے سے نہیں چھپتا ہے
ہوگئے سارے ہی مستور چھپانے والے
پیروِ شرعِ محمدؐ نے ہی کی منزل طے
رہ گئے پیچھے جو تھے جی کے چرانے والے

بعد مرنے کے ہے مرقد میں سبھی کا اک حال
خواہ محتاج ہوں یا ہوں وہ خزانے والے

داخلِ نارِ سقر ہونگے بُرے حال کے ساتھ
دل مومن کے جو ہیں لوگ دُکھانے والے

حشر تک شمع شریعت تو رہے گی روشن
جل کے ہو جائینگے ہاں خاک بجھانے والے

ہو درُود اور سلام اُن پہ خدا کا ہر دم
جتنے تھے سارے محمدؐ کے گھرانے والے

رحمت اللہ عرب کو چلو اب چھوڑ کے ہند
روکنے سے نہیں رُکتے جو ہیں جانے والے

سچ

از مولانا محمد اسمٰعیل

سچ کہو سچ کہو ہمیشہ سچ
ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ

سچ کہوگے تو تُم رہوگے عزیز
سچ تو یہ ہے کہ سچ ہے اچھی چیز

سچ کہوگے تو تم رہوگے شاد
فکر سے پاک رنج سے آزاد

سچ کہوگے تو تُم رہوگے دلیر
جیسے ڈرتا نہیں بہادُر شیر

سچ سے رہتی ہے تقویت دل کو
سہل کرتا ہے سخت مشکل کو

جسکو سچ بولنے کی عادت ہے
وُہ بڑا نیک باسعادت ہے

سچ ہے سارے معاملوں کی جاں — سچ سے ہوتا ہے دل کو اطمینان
سچ میں راحت ہے اور آسانی — سچ سے ہوتی نہیں پشیمانی
سچ ہے دُنیا میں نیکیوں کی جڑ — سچ نہ ہو تو جہان جلے اُجڑ
سچ کہوگے تو دل رہیگا صاف — سچ سے ہو جاینگے قصور معاف
سچ سے زنہار درگذر نہ کرو — دل میں کچھ خوف اور خطر نہ کرو
وہی دانا ہے جو کہ ہے سچا — اِس میں بوڑھا ہو یا کوئی بچا
ہے بُرا جھوٹ بولنے والا — آپ کرتا ہے اپنا مُنہ کالا
فائدہ اُسکو کچھ نہ دیگا جھوٹ — جائیگا ایک روز بھانڈا پھوٹ

جھوٹ کی بھول کر نہ ڈالو خو
جھوٹ ذلت کی بات ہے اخ تھو

بارش کا پہلا قطرہ - اور اُس کی ہمت

گھنگھور گھٹا تلی کھڑی تھی — پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ہر قطرے کے دل میں تھا یہ خطرہ — ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا — میں اور کی گوں نہ آپ جوگا
کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس — اپنا ہی کرونگا ستیاناس
آتی ہے مجھے برسنے سے شرم — ہیٹی پتھر تمام ہیں گرم
خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت — پھیکی باتوں میں کیا حلاوت
کس برتے پہ میں کروں دلیری — میں کون ہوں کیا بساط میری
ہر قطرے کے دل میں تھا یہی غم — سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم
کھچڑی سی گھٹائیں پک رہی تھی — کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی

اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور — ہمت کے محیط کا شناور
فیاض و جواد و نیک ہمت — بھڑکی اُس کی رگِ حمیت
بولا للکار کر کہ آؤ — میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
کر گزرو جو ہو سکے کچھ احساں — ڈالو مُردہ زمین میں جاں
یارو یہ اگر مگر کہاں تک — اپنی سی کرو بنے جہاں تک
ملکر جو کروگے جاں فشانی — میدان پہ پھیر دوگے پانی
کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں — آتے ہو تو آؤ لو چلا میں
یہ کہکے وہ ہو گیا روانہ — دُشوار ہے جی پہ کھیل جانا
ہرچند کہ تھا وہ بے بضاعت — کی اُس نے مگر بڑی شجاعت
دیکھی جرات جو اُس سخی کی — دو چار نے اور پیروی کی
پھر ایک کے بعد ایک لپکا — قطرہ قطرہ زمین پہ ٹپکا
آخر قطروں کا بندھ گیا تار — بارش لگی ہونے موسلا دھار
پانی پانی ہُوا بیاباں — سیراب ہُوئے چمن خیاباں
تھی قحط سے پائمال خلقت — اِس مینہ سے ہُوئی نہال خلقت
جرأت قطرے کی کر گئی کام — باقی ہے جہاں میں آج تک نام
اے صاحبو قوم کی خبر لو — قطروں کا سا اتفاق کر لو

قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری
چل نکلینگی کشتیاں تمہاری

مولوی اسمٰعیل

چنڈول کی صبح خیزی

خواجہ ضیاء الدین

باغِ ہستی میں ایک تازہ نہال

دیکھ چنڈول ہو گیا خوش حال
لگا حیرت سے پُوچھنے ماں سے
ہے یہ کیا چیز تم بتاؤ مجھے
ماں نے اُس سے کہا کہ اے بیٹا
تجھ پہ ہووے فدا یہ تیری ما
پُوچھے گر نام تو یہ ہے چنڈول
کام پُوچھے تو جان لے یہ اصول
صبح جب ہوتی ہے فرو زندہ
اہلِ غفلت پہ کرتی ہے خندہ
ہیں جو مد ہوش خوابِ غفلت کے
ابھی بستر پہ ہوتے ہیں سوتے
اپنے یہ خاکی آشیانے سے
چونک اُٹھتا ہے ہر بہانے سے
اوس ہوتی ہے اُس کے سینے پر
کرتا آواز ہے بلند ہو کر
دِل سے گاتا ہے نغمۂ توحید
یاد کرتا ہے حق کی بے تقلید
یہی اُس کا طریقہ ہے۔ دائم
اسی حالت پہ ہے سدا قائم
تجھ کو بھی چاہیے میرے فرزند
یاد رکھ اُس کو اے میرے دِلبند

صبح کو اُٹھ کے لے جو پہلا سانس
یاد میں حق کی ہو وُہ تیرا سانس
اپنے خالق سے جو رکہ ہو غافل
اُس کو مت جانیو کبھی عاقل

عقاب کی ہمت

تیز پرواز جانور ہے عقاب
دیکھ کر اُس کو طفل نے پوچھا
کہا ماں نے کہ ایسا ہے یہ پرند
برق ہو یا کہ ابر ہووے گھرا
آنکھ سُورج سے ہے لڑی ہوتی
یک سر مو سرکتا جا سے نہیں
اسکوت جان یہ کہانی ہے

اُس کی نسبت یہ ہیں سوال و جواب
اپنی ماں سے کہ یہ پرندہ ہے کیا
ہوتا شوکت سے جبکہ ہے یہ بلند
پھر کسی سے بھی یہ نہیں ٹلتا
کرتا گویا ہوا سے ہے کشتی
ہوتا مغلوب یہ ہوا سے نہیں
عزم و ہمّت کی یہ نشانی ہے

میرے فرزند اِس سے ہمّت سیکھ
عزم و ہمّت کی اس سے قوت سیکھ

ہنس کا آخری ترانہ

گر کے دریا میں ہنس بیچارہ
موج دریا کے دستِ زحمت سے
آشیانہ کوئی قریب نہ تھا
تھا مگر پاس موت کا سرہنگ

آلگا موت کے کنارے تھا
بہتا آتا تھا سو مصیبت سے
واں معاون کوئی حبیب نہ تھا
جس کا ایذا سوا نہ تھا آہنگ

نور جاتا رہا تھا پتلی سے ڈھیلے بازو ہوئے تھے سستی سے
دیکھ یہ حال برلبِ دریا بچے کو اُس کی ماں نے سمجھایا
جو گزرتا ہے اس پہ اظہر ہے ننھی اس کی سمجھ سے باہر ہے
مگر اس کا ترانۂ آخر دھیان سے گر سنو تو ہے خوشتر
تجھے بھی چاہیئے مرے دلبند یاد رکھ دِل میں تو یہ میری پند
اس طرح اپنی خو کی کر اصلاح چل تو وہ زندگی میں راہِ فلاح
وقت مرنے کا تیرے جب آئے ذکرِ خالق میں تری جاں جائے

مولوی | تھوڑا تھوڑا مل کے بہت ہوتا ہے | محمد اسمٰعیل

بنایا ہے چڑیوں نے جو گھونسلا سو ایک ایک تنکا اکٹھا کیا
گیا ایک ہی بار سورج نہ ڈوب مگر رفتہ رفتہ ہوا ہے غروب
قدم ہی قدم طے ہوا ہے سفر گئیں لحظے لحظے میں عمریں گزر
سمندر کی لہروں کا تانتا سدا کنارے سے ہے آکے ٹکرا رہا
سمندر سے دریا سے اٹھتی ہے موج سدا کرتی رہتی ہے دھاوا بہ فوج
کناروں کو آخر گرا ہی دیا چٹانوں کو بالکل صفاچٹ کیا
برستا جو مینہ موسلادھار ہے سو یہ ننھی بوندوں کی بوچھاڑ ہے
درختوں کے جھنڈ اور جنگل گھنے یونہیں پتے پتے سے مل کر بنے
ہوئے ریشے ریشے سے بن اور جھاڑ بنا ذرے ذرے سے مل کر پہاڑ
لگا دانے دانے سے غلے کا ڈھیر پڑا لمحے لمحے سے برسوں کا پھیر
جو ایک ایک پل کر کے دن کٹ گیا تو گھڑیوں ہی گھڑیوں برس گھٹ گیا
لکھا لکھنے والے نے یک یک حرف ہوئیں گڈیاں کتنی کاغذ کی صرف

ہوئی لکھتے لکھتے مرتب کتاب
اسی پر ہر اک شے کا سمجھو حساب

ہر اک علم و فن اور کرتب ہنر
نہ تھا پہلے ہی دن سے اس ڈھنگ پر

یونہی بڑھتے بڑھتے ترقی ہوئی
جو بیرہ ہے اب تھا وہ پہلے سوئی

جلاہے نے جوڑا تھا ایک ایک تار
ہوئے تھان جسکے گزوں سے شمار

یونہیں پھوئیوں پھوئیوں بھرے جھیل تال
یونہیں کوڑی کوڑی ہوا جمع مال

اگر تھوڑا تھوڑا کرو صبح و شام
بڑے سے بڑے کام ہونگے تمام

ایک وقت ایک ہی کام کرو

ہے کام کے وقت کام اچھا
اور کھیل کے وقت کھیل زیبا

جب کام کا وقت ہو کرو کام
بھولے سے بھی کھیل کا نہ لو نام

ہاں کھیل کے وقت خوب کھیلو
کودو پھاندو کہ ڈنڈ پیلو

خوش رہنے کا ہے یہی طریقہ
ہر بات کا سیکھئے سلیقہ

ہمّت کو نہ ہاریو خدارا
مت ڈھونڈیو غیر کا سہارا

اپنی ہمّت سے کام کرنا
مشکل ہو تو چاہیئے نہ ڈرنا

جو کچھ ہو تو اپنے دم قدم سے
کیا کام ہے غیر کے کرم سے

مت چھوڑیو کام کو ادھورا
بیکار ہے جو ہُوا نہ پورا

ہر وقت میں صرف ایک ہی کام
پاسکتا ہے بہتری سے انجام

جب کام میں اور کام چھیڑا
دونو میں پڑ گیا بکھیڑا

جو وقت گزر گیا اکارت
افسوس ہوا خزانہ غارت

ہے کام کے وقت کام اچھا
اور کھیل کے وقت کھیل زیبا

سید محمد مرتضیٰ

برسات

بیان

کالی گھٹا برسات کی آئی ٹھنڈی ہوا برسات کی آئی
پڑتی ہیں تھم تھم تھم بوندیں جھم جھم بجلی چھم چھم بوندیں
گل گل مہکے بلبل چہکے لالہ لہکے جنگل دہکے
کویل کوکے مور پکارے کبک دری سن قہقہہ مارے
جھومے گھٹا کا کنجل ہاتھی سونڈ کو پیٹے نشو نباتی
رعد لگائے سڑ سڑ کوڑے آتشبازی بجلی چھوڑے
نہر کا جوبن نکھرا نکھرا سبزے کا عالم بکھرا بکھرا
کالی کالی بدلی لپکے اوس کے بدلے مستی ٹپکے
ابر کے سقے گل کے کٹورے ٹھنڈے میٹھے جل ہیں پورے
پڑتی ہیں بوندیں جھلمن جھلمل ہنسی ہیں کلیاں کھِل کھِل کھِل کھِل
پھیلتی ہیں لہراتی ہیں بیلیں اینڈتی ہیں بل کھاتی ہیں بیلیں
پھرتی ہیں کرتی ہر پھر چڑیاں اُڑتی ہیں پھُر پھُر پھُر پھُر چڑیاں
کیاری کیاری آج ہری ہے باغ نہیں ایک سبز پری ہے
کیا ہی لنڈھکتی پھرتی ہیں بوندیں ٹپ ٹپ ٹپ ٹپ گرتی ہیں بوندیں
دوب نے مخمل اپنا بچھایا بادِ صبا نے ناچ دِکھایا
پھولوں کی مہندی خوب رچی ہے نشو و نما کی دھوم مچی ہے

برکھا رُت یہ نامیہ جاں دے
اُچھلے پھُدکے کوندے چاندے

جاڑا

دھوم مچاتی سردی آئی
دُھنیوں کے بھاگوں جاڑا آیا
ڈھک گیا مُنہ اور چھپ گئے ہاتھ[1]
دانت کی ڈونڈی گھر کا اکھاڑا
کھیت کیار کے پڑ گئے لالے
گھر گھر بانٹی دولت اُس نے
کسی کی شالی مول میں بھاری
ہو گیا سب کا کلیجا ٹھنڈا
رعد بنے لڑ لڑ کے دانت
آگ سے سچ مچ لاگ ہی سبکو
گود میں لی چھاتی سے لگالی
شب کو انگیٹھی سب کے قرین ہے
اک اک عضو ہوا ہے ٹھنڈا

دانت بجاتی سردی آئی
تانت بجی اور راگ بھی پایا
جَاءَ[2] البَرْدُ مَعَ الجُبّاتِ
روئی کے بیچ نے سب کو پچھاڑا
پالے کے سب پہ پڑ گئے پالے
سب کو دیا ہے خلعت اُس نے
کسی کی کملی تول میں بھاری
کھوپری ٹھنڈی بھیجا ٹھنڈا
دل بادل میں کڑکے دانت
آس اولاد کی آگ ہے سبکو
آج کل آگ ہے ننھی بالی
کوئلوں پر اب مہر نہیں ہے
چار مہینے بند ہے دھندا

ٹھٹھرے ہوئے ہیں لوگ جہاں کے
گرم فقط مضموں ہیں بیاں کے

[1] ہاتھ ۔
[2] سردی جبّوں سمیت آئی ۔

گرمی

از مولوی محمد اسمٰعیل

مئی کا آن پہنچا ہے مہینا
بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینا
بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا
ہوا زیرِ قدم پوشیدہ سایا
چلی لُو اور تڑاکے کی پڑی دھوپ
لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ
زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے
کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے
در و دیوار ہیں گرمی سے تپتے
بنی آدم ہیں - مچھلی سے تڑپتے
پرندے اُڑ گئے ہیں - پانی پہ گرتے
چرندے بھی ہیں گھبرائے سے پھرتے
درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں
مگر ڈوبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں
نہ پوچھو تم غریبوں کے مکاں کی
زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی
نہ پنکھا ہے نہ ٹٹی ہے نہ کمرہ

ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ
امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی

کچھ کر لو

احمدی

احباب سے میری التجا ہے
کچھ کر لو کہ عمر بے وفا ہے

اصحاب سے عرض مدعا ہے
ہمت کا حمایتی خدا ہے

یہاں آئے ہو کچھ تو کر کے بیٹھو
مت ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھو

جو دن گزرا پھر آئیگا کیا
گم گشتہ کو کوئی پائیگا کیا

اِس عمر سے گھٹ نہ جائیگا کیا
رفتہ کا پتہ لگائیگا کیا

پھر کس لئے وقت ٹالتے ہو
کام آج کا کل پہ ڈالتے ہو

باندھو کمریں خدا کا لو نام
اچھا نہیں کاہلوں کا انجام

ہمت سے ہوئے ہیں سہل سب کام
محنت جو کرے وہ پائے آرام

محنت ہے کلید گنج مقصود
محنت ہے دلیل راہِ بہبود

وہ عزم وہ ہمتیں دکھاؤ
وہ صدق۔ صداقتیں دکھاؤ

وہ جوش وہ محنتیں دکھاؤ
مرغوب وہ عادتیں دکھاؤ

مخلوق ہو خوش۔ خدا رضامند
وہ تم سے تم اُن سے شاد و خورسند

اوروں کے پسینے کی کمائی
محنت سے کرو تو ہاتا پائی
چھوٹی ہے خلاف میرزائی
دیکھو الطاف کبریائی

پلتے ہیں جو ڈھونڈتے ہیں جم کر
ناکام ہیں تھک رہے جو تھم کر

دُنیا میں ہوئے ہیں جتنے کامل
دم بھر بھی نہیں رہے وہ غافل
کوئی بھی نہیں تھا اُن میں کاہل
محنت سے ہوا ہے سب کو حاصل

جھیلے کڑے وقت انبیا نے
تکلیفیں اُٹھائیں اولیا نے

اللہ رے شیونِ پاکِ قدرت
جو جانتے ہیں نکاتِ حکمت
ہر شے سے عیاں ہے اُسکی حالت
ہر چیز سے پلتے ہیں نصیحت

سامع ہو تو ہر طرف خدا ہے
بینا کو نظارہ جا بجا ہے

باغ و چمن و بلاد و قصبات
آثارِ قدیم اور عمارات
نہر و پل و حوض آب چاہات
کہتے ہیں زُبان حال سے بات

یہ اہل ہمم کی ہے نشانی
زندہ ہے ہنوز نام بانی

ہم کیوں ہوں حزیں ملول کیوں ہوں
صرفِ الم دخمول کیوں ہوں
در در کے گدا فضول کیوں ہوں
جیتے ہوئے خاک دھول کیوں ہوں

افسردہ نہیں خدا ہمارا
تارک نہیں کبریا ہمارا

جو منع کیا وہ چھوڑ دیں کام
جائز کریں عیش جائز آرام

مرضی پہ خدا کے باندھیں انجام | جپتے پھریں رب پاک کا نام

کاموں میں نہ بھولیں ذکر داوار
دل رکھیں بیار۔ دست درکار

اے ارض کے اور سما کے خالق | خاک و آب و ہوا کے خالق
لیل و صبح و مسا کے خالق | خود چھوڑ کے ماسوا کے خالق

جو تیرے سوا ہیں سب ہیں فانی
ہے تیری ہی ذات جاودانی

لے اپنے کرم سے تو مجھے تھام | وا کر کہیں باب گنج انعام
جز تیرے مجھے کسی سے کیا کام | اے خالق ذوالجلال والاکرام

جویا ہوں میں فیض سرمدی کا
تو ہی ہے کفیل احمدی کا

صبح کی آمد

مولوی محمد اسمٰعیل

مَیں آنے کی دِن کے خبر لا رہی ہُوں
اُجالا زمانے میں پھیلا رہی ہُوں
بہار اپنی مشرق سے دکھلا رہی ہوں
پکارے گلے صاف چلّا رہی ہُوں
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

مَیں سب کار بھوار کے ساتھ آئی
مَیں رفتار گفتار کے ساتھ آئی
مَیں باجوں کی جھنکار کے ساتھ آئی

میَں چڑیوں کی چہکار کے ساتھ آئی
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

اذاں پر اذاں مُرغ دینے لگا ہے
خوشی سے ہر ایک جانور بولتا ہے
درختوں کے اُوپر عجب چہچہا ہے
سہانا ہے وقت اور ٹھنڈی ہوا ہے
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

یہ چڑیاں جو پیڑوں پہ ہیں غل مچاتی
اِدھر سے اُدھر اُڑ کے ہیں آتی جاتی
دُموں کو ہلاتی پروں کو پھُلاتی
مری آمد آمد کے ہیں گیت گاتی
اُٹھو سونے والو۔ کہ میں آ رہی ہوں

جو طوطے نے باغوں میں ٹیں ٹیں مچائی
تو بلبل بھی گلشن میں ہے چہچہائی
اور اونچی منڈیروں پہ شاماں بھی گائی
میَں سو سو طرح دے رہی ہوں دُہائی
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

ہر اک باغ کو میں نے مہکا دیا ہے
نسیم اور صبا کو بھی لہکا دیا ہے
چمن سُرخ پھولوں سے دہکا دیا ہے
مگر نیند نے تم کو بہکا دیا ہے

اُٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں

ہوئی مجھ سے رونق پہاڑ اور بن میں
ہر اک ملک میں دیس میں اور وطن میں
کھلاتی ہوئی پھول آئی چمن میں
بجھاتی چلی شمع کو انجمن میں
اُٹھو سونے والو۔ کہ میں آ رہی ہوں

جو اس وقت جنگل کی بوٹی جڑی ہے
سو وہ ہار موتی کا پہنے کھڑی ہے
کہ پچھلے کی ٹھنڈک سے شبنم پڑی ہے
عجب یہ سماں ہے عجب یہ گھڑی ہے
اُٹھو سونے والو۔ کہ میں آ رہی ہوں

ہرن چونک اُٹھے چوکڑی بھر رہے ہیں
کلیلیں ہرے کھیت میں کر رہے ہیں
ندی کے کنارے کچھ اک چر رہے ہیں
غرض میرے جلوے پہ سب مر رہے ہیں
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

ہیں تاروں کی چھاں آن پہنچی یہاں تک
زمیں سے ہے جلوہ میرا آسماں تک
مجھے پاؤ گے دیکھتے ہو جہاں تک
کرو گے بھلا کاہلی تم کہاں تک
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

پجاری کو مندر کے بیں نے جگایا
موذن کو مسجد کے میں نے اُٹھایا
بھٹکتے مسافر کو رستہ بتایا
اندھیرا گھٹایا اُجالا بڑھایا
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

لدے قافلوں کے بھی منزل سے ڈیرے
کسانوں کی ہل چل پڑی منہ اندھیرے
چلے جال کندھے پہ لے کر مچھیرے
دلدّر ہوئے دُور آنے سے میرے
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

بگل اور طنبور سنکھ اور نوبت
بجانے لگے اپنی اپنی سبھی گت
چلی توپ بھی دَن سے حضرت سلامت
نہیں خوب غفلت نہیں خوب غفلت
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

لو ہشیار ہو جاؤ اور آنکھ کھولو
نہ لو کروٹیں اور نہ بستر ٹٹولو
خدا کو کرو یاد اور منہ سے بولو
بس اب خیر سے اُٹھ کے منہ ہاتھ دھو لو
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

بڑی دھوم سے آئی میری سواری

جہاں میں ہُوا اب میرا حکم جاری
ستارے چُھپے رات اندھیری سدھاری
دِکھائی دیے باغ اور کھیت کیاری
اُٹھو سونے والو کہ مَیں آ رہی ہُوں

مَیں پورب سے پچھم پہ کرتی ہوں دھاوا
زمیں کے کرّہ پر لگائی ہوں کاوا
مَیں طے کرکے آئی ہُوں چین اور جاوا
نہیں کہتی کچھ تم سے اِس کے علاوہ
اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہُوں

نماز کی تعریف

مرزا ارشد

اے دوستو! نماز ہی اسلام کی ہے شان
اے دوستو! نماز ہے اسلام کا نشان
ہاں گر نہ ہو نماز کا اسلامیوں کو دھیان
پھر فرق کیا ہے کافر و مسلم کے درمیان

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ ہی جھنڈا ہے دین کا
نقارہ پانچ وقت یہ بجتا ہے دین کا

فحشا و منکرات کی سمجھو نماز آڑ
نیّت سے جڑ گناہوں کی دے بس یہی اکھاڑ
ایمان کے آئینے میں اگر لاکھ ہو دراڑ
پر یہ سنوار دیتی ہے دِل کا ہر اک بگاڑ

چھوٹے سے چھوٹا وصف ہے یہ اپنا دکھاتی ہے
بندے کو جا کے آقا سے اپنے بلاتی ہے

اللہ نے دیا ہے جو نیکوں کو نورِ قلب
حاصل ہے ہر نماز میں اُن کو حضورِ قلب
قوموں کے ساتھ بڑھتے ہیں اُنکے شعورِ قلب
جلسوں میں اُنکو ہوتے ہیں حاصل سرورِ قلب

رحمت قعود میں ہے تو برکت قیام میں
ایمان کی سلامتیاں ہیں سلام میں

کہتے ہیں جب رسولِ خدا پڑھتے تھے نماز
ایسا ہر ایک رکن کو فرماتے تھے دراز
پھٹتے تھے سُوج سُوج کے حضرت کے پائے ناز
اک ذرہ کم نہ ہوتا تھا پر عجز اور نیاز

مقبول تھا جو سجدۂ سرِ تاجِ مسلمیں
تھا وصف اسی نماز کا معراجِ مسلمیں

قومی ترقی کے لئے ترغیب

مرزا ارشد

اُٹھو نیند سے اب سحر ہو گئی ہے
اُٹھو کل سبھا منتشر ہو گئی ہے

اُٹھو رات ساری بسر ہو گئی ہے
ہوا اب اِدھر کی اُدھر ہو گئی ہے

بغل میں نصیبے کو بھی لے کے سوئے
اجل کو بھی تم آج دم دے کے سوئے

ہُوئی صبح اور جانور سارے جاگے
زن و مرد ہیں گھر بگھر سارے جاگے
شرارت کی ریسا بشر سارے جاگے
اُٹھے وہ بھی چورات بھر سارے جاگے

فقط خواب میں بے خبر تم پڑے ہو
عجب نیند کی نیند میں تم پڑے ہو

اُٹھو لے بزرگوں کی پت کھونے والو
اُٹھو باپ دادا کی مت کھونے والو
اُٹھو اپنی عقل اور سُرت کھونے والو
اُٹھو اپنی باقی کی گت کھونے والو

ذرا خواب غفلت سے آنکھیں تو کھولو
گئی آبرو اب تو مُنہ اپنا دھو لو

سب آرائشیں لٹ چکی ہیں تمہاری
بہاریں ہوئیں عیش کی تم پہ بھاری
وُہ چلنے لگی عزتوں کی سواری
بس اب ہے جنازہ نکلنے کی باری

غضب عمر سونے میں تم نے گنوادی
اُٹھو بن گئی اور قوموں کی چاندی

لٹیروں نے لوٹا ہے گھر جاگو جاگو
چلا جاتا ہے مال و زر جاگو جاگو
وہ باوا کی جاتی ہے زر جاگو جاگو
وہ دولت گئی در بدر جاگو جاگو

وُہ کنبے کی عزت چلی اب تو اُٹھو
وُہ دولت و حشمت چلی اب تو اُٹھو

ترقی کا دن سارا ڈھلنے کو آیا
تنزل نے یہ دن ہے تم کو دکھایا
کیا تم پہ ادبار نے اپنا سایا
مگر غفلتوں نے نہ تم کو جگایا

ذرا اپنی کروٹ بدل کر تو دیکھو
پڑے ہی پڑے آنکھیں مل کر تو دیکھو

زمانے کی رنگت بدلنے لگی ہے.
ہوا اور عالم میں چلنے لگی ہے

اُٹھو دھوپ دُنیا کی ڈھلنے لگی ہے	ہر اک قوم گر کر سنبھلنے لگی ہے

بڑے بنتے جاتے ہیں چھوٹے تمہارے
نصیبے ہیں کس درجے کھوٹے تمہارے

تمّت

اطلاع

مروجہ منظور شدہ کتب کے ساتھ عربی کی ہر سہ کتب حصہ اول ۳/ حصہ دوم ۴/ حصہ سوم ۴/ قاعدہ اردو حصہ اول ۲/ حصہ دوم ۲/ طریقہ تعلیم جسمانی ۱۲/ ہندوستان کی تاریخی کہانیاں اردو حصہ اول ۱/۱۰ پائی حصہ دوم ۲/ ۶ پائی حصہ سوم ۳/

سلسلہ جدید کتب اردو برائے (لڑکیوں)	پہلی اردو ۴/	دوسری اردو ۶/	تیسری اردو ۸/	چوتھی اردو ۱۰/
سلسلہ جدید کتب اردو برائے (لڑکوں)	پہلی اردو ۲/۷ پائی	دوسری اردو ۳/۱۱ پائی	تیسری اردو ۶/	چوتھی اردو ۷/۱۱ پائی

بھی ٹیکسٹ بک کمیٹی نے منظور فرمائی ہیں اور علاوہ ازیں انجمن نے مسلم بچوں کے سود و بہبود کی خاطر نے اصول تعلیم کے مطابق مندرجہ ذیل کتب بصرف زر کثیر طبع کرائی ہیں جن میں مذہبی ۔ معاشرتی اور تمدنی مضامین درج ہیں۔ یہ کتب فی الحال محکمہ تعلیم میں زیر تجویز ہیں۔ مگر گھر پر پڑھنے اور استعداد علمی اور مذہبی کو بڑھانے کے لئے اگر جناب کو ضرورت ہو۔ تو کتب خانہ انجمن سے طلب فرمائیں۔

اخلاق محمدی حصہ اول ۳/ حصہ دوم ۳/ للامین ۱۲/ زبدۃ النصائح ۴/ حساب کی پانچویں کتاب ۵/ حساب کی چھٹی کتاب ۸/ حساب کی ساتویں ۸/ ۶ پائی حساب کی آٹھویں ۸/ طلوع اسلام چہار حصہ زیر طبع۔ ابتدائی اردو قواعد حصہ اول و دوم زیر طبع

قواعد کمیشن

ایک روپیہ سے ۱۰۰ روپیہ تک		[illegible]	فیصدی
۱۰۱ سے ۵۰۰ روپیہ تک		[illegible]	"
۵۰۱ سے ۱۰۰۰ روپیہ تک		[illegible]	"
۱۰۰۱ سے ۲۰۰۰ روپیہ تک		[illegible]	"
۲۰۰۱ سے ۴۹۹۹ روپیہ تک		[illegible]	"
۵۰۰۰ یا ۵۰۰۰ سے اوپر کی یکمشت نقد خریداری پر		۵	"

محصولڈاک وغیرہ اخراجات روانگی ہر حالت میں خریدار کے ذمہ ہونگے لیکن پچاس روپیہ سے زائد کی کتابیں منگوانے پر اور اسکے ساتھ ہی چہارم حصہ پیشگی قیمت آنے پر محصول ریل بھی انجمن کے ذمہ ہوگا۔ بشرطیکہ سکرٹری محکمہ ایسا کرنا مناسب سمجھے اور کرایہ مال گاڑی کا دیا جائیگا۔

کتب خانہ انجمن حمایت اسلام لاہور

فہرست تالیفات انجمن حمایت اسلام لاہور

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
قاعدہ اردو	[illegible]	فرہنگ تیسری فارسی	[illegible]	پہلی اردو جدید (لڑکوں)	[illegible]
پہلی اردو (لڑکوں)	[illegible]	" چوتھی	[illegible]	دوسری "	[illegible]
" " (لڑکی)	[illegible]	اردو میں دینیات کا پہلا رسالہ	[illegible]	تیسری "	[illegible]
دوسری اردو	[illegible]	" " " دوسرا "	[illegible]	چوتھی	[illegible]
تیسری اردو	[illegible]	" " " تیسرا "	[illegible]	طریقہ تعلیم جسمانی	[illegible]
چوتھی "	[illegible]	تختہ حروف عربی جلی	[illegible]	ہندوستان کی تاریخ	[illegible]
پانچویں اردو (منظوم)	[illegible]	قاعدہ عربی	[illegible]	کہانیاں حصہ اول	[illegible]
تختہ حروف اردو جلی	[illegible]	عربی میں دینیات کی پہلی	[illegible]	" حصہ دوم	[illegible]
فرہنگ پہلی اردو	[illegible]	" " دوسری	[illegible]	" حصہ سوم	[illegible]
" دوسری "	[illegible]	" " تیسری	[illegible]	اخلاق محمدی حصہ اول	[illegible]
" تیسری "	۳ر	" " چوتھی	[illegible]	" دوم	[illegible]
" چوتھی "	[illegible]	" " پانچویں	[illegible]	پہلی اردو جدید (لڑکیاں)	[illegible]
پہلی فارسی	[illegible]	اصطلاحات جغرافیہ	[illegible]	دوسری " "	[illegible]
دوسری "	[illegible]	سلیپ نمبر ۱ (الف)	[illegible]	تیسری " "	[illegible]
تیسری "	۹ر	" نمبر ۱ (ب)	[illegible]	چوتھی " "	[illegible]
چوتھی "	۱۲ر	نمبر ۲	[illegible]	خطبہ [illegible]	[illegible]
پہاڑہ اردو معہ گر	[illegible]	نمبر ۳	[illegible]	ابتدائی اردو قواعد حصہ اول و دوم	[illegible]
صرف اردو کا ابتدائی رسالہ	[illegible]	انگریزی بول چال	۹ر	تاریخ اسلام چہار حصہ	[illegible]
صرف فارسی	[illegible]	عربی کی پہلی کتاب جدید	۳ر	نبذۃ التصلیح	[illegible]
فرہنگ پہلی فارسی	[illegible]	" دوسری	[illegible]	حساب کی پانچویں کتاب	[illegible]
" دوسری "	[illegible]	" تیسری	[illegible]	" چھٹی "	[illegible]
الآمین	[illegible]	قاعدہ اردو حصہ اول جدید	[illegible]	" ساتویں "	[illegible]
		" دوم	[illegible]	" آٹھویں "	[illegible]

فرمائش بھیجنے کا پتہ:- کتب خانہ انجمن حمایت اسلام لاہور